

بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله الذي جعل في خلقه
منازل خلائق من ربه

ديوان

معروف به اسم تاریخی

میر آقا الشیرازی

کتابخانه ملی
مطبعه ملی
کتابخانه ملی
کتابخانه ملی

بنی صنایع کین مکان فضل خلائی زوزمان

دیوان اکبر

معروف به اسم تاریخی

مرآة الغریب

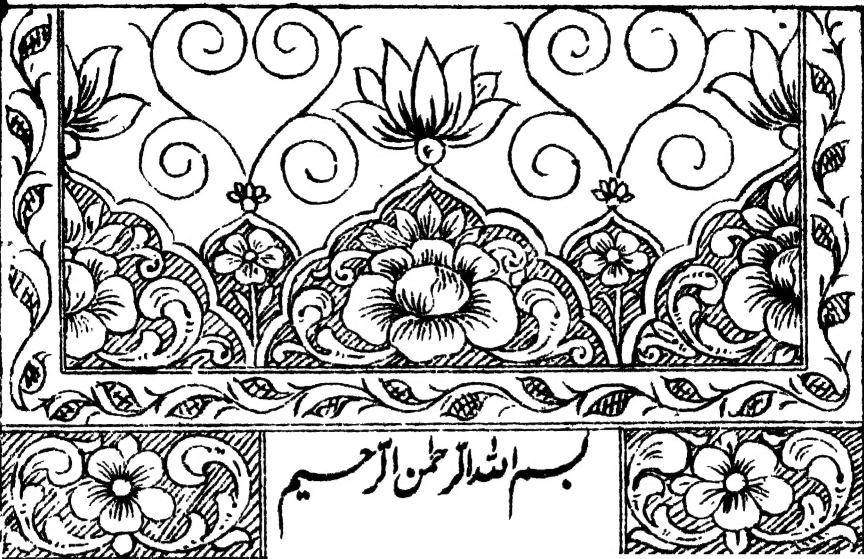
کتابخانه ملی افغانستان
مطبعه ملی افغانستان
کابل

التماس۔ اس مطبع میں ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لئے موجود ہے جسکی فہرست ہر شائق کو بچا پہ خانے سے مل سکتی ہے جسکے معائنہ سے شائقانِ اہلِ حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بھی ارزان ہے اس کتاب کے ٹیٹل سچ کے تین صفحہ سادہ میر کتب گلیات و دوا دین اردو کتب گلیات و دوا دین فارسی درج کرتے ہیں تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اُس فن کی ادبی کتب موجودہ کارخانے سے قدر دانوں کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو۔

| قیمت | نام کتاب | قیمت | نام کتاب |
|------|--|------|-------------------------------------|
| ۷ | مرزا رفیع السودا | ۷ | گلیات و دوا دین اردو |
| ۶ | گلیات انوری کامل فارسی | ۷ | گلیات انشاء اللہ خان - بہ نتیجہ طبع |
| ۹ | گلیات تراب - مجموعہ حسن میں چند | ۷ | شاعر نامی میر انشاء اللہ خان |
| ۸ | کتاب میں ادیان - ۲ ثنوی علیش منہم | ۸ | انتخاب گلیات ظفر |
| ۱۵ | ۳۔ نظم زبان - ۴۔ شجرہ قادریہ | ۷ | گلیات لقمیہ مجید |
| ۷ | گلیات ناسخ - طبع مرزا دستغور نامی | ۷ | گلیات غلام امام شہید |
| ۷ | شیخ امام غفر ناسخ معاصر آتش لکھنوی | ۱۰ | دیوان وقار |
| ۷ | گلیات تسلیم میں کا نام تاریخی نظم احمد | ۷ | گلیات صفدر |
| ۷ | ہے نتیجہ خوش فکری زبان اور یاد خیال | ۷ | بہارستان اشعار |
| ۷ | نشی امیر اللہ تسلیم شاگرد نسیم دہلوی | ۷ | دیوان میر حسن |
| ۷ | گلیات میر تقی - ہندوستان مسلم اشریت کا | ۷ | گلدرہ حفیظ اللہ خان |
| ۷ | گلیات ظفر - کلام الملک ملک الکلام | ۱۳ | گلیات صنعت |
| ۷ | چار جلد میں - ۱۔ جلد اول دوم کجائی | ۷ | گلیات سودا قصائد وثنویات |
| ۷ | جلد سوم و چاروم کجائی | ۷ | دوا دین و رباعیات از کلام تاج اشعار |

روبرو دستخط خاص کو لایا کاغذ
 عرضیان گزیرین خلافت کے برائے مطلب
 بعد اخبار کے پرچون کی جو نوبت آئی
 کہ لازم ہیں جو سرکار کے دژ و آتش و دھم
 بحث اک بات کی دونوں میں پڑی ہلکی
 حکم عالی یہ ہوا جلد کرو حاضر بزم
 حاضر بزم ہوئے وہ تو ہوا یہ ایسا
 عرض دانش نے یہ کی روز ابد تک قائم
 بندہ خاص نے دیکھے ہیں ہزاروں افسان
 ایک حاکم ہے فلک جاہ خردمند کی
 نام ہے کلب علیخان بہادر حجاہ
 علم میں حلم میں جو دو کرم و ہمت میں
 جسمیں جو بات ہو کیونکر اسے کوئی نہ کہے
 میرے کہنے کو ذرا وہم نے باور نہ کیا
 کہ محالات کا حصول میں ہونا ممکن
 کیسے کیسے نہیں گذرے ہوں جہان میں نامی
 سارے عالم میں ہو سبحان کی فصاحت شہو
 کس کو معلوم فلاطون کی نہیں ہو حکمت
 حارسو ہمت قائم کا ہے آواز ہلند
 تو جو کتا ہے کہ ان سے ہے بڑھ کر کوئی
 یہ کتا ہوں میں دعویٰ میں ہیں اپنے صداقت

حکمت الدولہ جو تھا فتنی یا قوت فتح
 لب ہوئے لعل فشان کھل گئے اپنی کرم
 نے مضمون کا اک پرچہ ہوا پیش اسد
 در دولت پہ ہے ہنگامہ لڑے ہیں باہم
 کہ ہم گتھ گئے ہیں صورت خط تو ام
 کچھین کیا کہتے ہیں دو دونوں میں ہم ہونگے حکم
 کیوں لڑے کیا سبب جنگ ہو گا گاہ ہوں ہم
 یہ حکومت یہ ایالت یہ شہامت یہ شہم
 حکمرانان زمانہ رو سائے عالم
 صاحب علم و ہر سعدن اخلاق کرم
 جسکے خدام ہیں ہم مرتبہ و مقصود جم
 ہے وہ یکتا ہے زمانہ سیرافدن کی قسم
 پیش انصاف گزین حق کا چھپانا ہے ستم
 بلکہ مارا رہ انکار میں منکر نے قدم
 کار خانہ ہے خدا کا نہیں خالی عالم
 خواجگان عمرستان صنادر عجم
 سارے آفاق میں کسریٰ کی عدالت ہو علم
 حکم نادر ہو حیاں جلوہ نما عشرت بجم
 شہمت پر ہے عیان رہے جبری حقارت
 زعم طبل ہے فقط مانتے ہیں کب ہم
 ہیں دلائل جو ہوں گوش شنو گوش ہم



بسم اللہ الرحمن الرحیم

قصیدہ در مدح جناب قطاب ہلال کاب انجم خدم نواب
محکم علی خان بہادر دام ملکھم اقبالہم مشکبہ مناظرہ دانش و ہم

دائرے طبل کی صورت ہیں انف تک علم
یہی لشکر ہو یہی فوج یہی خیل و خدم
وزر اتم بے ود بدیہ و جہاد و چشم
ہیں وہی گنج و خزان و ہی دینار و درم
گردن منشی گردون ہوئی تسلیم کو خم
شقے کھے گئے ہونے لگے فرمان رقم
عقل و فہم و خرد و ہوش و تدبیر و حکم
مرد با تھا جواد نکادہ بکارا بیہم
تا ابد سلطنت پشت پناہ عالم
سند حکم ہوئی مطلع انوار فہم

تخت کا خدیوہوا صدر نشین شاہ قلم
ہیں جو یہ عرصہ کا خدیوہ حروف و حرکات
ہو فصاحت جو مصاحب بلاغت ہو ذہن
مفتخ ہیں مضامین تو معانی ہیں لطیف
اہل دفتر نے ہو کی کھول کے بستہ کو نوشت
کبھی منصب کبھی تقسیم ہیں دین جاگیر ہیں
وقت در بار ہوا جمع ہوئے تجرانی
سامنے گئے لگے خیر طلب بہر سلام
روبر و خس و جہاد فلک فر کے نگاہ
ہوئی بحر سے سے بخوبی جو داغ حاصل

اب جو ہن اسلحہ جنگ آگے تھے کمان
 پہ پڑ جائے صف فوج عدو میں بھاگڑا
 اس میں بھی بند ہوا وہم تو لی اور ہی راہ
 بہت پر کہ اچھا نہ سہی ذکر نبرد
 جام جمشید کی پوشیدہ مہین کیفیت
 سن کے دانش نے کہا خوب کمان چھوکتی
 فرض کر دم کہ مٹا ہوں سب اسباب نشاط
 ب ہی میں جو نہوا سکو مہ حاصل کیا خاک
 اگلے لوگوں میں کمان تھی یہ تراش اور تراش
 پیرہن شک چن بوقلمون رنگ برنگ
 خوبصورت و حسین با جبین پیش نظر
 اکبک و طاؤس کی رفتار تو چیتے کی کمر
 قصہ جس سے سرسیمہ ہو طاؤس فلک
 جام جم سے اگر آئینہ تھا احوال جہان
 طرح میں وضع میں صبح میں ایجا دون میں
 م کی اس میں بھی تو بول لا مجبور
 نادر کا فلاطون کی ہو حکمت باقی
 اگلا دانش نے کہ یہ بات بھی دشوار نہیں
 وجہ ترجیح کی نادر سے تو یہ حکم میں ہے
 آنکھیں کس کی نہیں دے نکالیں یہ مجرم
 کس کی گردن یہ نہ نادر کی چلی تیغ جفا

نہ یہ تو بین نہ یہ گولے تھے نہ یہ سیل نہ ہم
 سر میدان جو ڈکائے صفت شیر ارجم
 رزم سے پھر کے دھرا بزم میں ناچار قدم
 لکھنے آگستہ کی بزم طرب صورت جم
 جس سے تھا پیش نظر آئینہ حال عالم
 مست و مہوش کو کیا ذائقہ ناز و نعم
 مطرب و ساقی و نقل می و اصوات نغم
 لذت سامو و ذائقہ و وقت شرم
 یہ نفاست یہ نزاکت یہ لطافت یہ شیم
 زیور و نین و ہچک نور کا جن میں عالم
 خم خم زلف رسائے ترا نو و شکم
 آنکھیں نہ شمع کہ آہوئے غزالان حرم
 کان نہ ہ بھی اکڑے وہ نرا میر نغم
 راز کو نین سے آگاہ یہاں دل ہر دم
 متاخر ہیں سر سر قدما سے قدم
 خیر قائل ہوں پرے فارق انوار و ظلم
 فرق انکا بھی سنوں کون ہوا کون ہو کم
 لائق حق ہے مدوح وہ ہیں قابل ذم
 وہ ہم ظلم و ستم تھا یہ ہمہ عدل و کرم
 سرمہ روشنی چشم ہے یاں خاک قدم
 گردن سیکڑوں احسان سے اسکے بھینچ

کچھ یہ سنتا نہیں انکار پہ باندھے ہے کمر
 ہو گیا حکم کہ ہاں محکمہ بحث ہو گرم
 وہم بولا کہ مجھے عدل میں پہلے ہے کلام
 فی البیدہ اسے دانش نے دیابت جو لب
 میرے مدوح کا وہ عدل جم تھا عدل رسول
 کفر و سلام کے آئین بن ہو ظاہر تفریق
 چپ ہو اوہم کہا خیر یہ مانا میں نے
 ہنس کے دانش نے کہا یہ بھی نہیں سمجھا تو
 وہ ہی دیتا تھا خلافت کو جو دیتا تھا خدا
 بیش ازین نیست کہ دعوت میں کیا کرتا تھا
 میرے مدوح کی کشور نہ خزان کی ہر حد
 تنے سائل تھے قبیلے میں نبی طو کے کمان
 روز پاتے ہیں زر و گنج ہزاروں سائل
 رتے ہیں صاحب زر ہو کے غنی زر بخشی
 بات معقول تھی کچھ وہم کو آیا نہ جواب
 بعد کچھ دیر کے بولا کہ رہا اب یہ کلام
 نس جوان مرد نے مانا نہیں لو ہا اس کا
 سچ اس بات کو دانش کو ہوا کچھ جو شکوت
 شاہنامہ نہیں کیا تیری نظر سے گذرا
 سیستان میں تھا فقط ایک وہ گننام سائل
 میرے مدوح کی جرات تھی جلا اس میں کمان

کفلک طرفین آپ سنیں ہو کے حکم
 ایک ایک بات کا ہو فیصلہ لاہو کہ نعم
 نام کسری کا ہو انصاف عدالت میں علم
 پاہ بے آب بھی پاتا ہے کہیں رتبہ کلم
 عدل کسری میں ضلالت کے طریقے منضم
 چشم بنائیں کبھی ایک نہیں نور و ظلم
 کون حاکم سے زیادہ ہے ہم جو د و کرم
 بادشہ تھا نہ کسی ملک کا حاکم حاکم
 اس میں جتنے ہوں میسر اسے دینار و درم
 گو سفند و بز و پیش و شتر و اسب و غم
 سب وہ حصہ ہے خلایق کا ہے جو د و کرم
 جمع انکے در دولت پہ ہے سارا عالم
 ہر تہید ست ہی اب مالک دینار و درم
 یہ وہ حاکم ہے کہ ہیں اسکے گرد انک حاکم
 نطق ہو بند تو ٹھہر کھول سکے کیا اکل
 کہ شجاعت میں یہ افضل ہو کہ افضل رستم
 قابل جرات رستم ہے عرب تا بہ عجم
 میں بھی موجود تھا بولا کہ خوشی ہو رستم
 آپ کتاب ہے یہ فردوسی اعجاز رقم
 شاہنامہ جو کہا میں نے بنا یا رستم
 رعبے اسکے صیفین ہوتی ہیں درہم برہم

در میان میں جو نہ تو تا قدم لے کر م
 کیا عجب روک کے بیٹھے جو قضا راہِ عدم
 کہ بھٹکتا ہی پھرے اُس میں سرا فیل کا دم
 کمیلیوں کو بھی ملے تھے جنہیں جوئے غم
 آنکھ دکھلائے جسے اُسکا ہو دم عین عدم
 چار ارکان ہوں ناگوسا گرین ہفت خیم
 عدم ہضم غذا ہے سبب درد شکم
 کہ ستم ہے حق مشوق میں عاشق پہ ستم
 بڑھ کے لیلی جو کہ سورہ جن قیس پہ دم
 قابل حد ہوئے اطفال بھی کھیلے جو صنم
 اس قدر کی ہے شریعت کی بنا استحکم
 سرحد شرع سے باہر نہیں پڑتا ہو قدم
 غافل راہ عبادت میں نہ ہو دست قدم
 دیکھو ماتم میں انہیں کے ہوسہ پوش حرم
 بند دروازہ بخانہ ہے و اباب حرم
 سجدہ گاہیں وہ نہاتے جو بگڑتے بھی صنم
 خود ہے مشعل طور زرہ رخت حرم
 ذوالفقا اسد اللہ کہ شمشیر دو دم
 باز کر چیت کمر کھنچ کے شمشیر دو دم
 ہو چکے تیغ و قضا میں برضا بیع سلم
 کیا تماشا ہے کہ اسود کو بنا یا ار قم

مرکز کاف کی شمشیر سے کٹا سر سیم
 وہ سیما ہو تو پھر خلق کا مرنا کیسا
 صورت سے کہہ دے تو وہ بھول بھلیاں غائب
 فیض سے اُسکے وہ کرتے ہیں دوشلے تقسیم
 قمر رب کہتے ہیں جسکو وہ عتبات کا ہے
 صرصر قمر چلے اُس کی تو ہستی کسی
 سود خور ہے عدو کیوں نرزمین پر لوٹے
 عہد میں اُسکے یہ بد خواہ کو ملتی ہے سزا
 اثر اٹا ہوا بھی خود ہو گرفتار جنون
 بت پرستی کا شاعدا میں اُسکے یہ دلج
 بسکہ یا بند شریعت ہو وہ مقبول خدا
 کہ کسی راہ کے چلنے میں کسی رہر کا
 آپ عابد ہے وہ کرنا ہے نصیحت سکو
 تم سے ہوتی ہیں شب روز نمازین جو قضا
 اٹھ گئے کفر کے آئیں ہوئی رونق دین
 ہوتے آذر بھی تو پابند شریعت ہوتے
 تنچ کیا اسلحہ جنگ تے یا یا ہے فروغ
 ہے سپر پشت مبارک پہ کہ حمزہ کی سپر
 حکم و رفوج حد و پروہ اگر ہو دم جنگ
 کھیت کشتہ کمانہ طیار بھی ہونے پائے
 تھا سیاہ روج و عدو اُسکو کیا خونین تر

| | |
|---|---|
| <p>اور حکمت میں غلطیوں کا ہے کیا ذکر کہ وہ یہ وہ دریا کہ غم چرخ جہان ایک حباب طرف حکمت کہ نبی کا بھی وہ قائل نہوا کفر و ایمان میں بڑا فرق ہو لازم ہے تیز جب سنے ایسے براہین یہ ہوا وہ ہم کا حال چشم الطاف سے دانش نے بھی کی سپہ نظر یہ تو تھے تیرے سوالات کے اے وہم جواب علم میں علم میں الطاف میں دانائی میں ہر سحر مشغلہ فریاد رسی داد رسی جتنے جس شہر سے آتے ہیں مسافر مہمان اس جگہ چاہیئے موزون ہوں کہ مطلع صاف</p> | <p>بٹھکر ختم میں ہوا راہی افسلیم عدم پھیل کر قطرہ نہ دریا سے کبھی ہو اعظم دل صفا سے ہو بہان مطلع انوار قدم وہ اگر ہیئتہ دونخ تو یہ ہے سرور ارم ختم کیا سر کو لیے دو ٹوٹ کے دانش کے قدم بہسہ تقسیم کہا سن کہ تو ہے نیک شیم صفت ممدوح جو ہیں اور وہ اب کہتے ہیں ہم ایک ہی فرد ہے یکتا ہے وہ فخر عالم سیہان سیکڑوں ہر شام سر خوان گرم کیمیاب کرتی ہے آنکھوں نظر فیض شیم گھر میں بیٹوں کے لکین آئے قہ آدم</p> |
|---|---|

مطلع

| | |
|--|---|
| <p>وقت رفتار ہے زریز عجب فیض قدم در دولت کی وہ عظمت ہو کہ جس سے ہر دم تنگدل وہ ہے عدو نام جو اسکا ہو رقم جشنہ فیض سلا کے جو شجر ہوں سیراب دلین وہ سخت دل کے بھی جگہ کرتا ہے ہے تواضع کا نتیجہ کہ ہے سب پر غالب عفو ایسا کہ خطا کار سے بھی ہے اغماض زائر درجہ شوق میں ہوتے ہیں دان بینی دولت والے یہ یا مال کیا</p> | <p>نقش پاواہ میں بناتے ہیں دینار و درم لو لگائے ہو کہ ہے لام ہویا واد قسم ساحت لوح یہ سمٹے کہ ہو میدان قلم عوض بر گل ہر اک شاخ سے پیدا ہوں نرم سنگ پر جیسے پیہر کے پڑے نقش قدم کسر نفس اسکو نہ کس طرح گرنے فتح ضم صاف پی جائے جو کھائے کوئی جھوٹی بھی قسم حسرت آنکھوں کو یہ ہوتی ہے ہونے ہم نہ قدم لکین دھوئیں سے نہیں ملتا ہے نشان سرم</p> |
|--|---|

| | |
|--|--|
| <p>کر لیا تازہ مضامین کا علاقہ گورٹ وہ نے صاف نہیں نام کو حسین تلچٹ</p> | <p>آخر آخر یہ ہوئی نظم کی قوت پیدا لوگوں کو جس توجہ سے ذرا نظم نصیح</p> |
| <p>مطلع</p> | <p>مطلع</p> |
| <p>اُمی اک حور لقا پاس الٹ کر گھونگھٹ ساتھ ہی چرخ پھرے لے یہ زمانہ کروٹ شوخ عیار غضب قہر چھلاوانٹ کھ شرم آجائے تو آنکھیں کہیں چل دور ہو ہٹ کیچنے لے دل کو وہ پوشاک میں خوشبو کی لپٹ لشکرِ صبرِ جنین دیکھ کے کھائے</p> | <p>شبِ شنبہ جولی خواب میں نے کروٹ کچھ عجیب فتنہ کہ اُسکی جو نظر جائے پلٹ شعلہ خسار جفا کا رقیامت آفت دھم دکھلائے جو فتنہ دور سے پھر چلے نگاہ اگر پڑے جان پہ زیور کی جک سے بجلی وہ گاہیں غضب آلودہ مرگان کی صغین لے کے انجم کا جو لشکر اُتر آئے مریخ پُختہ کار اُسکو خود یکھیں طمع خام کریں طرفہ چہرے کی لطافت وہ سنہری رنگت آپ ہی چھیڑ کرے آپ ہی پھر حد سے بڑھے مستیِ حسن سے گردن میں کبھی ڈال دے ہاتھ یتیدان آنکھوں کی درپردہ اشار و سچ کہیں مانگ لے مانگ دکھا کر کبھی عشاق کے دل</p> |
| <p>توسن بنا کر بوئی سے وہ پھینکے سر پٹ بے چھوٹے گاہ بجا لو کی طرح جائے سمٹ ناپختہ ہی کو جو نکلے تو کمان کا گھونگھٹ باندھ لے گاہ گلا کھول کے وہ زلف کی لٹ مقبرے ہو گئے تعمیرِ حیرت سب مر گھٹ چھپتے میں اسے دیر نہ کر دوڑ چھپٹ دل لے مڑے تو وہ جھک کر لگائے پاٹ جس طرح کاٹے کالا کوئی جاتا ہے پلٹ پہلوان دوہیں کہ کشتی میں ہوئے مین غٹ</p> | <p>نُسخ و گیسو پہ مرے اتنے مسلمان ہندو فتنہِ محشر کو دیکھ تو بکے زلف سے آنکھ طاق کا کل وہ پھینکتی ہیں کہ سر کی کوئی چوٹ ہاتھ چھو جائے جو گیسو کو تو کھائے یون پتج دیکھ کر اربوے پیوستہ یہ ہوتا تھا گمان</p> |

شرمین نظم میں سب طرح کی نگینی ہو
کیونکہ نہ حالی سخن اس کا ہو کہ ہی مستعد
یہ حکومت یہ ریاست یہ ایالت یہ شکوہ
تاج کہتا ہو کہ ہے تاج رسکندر کیا مال
تاجداروں پرین چھایا عورت ہو دعویٰ جتر
اسب کا قصد کہ میں عرش کا پایا چھو لوں
تیغ کہتی ہے کہ مجھ سے دل مریخ ہو آب
روک لے روک لے رہو طبیعت کی عنان

یہ گزار تو طاؤس قلم
بیت محکم ہے وہی جس کی بنا ہے محکم
واہ کیا نظم ہے جس کا ہی ثنا خوان عالم
تخت کہتا ہے نہیں تخت سلیمان سے کم
سبز بختوں سے ہوں سرسبز یہ ہے قول علم
فیل کا عزم ہر جرح پہ کھدون میں قدم
نیزہ کہتا ہے کہ مجھ سے سر بہرام ہے خم
آتشین ہے یہ رہ سخت تو چوہین ہے قلم
کرد عاق سے کہ لے حلق انوار و ظلم

نورِ اقبال ہے اس کی جبین سے ساطع
ظلمتِ بخت یہ حصہ اعدائے ذرم

ایضاً قصیدہ مدحیہ

تاج کا کوئی یہ ست ہوس کر جیوت
جیتنا ہو جو سوارانِ سخن سے میدان
میں گو ہے یہ میدان بھی معنی میں لفظ
بی چکے گو کہ موصافِ سخن کو نوش

دو قصیدے جوئے مصحفی و انشا کے
سخت پھر سے جوئے قافیہ نامافوس
ذائقہ ہے تو فقط گرمی و بیباکی کا
ہمت فکر نے باز می جو کمر بہر جواب

پردہ شرم رخ شاہ معنی سے اُٹ
پھینکنا چاہیئے رہوار قلم کو سر پہ
اپنی اپنی ہو دم معرکہ پر ڈانٹ ڈپٹ
رہ گئی سانغ و بناؤست جو میں تلجھٹ
اکھول منہ بھر کے صراحی کو بے پیما غشت
داعی سکاڑج بین و لیکن ریلٹ
کچھ بھی کا ناہ گئی تیغ زبان ان کی اُچٹ
پر فصاحت سے یہ کہتے ہیں کہ چل دور ہو ہر
وئی گھبراہٹ

ہند سے روم تلک جتنے کہ ہیں شہزادے
 پانوں کتنوں کے گھسے مثل بنو سر بھڑے
 ناطقہ خانہ دولت ہے مرا نام صفت
 ملہم غیبی بھجیا تو میں آئی برے پاس
 وصف تو کرتا جو جس کلہیں اُسی کی ہوں صفت
 لے انور سے اُسی کے مری آنکھوں میں ہے نور
 صفِ ثرگان سے عیان پنجہ پُر نور کی شکل
 اُس کی جو راستی طبع وہی قدسیہ
 مصحفِ حق کو جو دیکھو تو نمایاں ہی شان
 کون وہ کلب علیخان بہادر ججاہ
 حاکم خلق نے تحصیل کی خوشبو کی لپٹ
 کیا شگفتہ ہے بہار چمنِ نزہت طبع
 بزمِ میں ز فرمہ حسن ہے یا نغمہ عشق
 شمع و پروانہ سے ہر شب وہ سُنا کرتا
 طرفہ محفل کر پئے رقصِ میان آتا
 واہ کیا قصر حکومت ہوا فیج اور وسیع
 فیضِ مقدم سے تو نگر فقرا ہوتے ہیں
 شیخ سید مغل افغان ہیں فراہم ہر صبح
 جزوِ مہر پنا دکھلے جو کبھی قلزمِ لطف
 دمِ بخشش اسے درکار ہیں فیروزِ موتی
 کس قدر نام ہے شیریں جو زبان پر آجائے

صُبحِ تاشام ہے اُنکارے در پر جگھٹ
 بادہ وصل کی پانی نہ کسی نے چھٹ
 میں کہیں ہوں تو مکان جائے زوسیم سے پٹ
 ہو کر ان تھک جو آنا ابھی جاؤں میں پٹ
 دیکھ اعضا کو ذرا پردہ غفلت کو اُلٹ
 خلقِ اُنکارے گیسو میں ہے خوشبو کی لپٹ
 عزمِ اُنکارے می شاہین نگہ کی ہے جھپٹ
 دامنِ فیض کا لٹکاؤ مری زلف کی لٹ
 کعبہ دل کو جو دیکھو تو اُسی کی جو جھٹ
 دیتے ہیں جسکو ملک عالم بالا کی رہ
 کر لیا ساسے گلستان کا علاقہ کورٹ
 سانسے جسکے گلِ دلالہ ہیں کوڑا کرکٹ
 انھیں لوگوں کا رہا کرتا ہے اکثر جگھٹ
 لن ترانی کا ترانہ آرنی کی تروٹ
 سر پہ طاؤس چمن کھ کے کنھیا کا لٹ
 جسکے دروازے ہیں جرات و ہمت دو پٹ
 منتِ خفتہ کو جگاتی ہو قدم کی آہٹ
 کعبہ ان چار مصلوٹوں سے ہر اُسکی جو جھٹ
 بڑھ کے کوثر چہر زمرم ہو اگر جائے سمٹ
 کہو نیسان سے کہ بحرین کا لکھ لے پر سر
 مٹھ میں بیمار کے باقی نہ رہے کڑوا ہر

جلوہ گرم دم شہم و صدفِ مرگان یہ صاف
 پھیر کر آنکھ کے آنکھیں ہیں گس کی پھٹی
 چوڑی چوڑی چمن رُخ میں جو آجائے گھا
 و صدف کھلے لب شیریں کا جو کوئی کا تب
 بڑھ کے گلبرگ سے بھی وہ کفِ رنگین نازک
 آرزو مہر کو مشرق سے نکل کر ہر صبح
 استخوانِ تن میں نہیں ایک یہ ہوتا تھا گماں
 لس طرح ہونہ گلا کیفِ حُسن سے مست
 سینہ آئینہ شفاف شکم چشمہ حُسن
 شورِ خفاں سُنائے جو روان ہو دو گام
 غرض اس شکل کی معشوقہ کیا جسکا بیان
 شوقِ دل نے یہ کہا مست ہے یہ برسرِ سی
 ہاتھ دامن پہ پڑا تھا کہ وہ پیچھے سر کی
 چوٹ سی دل پہ لگی ہاتھ گیا جب خالی
 ہنس کے ظاہر میں کہا وہ سی ٹھنڈی گرمی
 چپ رہی پہلے کہا تو یہ کہا دیر کے بعد
 ہوش میں آؤ ذرا خیر ہے کیسا بے مزاج
 میں ہوں جسکی ہوس میں ہیں نہار و نہانی
 زہرہ بالائے فلک کٹتے شمشیر نگاہ
 مرغِ دل سیکڑوں شہبازِ نظر کے ہیں شکار
 ذوقِ وصلت میں ہجے گور کنارے کتنے

خوڑی تھی ہے درِ خلد پہ کھولے ہوئے کپڑ
 دھن تنگ سے ٹھہر کہ ہے غنچہ مکھ بھٹ
 زلف مشکین کی رسن باندھے مشکین جھٹ پٹ
 صفحے سے صفحہ عذوبت کے سبب جلے چھٹ
 پنچے لیں انگلیوں کی کیوں نہ بلائیں چٹ چٹ
 کہیں جوشن کی طرح جاؤں میں بازو سے لپٹ
 زماہٹ

بی ہے نشے میں صراحی کی صراحی غٹ غٹ
 موج دریاے لطافت شکم صاف کی بہ
 مڑے اٹھ بٹھین تہِ خاک یہ ہو گھبراہٹ
 نظر آئی تو عجب جی کو ہوئی لچا ہٹ
 عشق چھپے کی طرح جائے مستی میں لپٹ
 سر قدم تک بھی پوچھا کہ کئی دُور وہ ہٹ
 تازیانے سے نہیں کم وہ پڑے تیغ جو پٹ
 آپ ہی لطف و کرم آپ ہی یہ جھنجھلاہٹ
 تھی ملاقات کہاں کی کہ یہ تیزی جھٹ پٹ
 خفقاں سے تو طبیعت میں نہیں گھبراہٹ
 سیکڑوں مر گئے تھی جب کو مرے نام کی رٹ
 حلقِ مرج کو پھانسی ہے مرنی لف کی لٹ
 خال وہ انغسیہ ہے کہ کھجے کیے چہ
 شوقِ دیدار میں کتنوں کی گئی آنکھ اٹ

و سعتِ طبع جو وسعت کا سنائے فرمان
عاجزون کو جو ملے عدل سے تیرے قوت
سکہ شمس و قمر میں جو کہیں نقش نہیں
تا رہے اس پہ تری راے منور کا چراغ
سب رئیسوں سے ریاست ہے تری بالا تر
حُسن وہ جلے اگر قاف میں کھنجر تصویر
چیں آتا نہیں جب تک کہ عروس دولت
کیون مشتاقِ نیاز نہ ہو کہ ہے حُسنِ شباب
تجھ کو ساقی سے سائے صاف ملی روزِ ازل
تھام کھینچ اگر تیری اعانت کے ستون
ہیں پھٹکتی مین چٹیلے یہ ترے ارض و سما
خلق سے کیون نہ مٹے ہوا زمانے کا دماغ
علم وہ جسکو دقات ہیں کتب کے آسان
ہے یہاں تذکرہ معنی و تفسیر و حدیث
تجھ سے ہمسرا دشمن ہونے والا کی قدرت
فیل گردون کرے وہ دون کو مسلکِ پال
کیا تری تیج کی تعریف میں ہوتیز زبان
آبادی میں وہ جو ہر نظر آتے ہیں یوں
پر یہ مضمون نہیں خوب یہ تشبیہ ہے ٹھیک
کھنچ گئی معرکہ جنگ میں جب میانِ سودہ
یکے نے میں صفِ اعدا کو کیا دو ٹکڑے۔

ہو ہر اک قطرے میں دنیا سے سوا پھیلاوٹ
شیر کو درے لگائے شکم کاؤ کی بیٹ
کر دیا کیا تری چٹکی نے مسل کر سلپٹ
بن کے چوبِ شجر طور سے آئی ڈیوٹ
معتبر جیسے ہے اخبار میں اخبارِ رگڑٹ
جتنی پران ہیں ہلین تیری بلائیں جیچٹ
دیکھ لیتی نہیں یہ چہرہ اٹھا کر گھونگھٹ
کیا مزہ دیتا ہے میوے میں جو ہو گدراہٹ
آگے خسروِ حشید تو پائی تلچٹ
ہوا بھی حصنِ فلک گر کے زمین پر جو پٹ
سر کی چوٹ افسے نہ رکتی ہونے لے بانٹ
مُشکٹانے سے سوا سیمین ہو خوشبو کی لپٹ
کوئی شکل نہیں ایسی کہ وہ جاتی نہیں کٹ
اہلِ منطق سے کھولائے کہاں کا جھنجھٹ
زاغِ بلبل سے مقابل ہو ہما سے کھوسٹ
سیار سنگی اُسے دے لاکے جو گیدڑ پا کھٹ
خوف ہنگامِ سخن ہے کہ کہیں جلے نہ کٹ
جس طرح بیٹھ رہے جام میں موم کے تلچٹ
برجِ آبی میں ستاروں نے کیا ہو جگھٹ
روصیں پایسو کی ہوئیں جج سمجھ کر ٹنگھٹ
سیکڑوں بار چلی پر نہ پڑی یہ کبھی پٹ

رزم میں لیتا ہے بندوق کا تو تابی نام
 اسی سجون سے طبیعت نے بناشت پائی
 عدل وہ ہے کہ زمانے میں نہیں بوئے فساد
 در دولت ہے عجب فیض کی چو پڑ کہ جہان
 آگے ہمت کے ہے یہ دولت دنیا کیا مال
 دی عجب پنجہ و بازو میں خدا نے طاقت
 کمور تم سے کہ کیا جان کے منھ چڑھتا ہے
 نگہ قہر کے سنگد لون کو چو رنگ
 اکب عدد کو ہے چہ سبقی قسمت سے نجات
 برق جا کر جو جلاتی ہے عدو کے خرمن
 زشت کیا دشمن کا فرہ ہے کہ ہے انکی جگہ
 اس جگہ سے میں کروں ہو کے مخاطب تعریف
 غائبانہ ہے اگر نصف خطابی بھی ہو نصف
 میں ترے باب حکومت کے دو عالم دوپٹ مطلع
 تب بنی اس سے ترے خاک قدم کی کسیر
 کیا ترے قہر کا دایہ تماشے کی جگہ
 ہر کہاں رہی ہے ہوا دار کی صورت میں بری
 زیر فرمان رہے ہر دم جس کے تو وہ کہے
 حق تو یہ ہے کہ ترے قبضہ قدرت کے سوا
 جس کا تو دوست ہوا اُس نے خسرانہ پایا
 حکم تنگی دہن تنگ سے جائے جو محل

بزم میں طوطی مینا کو اُسی کی ہے رٹ
 دل کی اس عزیزیانی سے گئی گھبراہٹ
 ہوتی تنگ جو پچھلیوں میں کبھی ہو کھٹ پٹ
 کبھی پڑا نہیں پانسا کسی تقدیر کا پٹ
 لعل و گوہر کو سمجھتا ہے وہ کوڑا کرکٹ
 امتحان چاہے اگر کوئی تو بے کوہ الٹ
 یہ دھڑائی یہ دلیری یہ کلجا جوٹ
 یہ وہ شمشیر نہیں جائے جو یہ پتھر پہ اُچٹ
 آنکھیں دلاب میں سرسکا ہے چکر سے رہٹ
 بوٹا ہے وہیں اُس تیغ سے رعدا کے پٹ
 زلیست میں خانہ زندان پس مُردن مرگٹ
 چاہیے شاہد مہنی کی بدل دوں کروٹ
 ایکے وازے کی خاطر ہیں مناسب دوپٹ
 مل کے یہ چار کڑی ایک بنی ہے جو کھٹ
 چرخ نے ماہ کو شوق کر کے کیا جب سمٹ
 بچ کھاتے ہیں بگوسے کہ قلا کرتے ہیں نہٹ
 سخت جم لے کے یہ پرفو کا جلا ہے جگھٹ
 زل دُنیا کو مناسب نہیں اب تریاہٹ
 مال جو غیر کے قبضے میں ہے وہ ہے تلپٹ
 خط لکھا جس کو اُسی شخص کی ہنڈی گئی پٹ
 سارا آفاق ہو ذرہ یہ زمین جائے مٹ

قصیدہ دیگر

فصل گل آئی ہوا گلزارِ جنت بوستان
 ہر طرف گلہائے زنگارِ نگ گلشن میں کھلے
 خم نہیں شاخیں نہ خستہ کی ہوا سے خاک پر
 اقم باذن اللہ کستی آئی گلشن میں بہار
 جھوم کر آیا ہے ابر کو ہساری باغ میں
 لالہ کہتا ہے کہ لعل موسیٰ ہیں اگر دیکھ لیں
 جھوٹا مستونگی صورت ہے درختوں کا بجا
 لالہ احمر نے یا قوتی کی ڈیا کی درست
 دار بست تاک میں خوشے نفر آنے لگے
 سیر غنچہ کیوں نہ سجد ہو زرِ گلُ بشمار
 ہر روش پر میخی ہے بزار بنکر خرّمی
 فیض شبنم نے دیئے اشجار کو آبی لباس
 نوع و سان چمن کو ہے جو اہر کا جو شوق
 یوں جو خوش میں ہوتے ہر نہال سایہ دار
 ہے مبارک خال کوئی ہونے والی ہو خوشی
 جان بھونین پڑی زندہ ہوئی خال چمن
 قمر تون کا قول ہے ہم ہیں طیورِ باغِ خلد
 صحن گلشن میں نزاکت نے جمایا ہریرنگ
 ہو بلند فی درازی اسقدر ہر شلخ میں

بڑھئے ضلوع سے ہواں زون و مارغ باغبان
 جیسے صبح عید کجا ہوں حسینانِ جہان
 کر ہے ہن سجدہ شکر خلدے انس و جان
 جی اٹھے جو ہو گئے تھے مردہ دل وقتِ خزان
 قص میں ہن ہر روش طائوس ہو کر شادمان
 صاف جلوہ ہو چرخِ طور کا بھڑ سے عیان
 نگہ گل میں بھی ہو کیف شرابِ ارغوان
 ز گس شہلائے رکمتی محفوشی کی دُکان
 جس طرح ٹھہرٹ ستاروں کا فرازِ آسمان
 رکھتی ہے اکسیر کی بوٹی بہارِ بوستان
 جس طرف دیکھو کھلی ہے سہرِ غل کی دُکان
 برین ہے مردم گیا کے جامہ آبِ روان
 نیچے فیروزہ آیا ہے چمن میں آسمان
 ہو خرامانِ جسطرح کوئی حسین دامنِ کشان
 ہر چراغِ لالہ جو شِ رنگ سے ہے گلفشان
 ہے دم جان بخشِ حلیٰ یا نسیم بوستان
 سر دکھتا ہے کہ میں ہوں طوبیٰ باغِ جنان
 مرغِ بوکا آشیان ہو شاخِ گلبن پر کہاں
 ہے محیطِ مشرق و مغرب برنگِ گلستان

حصن تن کے لینے ہو چال قیامت اسکی
 پاٹ کر لاشوں سے میدان کو لیتی ہے جوم
 جسکونکے وہ کبھی جان نہ چھوڑے اسکی
 وصف رہا رسبکہ و کا کرے کیا کوئی
 شبِ متاب سے کم ٹھہرہ نہیں اندھیاری
 دامن شاہد کنعاں ہو ہر اک دامن زین
 شرق سے غرب میں پھر غرب آئے سوئے شرق
 وقت فنا کبھی رہر و خفت کی طرح
 ورق گنجد سان ساتھ پھرین لیل و نہا
 ایک ہی تاپ میں ہو جائیں دو عالم برہم
 فیل خرطوم میں بیکر جو زمین کو پھینکا
 دم رفتار سے خضر بھی دیکھیں تو کہیں
 زور سازو رہے کچھ پانوں میں اسکے جو پڑے
 لکڑہ سے کیونکر ہو تمشل اس کا
 ہے کشادہ دہن اس کا کہ درباغ ارم
 س جسامت پہ کہ ہے صورت اندیشہ جسم
 لیلۃ القدر رکھ اے نام قصیدے کا آئینہ
 ملک و دولت کی ترقی ہو انہی ہر روز
 حل ہوں مہر و کھ کے ہاتھوں سے ثنات جہان

ایک ٹھوکر میں ہے یہ قلم نہ در جو پٹ
 ملک الموت سے کہتی ہے کہ بول آکے رپٹ
 ہو پیر چشمہ حیوان تو کہے دور ہو پٹ
 چال دلدل کی توبہ رخس کی صورت جھوٹ
 بلکہ ریبا ہے اگر کہتے دلہن کا گھونگھٹ
 سر پہ کفنی کہ کنٹیا کا ہے یہ مور نکٹ
 دم میں سو بار جو راکب اسے پھینکے سر پہ
 ہونہ راکب کو خیر راہ سفیر جائے کٹ
 گشت کے وقت کرے یہ جوالٹ اور لپٹ
 ملے چودہ طبق ارض و سما ہوں غٹ پٹ
 آندھی آجائے سیہ جائے فلک گردین آٹ
 دست صحر سے گیا پردہ ظلمات سمت
 عرش آئے ابھی رنجیر کے ہمراہ گھٹ
 پانوں رکھ ہے یہ اگر گاؤں میں لے کر وہ
 دونوں ندان ہیں کہ موتی کے ہن گویا دو پٹ
 چشم سوزن سے نکلائے اگر جائے سمت
 کہ یہ خامس سے کہ مصروف دعا ہو جھٹ پٹ
 سجدہ گہ سائے زمانے کی ہے یہ جو کھٹ
 در دولت پہ رہے اہل غرض کا جگھٹ

نفس چند جو باقی ہوں مری زیست کے بھی
 انہیں قدموں کے تلے جائیں بڑے لطف سے کٹ

مطلع ثانی

گرد پھر پھر کرفلہ ہوتے ہیں سلاوَن آسمان
 جتلاؤ وہ سر جو ہو صرف سجد آستان
 اے خوشا کثوب پھر جسکی طرف کسی عنان
 آفریں اُسکو جو روزِ شب ہوا سکاں حِوان
 ہر وہی سینہ جو سین اُسکی آفت کماکان
 اعلیٰ بین حاتم عدل میں نوشیروان
 روبرو اُسکے فلاطون عامی کج زبَان
 شوکتِ اقبال کو دیکھے سکند ہے کہاں
 افعیٰ ایسا شیرِ نفول کہاں ہے قدردان
 حق یہ ہے محنت نہیں جالی سیلی راگمان
 جیسے مسجد میں مصلیٰ آتے ہیں مُنکر اذان
 ڈھونڈتے تھے موسمِ طفلی سے بختِ جوان
 صاف آتے ہیں نظر اشکال اسرارِ مہناں
 سب ہیں خالی دریا اُسکے جمع ہو سارا جہاں
 تھا سفینہ آرزو سے خلق کا ہے بادیاں
 جیسے نخل تازہ اعجازِ نبی سے استخوان
 خوف کھائے ہوا آتش سنگ آہن میں نسان
 ابلق ایام کی ہر دستِ قدرت میں عنان
 پہلوانوں سے کچھ سکتی تھی جو بطلِ کمان
 ہے عصلے پر تھمڑِ طفلِ شمشیرِ جوان

استحمت میں ہر جو یہ خوشید کتاے جان
 خیزاؤہ چشم ہو جسکو قد مبوسی نصیب
 خوشاؤہ سر زمین جابین جو بطرِ کتہ قدم
 مر جہا اُسکو جو صبح و شام ہے اُسکا مطبع
 سہد ہی ل حسین ہو اُسکی محبت کا مقام
 رستمی میں شکرِ رستم زور میں افراسیاب
 طفلِ مکتب ہو اربطو وہ چاکِ درسِ علم
 شانِ دارانی کرے نظارہ دارا سے گہو
 فی الحقیقت ختم ہے اُس پر رعایا پروری
 دستگیری کی ضعیفوں کی قوی بازو ہوئے
 شہرِ شش سے خلقت ہے در دولتِ جمع
 آگے اُسکے سامنے مقصود کو پہنچے وہ پیر
 قلب و شن ہے وہ آئینہ جسمیں مثلِ کس
 شہرِ گلشن بتکہہ میخانہ مسجدِ خانقاہ
 دارِ امنِ لطفِ کرم جب تک تھا اُسکا دراز
 خال کو اُسکی نگاہ مہر کر دیتی ہے زرا
 عہدِ نصفِ مہد میں ہر کُش نظر آتے نہیں
 جس طرف چاہے اُسے پھیرے اُسے ہو اختیار
 زور بازو سے توانا سے کبادہ ہو گئی
 ہمتِ عالی سے ہیں لہاے عالمِ مظہر

پائے گرسورج ٹکھی کے سایہ میں تجھڑی جگہ
چودھوین کا چاند ہو جو چاندنی کا پھول ہے
سیر کو جو گئے اُسکا ناف آہو ہوشام
یدہ بیدار نرگس کا تو کیا مذکور ہے
ہے تبسم غنچہ گل کا کہ تیغ آبدار
جس طرف دیکھو زر گل باغ میں انبار ہو
غنچہ و سوسن سے کیا ہوشکار احسان بہار
اسقدر جو شطراوت ہو عجب کیا ہے اگر
قطرہ خون کے عوض کلین گل یا فوٹ لعل
ہو عجب فیض ہوا بیکان کے غنچے کھل گئے
مصر کا بازار کیئے باغ کے بازار کو
مومن و کافر سے کمد و آئین سب گلزار میں
جسکی کرتے ہیں پرستش جسکی کرتے ہیں طلب
آئینہ خانہ ہو گلشن آئینہ ہے برگ برگ
اگرچہ صحن باغ میں ہر سال آتی ہے بہار
ہو سبب اسکا کہ ان مژون ہوا مست نشین
منج جو دو سخاوت معدن لطف و کرم
تخاب صنع حق عالی نسب لا حسب
نام نامی وہ کہ ہو رب کے نگین دل پہ نقش

بھول جائے مہر جنس مثل قطب آسمان
جاد رہتا ہے ہر فرش فضاے بوستان
گیسوئے مشکین سنبل لبکہ ہے صبر فشان
خواب میں کرتا ہے سیر سیر گلزار حبان
لوک کی لیتے ہیں کٹے یا چھوٹے تین رنان
شکل قرارہ اگلتی ہو زمین گنج نہان
وہ زبان بیدہن ہے یہ دہان بیزبان
یاسیں پیدا کرین گردن زمین میں استخوان
نشر فضا و اگر کھوے رگ سنگ گران
تر ہے چوب خشک ناوک و درشلخ کمان
گل ہو یوسف گردن سے بلبلوں کا روان
عمر کرتے ہیں عبث و دیر و حرم میں راگان
ان کا لون میں ہو پوشیدہ نہان ہر عیان
جلوہ گر ہے ہر طرف رنگ بہار بخزان
اور آتا ہے نظر رنگے میں و آسمان
سر و گلزار ریاست صاحب بخت جوان
ماہ و برج چرخ قدرت مرا وچ کن فکان
روح جسم انش و جان فخر زمین و آسمان
نامور کلب علیخان بہادر نوجوان

ش کے وصف پاک کا دل نے ارادہ جب کیا
بے محکف آگیا مطلع یہ بالائے زبان

ابرو و مژگان کے آگے سرکشی کس کی چلے
 دونوں آنکھیں کھولیں جسے سعادت کی پھول
 جاہتا ہے غمخ تو صیف و ہن پر کیا کرے
 کیا قد و رخسار سے تیرے مقابل ہو سکیں
 ساعدہ سین کو کوئی شمع سے دے کیا مثال
 مہر و مہ کو ہو قد موسیٰ کا ایسا اشتیاق
 جس میں مجھے سوا وہ ماہ کنعان کو کہیں
 تیرے آگے کوسلے کوئی حسین کیونکر کلام
 کیا ہوا تو زمین پر ہو فلک پر آفتاب
 کستہ دریا تری دریا دلی کا ہے وسیع
 کو ن ظلم میں جلال پاک پر عاشق نہیں
 حکم حکم وہ کہ جس سے ملک ہو رونق پذیر
 رزق تو نے یہ نقد سب اہل عالم کو دیا
 حتیٰ جو پہنوزق خور تیری کسی جاوہ نہیں
 ہو گئے منعم جلاتے ہیں وہ اب بحر میں عود
 کوئی عالی منزلت تجھ سے ملنے میں نہیں
 ہے عجب تیری سیاحت کی مسجد جانفزا
 خلق پر وہ مہربان ہو خلق تیری خیر خواہ
 جو ترا دشمن کہ کرتا ہے عداوت بجز
 کچھ نہیں تعزیر کی حاجت کہ ملنے کی طرح
 شامت اعمال سے جتنا ہے نار قمر میں

ق

جھمک گئی ہر تیرے پر غم تیرے شکل کسان
 مشتری و زہرہ کا گویا نظر آیا قرآن
 نطق ہو سکتا نہیں جب پھول جاتی ہر زبان
 گل گریزان مثل بوہر سر دہے سرور و ان
 یہ سراپا مغرب ہے اور وہ سراپا مستحوان
 سر جھمکاتے ہیں میں پر یانوں پر تیرا جہان
 کھول کر بیٹھے ہیں جو ایمان فروشی کی دکان
 خال لب اسکا ہو خجست کے سبب تہرمان
 وہ شبک پلہ سے تیری جس صورت کا گران
 مثل نیلوفر فطر آتا ہے جس میں آسمان
 مال و زر منعم فلا کرتے ہیں غفلت نقد جان
 باغ کو اتار سہ کرتا ہے جیسے باغبان
 اٹھ کھینچ ساری زراعتیں جو باہم پہر نان
 آسپا کرتی نہیں اب وہ زمین کا فسان
 تھا غنیمت جن غریب کو فستان کا دھوان
 جہنم ہنم ہو ترا یوازی حل ہو باسبان
 صبح آٹھ کر مرغ سیم اسد دیتا ہے اذان
 تجھ میں خلق اللہ میں گویا خدا ہے دربان
 مثل شیطان ہو وہ مردود دخلے انس و جان
 پس ڈال گئی اسے خود اسکیا لے آسمان
 تیرہ بجی اسکی ہوا اس کو جہنم کا دھوان

ذکر خط کیا خط پیشانی کو پڑھ لین کم سوا
 کیا ہے شمع لستے روشن کی بجلی ہر
 بزم عالی روضہ جنت سے ہرگز کم نہیں
 ہو جسے جس چیز کی خواہش ہے اس بنم میں
 حکم ہے عالی دماغی کاشستان میں ہی
 ہے رواج شرع ایسا عہد نصفت مہدین
 دست و پا کم کردہ مہبت سے فقط مطرب نہیں
 بتکرے تھے جس جگہ اسجاہنی بہن مسجدین
 علم زمہستی سے ایسی رسم انداز اٹھ گئی
 نہ فرائض کے تصدق میں نہ منہ کام صبح
 دیدہ انصاف سے دیکھو تو باغ و دھرمین
 اور اک مطلع سناؤں جسکا مضمون ہو صحیح

ہر کس چشم لچا میں جو خاک آستان
 جب زبان بھی نہ شمع طور کا جو ہر زبان

و بجز ۱

دعوت سے گر عاشق تویان شوق پائے دان
 نکست گل بن کے نکست شمع محفل کا دکھوان
 پوست کینچا جائے موی کھینچے اگر پیر منان
 تباہے ہن تن میں پوست ہو یا استخوان
 جسکے ناؤں سے بکتے تھے وہیں ہر اب اذان
 خارہن جزوقن ماہی بجائے استخوان
 پھر گل حشر شید میں ہو کون سٹلخ زعفران
 بے بہار اسکی عنایت قہرے اسکا خزان
 کوئی سمجھے یا نہ سمجھے ہے یقین کیسا گمان

مطلع ثالث

نابغ حکم معلّم ہیں زمین و آسمان
 ہر سجدہ جس جگہ جھکتا ہے فرق فرقان
 دے لیے انجم کے قطع جب بارے تھان
 گو کہ تصویریں نہراؤں ہیں تع ہے جہان
 یہ وہ گلشن ہے کہ خود جسکا خد ہے باغبان
 دل ہے دریا فوف عالی طبع صافی نکتہ دان
 شمع کی صورت فقط کہنے کو رکھتے ہر زبان
 ایک صفحہ ہو گلستان دوسرا ہو بوستان

تیری ماضی کے موافق کیوں نہ ہو دور جہان
 آستان تیرے اے عالی مکان ہ آستان
 کاتب قدرت کے تب تیرا خط مہستی لکھا
 کافیت کے کوئی کھینچی نہیں ایسی شبیر
 آنکھیں زر گس سر و قد زخار گل غنودہن
 دیدہ حق میں ملے ہیں مجھ کو گوش خوش
 وصف خروشن بایانے بھی ہو کتانیں
 دونوں زخار و کئی لکھیں ہم جو کاغذ بر صفت

اس قدر مست و محسن کہ سر سے سر دوش
 آئینہ آتا ہر حق
 شانہ و آئینہ ہیں بسکہ صاحب دون
 آئینہ خانہ سے کہتا ہے کہ سر چہ نہ بہت
 کچھ مجھ کو کہ چمکے گو کہ ہے زانو پہ مری
 مرتبہ جو ہے مر تھکودہ جاہل ہو کہاں
 کونسی بزم میں ہوتی نہیں حاجت میری
 آبداری کام سے سامنے دعویٰ جو کرے
 یمن ہے اہل جہان کو مرانظارہ رخ
 صافی قلب سے پایا ہے یہ رتبہ میں لے
 اب زمان بھگوان نہیں ہو کسی مہمان سے عزیز
 نہیں کہتا ہوں لگی حال بدو نیک میں کچھ
 مجھ سے بھی عقدہ نیز نگ جہان کھلتا ہے
 بزم عالم میں فقط وجہ سے میری باتک
 مجلس خاص بتی میں مکتی سائی میری
 وہ صفائی مجھے حاصل ہو کہ ہر دل ہوں عزیز
 ہاتھ سے در دولت نہ کسیدم چھوٹا
 ہل نیم کی آنکھوں میں بھی ہو قدر مری
 بولتا ہے مری تائید سے طوطی اسکا
 خاکساری ہوا ان اوصاف پہ مجھ میں ایسی
 ایک تو ہے کہ نہیں نیم میں تانا نام کو نور

زباں دل کے دو پہ نہیں اتنی بھی خبر
 بنے ہیں گیسو و رخ کرتے ہیں جو بن نظر
 ایک سلیک نے باندھی ہو رقابت بنگر
 منہ کی کھائے نہ کہیں چاک نہ تیرا ہو جگر
 ہجرت حسن سے مرے کب طرح ہو خوش شاد
 صفائی طینت ہوں صفائی کلمہ مجھ میں جو ہر
 خانہ بردوش ہوں پردلین ایرو نکے ہے
 روہر و صاحب انصاف کے جھوٹا ہو گرا
 دیکھتے ہیں مجھے جب دیکھتے ہیں ماہ صفر
 چاندی سونے کا دیپا ہے مجھے اللہ نے آ
 دشمن دوست کے منہ پر ہے کشادہ مژدہ
 صاف کہہ دیتا ہوں آتا ہے جو کچھ پیش نظر
 جم کو دیتا ہے اگر جامہ ملنے کی خبر
 نام روشن ہے چہ راغ بخدا اسکندر
 ابتلا سے مرے طالع کا ہے روشن اختر
 جتنے اصحاب تھے رکھتے تھے مجھے پیش نظر
 اہل دولت ہی کے زانو پہ ہوئی عمر بسر
 ہوں کبھی مشتری و زہرہ کبھی شمس و مقرر
 در نہ طوطی میں کہاں ہو کوئی سرخاب کبر
 غارہ چہرہ نہیں اور بجز خاکستر
 عل آسار سے طالع کا سیہ ہے اختر

کون ہی تجھ کو دلاور میدانِ روضہ جنگ
 تیغ تیرے ہاتھ میں وہ برقِ آتش بار ہے
 چشمِ غزالیل سے جو ہر نہیں کچھ اس میں کم
 دشمنوں کے سرگراتی ہے تو سی شمشیر یوں
 رعنہ ہے مرج کے تن میں سُرخ خورشید زرد
 حشر پر پاؤں جنگ میں جسدِ مکرے آواز تیغ
 کس طرح دم میں سرگردن کا جھکرا چکے بجائے
 غیر جیوے ناشتے جب موت کا آیا پیام
 جانِ دشمن خاکِ نیزے کی سناں سج رہے
 تیزی اس پر سکروائے کو نہ کر عقل میں
 ہاتھ راکب کا جو ہل جائے یہ ہو صرصر قدم
 مہر پہنچے کہاں سے چھوٹ کر جنگ کہ تیر
 آکا جاول سخن اب ہے مناسب اخصا
 جب تک روشن ہیں افلاک پر خورشید و ماہ
 جب تک ہوسنگ سے پیدائشِ باوتِ وصل
 مثل گلِ اجاب تیرے اس چمن میں سُرخ و

وحِ رستم مانگتی ہو آج تک جس سے امان
 جھکالو ہا مانگتے ہیں سب شجاعانِ جہان
 ہو طاق موت کا بینک یہ تیغِ خونچکان
 نخل سے جھڑنے ہیں پتے جیسے ہنگامِ خزان
 رنگِ دہشت سے بدلتا ہو وہ ترکِ آسمان
 صورِ سرفیل اور اگر طلبے ہاں میں ہاں
 جب دم اس تیغ کا منہل حکم ہو درمیان
 ہے در ملکِ عدم گویا کہ بھینچے میں کمان
 ہے دم بجا زبانِ اثرِ درآتش نشان
 تنگ ہو ہنگامِ جولانِ عرصہ کون مکان
 نازِ زانیے سے نہیں کم اس کو تحریکِ عنان
 دو کرے یہ رنجِ مسکون شجرتِ ہفت آمان
 کس سے ہو سکتا ہے اوصافِ مثلی کا بیان
 جب تک گردشِ کسے رونے میں آسمان
 جب تک شانِ غنیمتِ غنیمتِ گل ہوں غنیمتِ عیان
 رونے دشمن نہ دیارِ بحدتِ باو خزان

قصیدہ مدحیہ مشتملہ منظرہ شانہ و اکینہ

یزمِ عشرت میں ہوئے حُج حسینِ شکِ قمر
 بسے جاتے ہیں لباسِ اور مَرِ حُج زریور
 دست و پائی میں ہے حنا سرہ ہو نظرِ نظر
 بند انگلیاں کسے کسے زلفِ رسا تاجِ کمر

مردہ احوالِ تماشا کہ ہے ہنگامِ نظر
 صرف آرائشِ زینت ہیں حسنینِ جان
 بدھیاں بھولوں کی ہیں لبِ زلفِ ہر روش
 کرتیاں ہیں شکِ صاف پہ ادبِ ادبِ ادبِ

ہونہ حاصل شرف پیروری پیغیب
 جل شانہ جو جو تو صیف خدایا
 عیب میں جو ہے سب کجا آتا ہے ہنر
 سادہ و مخمور دیدہ و دہن و بدگوہر
 سخت جان تیرہ دون اصل جو تیری پتھر
 صاف عالم کی دورنگی ہے تجھ میں بھی اثر
 دعوے کیا سو نکو دیا کرتا ہے تو شام و صبح
 سادہ لوحی کے سوا تجھ میں نہیں کوئی ہنر
 شب تیرہن تجھے کچھ نہیں آتا ہے نظر
 نہ مٹے پر نہ مٹے بال پڑے دل میں اگر
 تھے جوان دونوں کے حامی نہیں ہوئی یہ خبر
 باز دلی رُف نے شانے کی حمایت نہ کر
 فوج شب بادشہ کیسے پڑھیں کی سپہ
 اک طرف شام ہوئی ایک طرف نور و صبح
 لشکر لالہ و گل جانبِ بوسے کے انور
 اب کوئی آن میں ہوتا ہے جہاں زیر و زبر
 صلح اس جنگ سے ہر ایک طرح بہتر
 صاحبِ حکم جو ہے ہر عدالت گستر
 منج جو دو سخا زیب دہ علم و ہنر
 خاک پا سُرُءِ بینائی چشمِ اختر
 ثنائی بھی زبان کے اوپر

صاحبِ ریش نہ جب تک کہ کرے شاہ کیشی
 اسین بھی غلط ہونے کا ہے عذر شرف
 تو نہ مانے تو نہ مانے بچے کیا پرواہ ہے
 سوچ تو دل میں قیام عیب میں تجھ میں کتنے
 سو جہاں خاک نہیں کو رولی سے تجھ کو
 رو برو اور ترا حال ہو غیبت میں کچھ اور
 چشمہ آفتاب ہرین ہے باطن میں کرباب
 خود نمائی کے سوا تجھ میں نہیں کچھ بھی صفت
 صاف ہیں ہیں لاس کہ شب کو رہی تو
 نہجے پر شب کے شکل جو ہو ذہن نشین
 قصہ کوتاہ زیادہ ہوئی دونوں میں جو بحث
 آئے کا تو رخ صاف طرندار ہوا
 لشکر روز تو زیرِ علم خسرو رخ
 اک طرف ماہ ہوا ایک طرف پر تو مہر

پیر گردون نے کہا طرفہ قیامت آئی
 بیچ میں پڑے کہا خوب نہیں ہو یہ فساد
 حق میں دونوں کے یہ اولیٰ ہو کہ پاس اس کے چلو
 کون وہ کلب علیخان بہادر نامی
 نقش پاتاج شرف بہر سر چرخ بلند
 فکر کی اسب سحلی میں جو میرے دل نے

یاد رہے جو بجر چاک دنی بے قیمت
یہاں ہوسیمون کا کو توڑین

ہاں عدو بزم ادب کا ہے

یہاں شہسے نکلتا نہیں ہرگز

بال یوں ٹھہرین تہے ٹوٹ کے مچھتا ہے
گر کر مری تیزی دندان سے ہوئی اور تری
کشمکش نے تری کانٹوں میں گھسیٹا ہو مجھے
سوز بانیں ہیں تہے ٹھہرین تو حال کیا ہو
اس لیاقت پہ یہ دعویٰ تجھے کیا مال ہو تو
کچھ بھی غیرت ہو تو بانی میں کہیں ڈوب کر
صاف صاف آئینے بزم کے کیا جبت کلام
اُٹھ گیا شانہ ملاست کا نشانہ ہو کر
ہمہ تن ہو کے زبان کہنے لگا یوں سر دست
رتبہ میر تجھے سلوم نہیں سُن مجھ سے
ہے حسنین رسائی تری گاہے گلہ ہے
رات دن خندہ شادی سے عیان ہر کانت
میری ہی شکل سے مقبول دل عالم ہے
کہتے ہیں پنچہ خرگان کو جو شانہ شاعر
ہے جو لبریز غسل شانہ زینور غسل
کی ہے تشدد نے پیدا جو شاہت میری
شانہ علاج کبھی شانہ شمشاد کبھی

چار پیسے کو جسے مول نہیں اہل ہنر
دانت دینے لگیں اپنی آلو شکستہ ہنر
میش جلے نہ تری ایک کرین ز پر وزیر
خشاںک ہو شلخ تو اس سے نہیں امید مگر
جس طرح شانہ ضحاک ہیں تھا سانپ کا گھر
جسین نے نہ لے پڑیں تیغ ہے وہ بے جوہر
ہلوون میں ہیں تہے خار ادھر ادھر
گنگ کی طرح سے خاموش ہو تو آٹھ پہر
کہ چڑھے لالہ رُخان سمن اندام کے
ایسی لت سے تو ہے خاک میں ملنا بہتر
غیر کے عیب سب اظہار کیے اپنے ہنر
موئے تن راست ہوئے تیر کی صورت کیسے
ٹھہرنا چاہیے عاقل کو عقلی سے حذر
مختصر ہے صفت عقدہ کشائی مجھ پر
کوچہ زلف میں میری ہے جگہ آٹھ پہر
اپنی تقدیر کو روٹا ہے تری آنکھ ہے تر
پنچہ مرجان کا ہو یا پنچہ خورشید سحر
اُسکو آنکھوں پہ جگہ دیتے ہیں ار باب نظر
اس عذوبت کا سب نام کا میرے ہوا اثر
لفظ اللہ میں شامل ہے وہ کر خوب نظر
شانہ میں کیئے ہیں فال تو پاتے ہیں طفر

گوشِ گلِ مین ابھی ہو جائے سماعت پیدا
 وہی حق مین ہو جسے اس بُخِ روشن کی ہرودید
 بھول کرے جو کوئی اُس درِ دنانِ کمال
 سایہ قد مین ہو آرام سے سب خلقِ جدا
 اسکی بخشش کی ہو جو ہو امین شامل
 اشت سے تیر جو چھوٹے تو ہوں نسیرِ نیکار
 اسکی ہستی سے ہوئی خلق مین پیدایشِ خلق
 ملکِ دانش مین ہو کیا جل کے یا جو ج کا دل
 تیغ ایسا سے ہو باند ہر ایک تیغ کا دم
 ہو شررِ موردِ آفت جو جلائے پنبہ
 حالِ احرام یہ ہے راے منور کے حضور
 بادہ لطف سے وہ جان دوبارہ پائے
 تیغ وہ تیغ کہ کہتے ہیں جسے برقِ اجل
 جنگ مین کرتی ہے یہ تیغ سپر دو ٹوٹے
 ہو جو اونچی تو کرے شیرِ فلک کو جو رنگ
 اس طرح جنگ مین سر تن گراتی ہے یہ تیغ
 دو ہی چالون مین کیا چار عناصر کو مطیع
 تیز وہ صورتِ خورشید ہو تو سن کہ جسے
 دامنِ زین نہیں اڑتے ہیں ہوا سے دمِ سیم
 تیز تر ماہی دریل سے میانِ دریا
 آبِ نرمی مین گرمی مین وہ آتش سے سوا

دیدہ ز گس شہلا کو ہو یا رے نظر
 وہی حافظ ہے جسے مصحفِ رب ہو ابر
 لعلِ آسائخ گوہر ہو خوشی سے اُحمر
 ہے علمدار کے ہمراہ یہ سارا لشکر
 تابشِ برق کی جا ابر سے ہو بارشِ زرد
 زمرِ مرغِ جدا ہو جو وہ کیچھے خنجر
 کہ چمکتا ہے کہیں رنگِ عرضِ بے جوہر
 قوتِ عقل سے کیچی ہے سدا سکندر
 تیرِ فرمان سے جوئے قطع ہر اک تیر کے پر
 شمعِ روشن جو بجھائے ہو معاتبِ صرصر
 جیسے ذراتِ زمین عاشقِ مہرِ انور
 عمر سے کش کا جو لبریز ہو ہوا ساغر
 قبلِ کفار کا جسمین ہے ازل سے جوہر
 جس طرح جرنج پر انگشتِ پیر سے قمر
 ہو جو بیچی تو کرے گا وز مین دو پیکر
 نخل سے گرتے ہیں جس طرح کہ آندھی مین رخ
 چار حلون مین مستخر ہوئے سا تو ن کشور
 باختر سے ہے طریقِ دو قدم تا خاور
 کسی طائر نے یہ پرواز کو کھولے شہر
 گرمِ رومِ مرغِ ہوا سے بھی ہوا کے اندر
 خاک سے اصلِ گر تیز ہو اسے بڑھکر

مطالع

حکم اسکا جو رے بیش حفاظت کی بہر
 جس میں نہ ہوا اسکی حفاظت کی چ
 بدو نہرے اسکے ہوز میں چشمہ جہر
 بحر خکتے ہیں جسے ہر دولت کی میں
 کاہ فر بہ اثر لطف سے ہو صورت کوہ
 دست ہمت نے یہ تقسیم کیا مال جہان
 یانوں جنگاہ میں رکھتے ہی عدد کی شکست
 ایک لشکر ہو مقابل تو نہ وہ ٹھہ موٹے
 صاحب علم جو ہیں مدرسہ عالم میں
 وہ کہ مہر جو فرمان قضا ہو جاری
 ذرہ سحرے عنایت کا ہے رنج مسکون
 صاحب تخت جو رکھتا ہے جدائی اُس سے
 ی کوئے لگین دیندار پرستش اسکی
 بخشش عام کی توصیف ہو دریا دریا
 فیض کتے ہیں اسے جس نے جو مانگا پایا
 سیکڑوں صف ہیں کس کس کا بیان کوئی کرے
 راے روشن نے جہان سایہ عالی ڈالا
 لوگ کتے ہیں کہے مہر کے پہلو میں ہلال
 دست ہمت مرے مدوح کے ہیں دو چشمے
 واہ جان بخش ہے کیا مجلس عالی کی ہوا

عزت میں سلطنت ہے پانی میں فکر
 شاخ آوہ ہو درختوں کے لیے برگ بزر
 شعلہ قہر سے اسکے ہو فلک خاکستر
 عرش کتے ہیں جسے لوگ وہ ہو کرسی نہر
 قہر سے کوہ پر گاہ کی صورت لاغر
 لعل کسار میں باقی ہیں نہ دریا میں گہر
 سرود روز و غا ہو علم فتح و ظفر
 دل جو سہراب کا رکھتا ہے نور ستم کا جگر
 سب وہ مشتاق ہیں فقط ذات معلیٰ مصد
 دستخط اسکے ہیں ظفر ابے مشورہ ظفر
 قطرہ دریائے لطافت کا ہو حین خضر
 مثل طاووس جدا سر سے ہے اسکے افسر
 بت جو سنگ در عالی سے تراشے آذر
 ہمت خاص کا آواز دے ہے کشور کشور
 کل دیے اُس نے زمین کو تو فلک کو اختر
 ایک شمع ہو کانب جو نکلے سو دفتر
 جرم خورد جہاں تاب ہوا حلقہ در
 تیغ ہوتی ہے کسی روز اگر زیب کم
 سکو کتے ہیں جو تسنیم تو اسکو کوثر
 لرب صحن گستان ہو اگر اسکا گنڈ

عجب فروش عجب روشنی عجب شب ماہ
 بزرگ ایک بغزو وقار صدر نشین
 خدا شناس خدا رس ادھر ادھر کچھ لوگ
 جو لوگ سامنے بیٹھے تھے سب صاحبِ علم
 یہ رنگ یکہ کے ایسا ہوا میں نے عجب سے نہ
 سلام کر کے ہوا میں شریک صف لیکن
 کمال مجھ کو پریشان مضطرب پا کر
 کہ ہے یہ صدر نشین پیر و مرشد عالم
 فراخ حوصلہ عبدالرشید مولانا
 یہ اس چپ جو میں بیٹھے ہوئے ملک صورت
 یہ روبرو جو ہے صف ان میں سب ہیں اہل کمال
 یہ ہیں ظہور سی و طغرا و عرفی و فیضی
 یہ شیخ سعدی ہے جس نے کہ چشم روشن کو
 منیر و ہیدل و آزاد و صائب و شوکت
 طلب ملے ہیں جو یہ لوگ اسکی وجہ ہے
 مرید ایک ہے اس مقتدا کا خاص الخاص
 مہینہ تاج و شہر مصطفیٰ آباد
 جناب کلب علیخان بہادر دیجاہ
 سحاب فیض غبار قدم ہے ہاتھ تو کیا
 صدامے ضربت شمشیر وہ کہ سکے جسے
 بلند مرتبہ ایسا کہ جسکے منہ میں

ہر ایک جھاڑ سے فوارہ نائے نور کا جوش
 ملک خصال فرشتہ جمال و خرقہ پوش
 زبان پہ ذکر خدا دل میں معرفت کا جوش
 وحید عصر فرید زمانہ صاحب ہوش
 کہ مجھے سب کوئی وارد ہو زعفرانی پوش
 ہوئے حواس سر اسیمہ صورت ہم ہوش
 کیا یہ مجھ سے مرے ہم نشین نے گوش گوش
 زمین ہونا ج سر آسمان تر پا پوش
 تمام اہل محارف ہیں جسکے حلقہ بگوش
 مرید خاص ہیں اسکے شراب عرفان نوش
 بغور دیکھ ذرا ان میں کھول دیدہ ہوش
 یہ ہیں نظامی و جامی جو بیٹھے ہیں ہم ہوش
 کیا ہو نظم گلستان کی بیت میں خس پوش
 غنی کلیم سوا انکے اور بھی ذی ہوش
 زرخن کسی کامل کا ہو گا زیور گوش
 وہ ست بادہ عرفان یہ پیر بادہ فروش
 مطیع شرع نبی متقی عبادت گوش
 جو اکٹھ اسکی ہو حق بین گو گوش عذر نوش
 جو کوس غم طغرموج جو درعد خروش
 اکٹھ ہوں کان ہنر رونکے صورت خروش
 طبق زمین کچھت خوان آسمان سر پوش

| | |
|--|--|
| گردش دیدہ را کب اسے چلنے میں عنان بس آ میر گئے نہ بڑھ روک عنان خامہ پانوں اس راہ میں قاصر ہیں سرخ رنگوں ہاتھ اٹھا بہر دُعا جلد کہ ہے وقت دعا جب تلک لالہ دُگل سے ہو گلستان کی بہار | تازیانہ دم رفتار اُسے تارِ نظر عذرِ تقصیر ہے لازم دم اظہارِ ہنر مرحِ مدوح حقیقت میں نہیں حد بشر دانش توں نے کیے دیر سے ابوابِ اثر جب تلک چرخ پہ ہے جلوہ خورشید و قمر |
|--|--|

نخلِ امید میں یارب گلِ مقصد بھولیں
مہرِ اقبالِ فردِ زندہ رہے تا بخش

قصیدہٴ مستحکمہ تقریر بطرِ تازہ و روشِ دلپذیر

| | |
|---|--|
| ہوا جو شاہدِ ماہِ آسمان پہ جلوہ فروش سوادِ شب میں نظر آئے اس طرح انجم وہ چاندنی کہ ہوا قلمِ ضیا مَوَاج نہ شورِ مردم بازارِ تھانہ بانگِ درا جوانِ ویر و خاندانہ روبرو | غریزِ بالہ بھرا گردِ کھول کر آغوش ٹپے ہون گردِ دینِ جسطرح طفلِ بازیگوش بسانِ رشتہ اندامِ رند ساغرِ نوش اکہیں کہیں جو رہا بھی تو پاسِ بانگِ خروش برنگِ صورتِ دیبا پڑے ہوئے خاموش |
| گلو سے ناطقہ میں برسہ سکوٹ کا طوق نماز پڑھ کے عشا کی جو میں نے خواب کیا جنگ رہا ہے بجھے کہ رہا ہے بھر سے یہ بات ہوئی ہے آج مُرتب وہ بزمِ اہلِ کمال حکیم و شاعر و نثار و عالم و فاضل | عذارِ سامعہ بینانِ زیرِ پردہ گوش تو بچھلی رات کو دیکھا کہ کوئی مثلِ سروش شتاب اٹھ کے روانہ ہو کھول دیدہ گوش کہ حسینِ جمع ہیں سب تیز طبع دریا جو ش صفینِ دست ہیں بیٹھے ہوئے ہیں دوشِ بدوش |
| طلب سے تیری بھی جلدی ہو دیکھ میں جھلک یہ مژدہ میں کچھ خوش خوش اٹھا روانہ ہوا ہوا جو داخلِ مغلِ عجب سمان دیکھا | نہے رسائیِ تقدیرِ چشم و طالع و گوش قباعامہ عبا کر کے زینتِ سروش دروکانِ تھا کہ کھولے ہوئے تھی حورِ آغوش |

کہ دولتِ ابدی پائے وہ نیاز فروش
یہ واقعہ ہے امیر اپنے شوق کا سر جوش
صحابہ جسکے ہیں روح القدس سے دوش
چراغ دولت علیا کبھی نہو خاموش

جو شر کا ہے مصنف اُسے کرے تفویض
اُٹھا جو نامہ رسان بزم ہو گئی برخاست
خداے پاک رسول کریم کا صدقہ
جہان ہمیشہ رہے اُسکی ذات سے روشن

رہوں رکابِ سعادت میں مین بھی فراغِ بال
مدام سر بکف دست و غاشیہ بردوش
قصیدہ شتلمیہ مضامین تغزیت

اکو کہ نیزہ مرگان کرے علمداری
وہ آئی آنکھوں میں طالع میں تجی جمیداری
کسی بیض پہ جس طرح رات ہو بجاری
کہ جانتا ہے سبب فخر کا دل آزاری
کے کہ نہ روان ہے جو اشک ہوں جاری
یہ شاہراہ شب دروزر ہتی ہے جاری
سمند عمر میں کشتی ہے تیز رفتاری
پہن سے آتی ہے شب جامہ عزاداری
نہیں ہے قلعہ آہن یہ چار دیواری
کیا ہے منشی تقدیر نے قلم جاری
یہ ہند بانی ہے شیوہ جگر خواری
جو ایک ڈوب چکا دوسرے کی ہو باری
لہان کمان کی بھلا ہو سکے خیرداری
ادھر لباس ادھر ہے کفن کی تیاری

سیاہ اشک کی آنکھوں نے کی ہوتیاری
ہجوم غم کا ہوا نیند ہو گئی پامال
نگاہ دل میں ہو یوں صورتِ جہان سیاہ
زمانہ آپ کو شاید حسین سمجھتا ہے
پڑیں جو داغ کسپیل میں بوستان سمجھے
عدم کو جلتے ہیں ہستی سے قافلے کیا کیا
ہر اک سوار ہے پادِ رکاب عالم میں
جو دن کو مرنے ہیں ہر شام انکے ماتم میں
اجل سے روح رہے تی ہیں کس طرح محفوظ
سجا ہے گرم کھری جو ایسی موت کی ہے
اُمید زال جہان سے عبث ہو الفت کی
اُٹھا ہے آبِ دم تیغ مرگ کا طوفان
ادھر تو تیرا دھرتی پہ تیغ پڑتی ہے
ادھر مکان بنا اُس طرف مزار کھدا

چمن میں ہر گل ترے فیض سے خندان
وہ نثر خدمتِ مرشد میں اُسے بھیجی ہو
نہیں ہو دیر پڑھی جائیگی کوئی دم میں
سنا یہ حال تو تصویر وار بیٹھا میں
جو ان فصیح بیان ایک ناگمان آیا
ملا جو اذن تو کھولی زبانِ سحر بیان
محل کے طفل مضامین زبانِ قاری سے
زبان کا قصد کہ جائے فلک پہ شود ثنا
کہا کسی نے خوشی میں کسی سے لانا تھ
اُٹھائے دستِ بانِ زیر اُسکے وصفِ فخر
اُچھل پڑے گلِ مضمون نو پہ فردوسی
کہیں وہ نثر نظامی کے نظم سے بہتر
بھرے ہوئے تھے ہوا میں جو لوگ نخواستے
وہ فرہمی نہ رہی تھیں کے وہ سخن سر سبز
خطا پسند ظہور سی خطا مقرر طعنا
کنانِ جلالِ جلال و شانِ بر خور دار
قتیل کس میں کہ کہنے وہ اپنی تیغ زبان
جو نثر ختم ہوئی خوش ہوا وہ صدہ نقین
ہوا خوشی میں جو دریائے رحمت تواج
جو بار پے کوئی پوچھے تو ایک سوار تیش
زیادہ اس پہ کیا تھوڑا عاصی دست

فلک پہ ماہ ہونے سے اُس کے حلقہ گوش
کہ نیش اہل حسد کو ہو منصفون کو ہو نوش
بنین کے کان جو اہر دم سماعت گوش
لنگ کے تکیہ دیوارِ مطمئن خاموش
یہ ہوئے کئی اجزا ورق ورق گلپوش
پڑھی وہ نثر مقفہ کہ سب کے اُڑ گئے ہوش
دکڑے دیدہ حساد میں مع پاؤں شش
پکارتا تھا یہ سینے میں دل بچش بچش
جو سر سے توڑے جھوٹے میں دوش سے دوش
زمین تو کیا نفس آسمان ہوا گل پوش
اُٹھایا لطف کہ جاتی بھی گر پڑے مدوش
بیان کے نور نے کی تیغ انور سی خاموش
یہ شکستے ہوئے لاغر کہ گھٹ گیا تن و نوش
دوا و دم کی ہے جیسے گیاہِ مرزِ خوش
وحیدِ فردِ غلط شوکت انگسار فروش
زبان گنگ تھی جو یائے گوشِ غدرِ نبوش
کہ ہے سخن کے قلم و دین ایک دست فروش
تنا و مدح میں گویا کیے لبِ خاموش
منگائی کشتی خلعت جو تھی جو اہل پوش
کہیں قبول کے اعداد جنکو صاحبِ خوش
دیا وہ حائل خط کو کہ جائے مثلِ سروش

مٹا ہے نام یہ علت کا دور میں تیرے
 ترا خیال جو مجنون کو دے نہ قوتِ دل
 رواجِ صدق کو مدت گزر گئی اتنی
 اکیا یہ دفعِ ضرر کو کہ تا کو چہ زخم
 نگاہِ لطف نے قوت یہ دی ہو صحت کو
 وہ رعب ہو جو یہ چھایا ہے قیامت تک
 وہ عدل ہو کہ کھنچے دار مو سے مگر کان پر
 بدونِ مین بھی یہ اثر اب ہو حسنِ نیکی کا
 عدو نے لذتِ دنیا میں مفت کھوئی جان
 جو وقتِ نزع بھی پانی ترا عدو مانگے
 پوچھ کے دیدہ دشمن مین در دکتا ہو
 خوشی یہ اُسکو ہوتی ہوئی کے کھیلنے میں فقط
 جو سرکشوں کی سزائیں یہ ہیں عجب کیا ہے
 نہیں یہ غارِ زمین نے جو کی ہے سز تابی
 رہی شدید یو ہیں مجرموں پہ گرتدید
 کسی دیار میں ہو سُد رہ جو حکم ترا
 دہن ہو خانہ زندان زبانِ شاعر کو
 حجابِ اَلین ابھی پائے موج پر چھالے
 یہ باغِ دہر میں خرمِ مردگی ہوئی پامال
 بجائے مرج جو عارض کی ہوئی ہر بار
 لکھے صفت کوئی شاعر جو طبعِ زمین

ق

سزا ہے جو کہیں ابر کو بھی آزاری
 نہ ہو سکے کبھی لیلے کی ناز برداری
 کہ چرخِ بھول گیا شیوہ ہائے عیاری
 نہ ہو سکا گزربوئے مشکِ تاناری
 چھپی ہے دیدہ نگس میں جا کے بیماری
 دہانِ صور سے نکلے صدا بُدشواری
 کرے جو نگس محبوبِ مردم آزاری
 بکین گناہ تو توبہ کرے خسِ بیداری
 گس کو شہد ہوا باعثِ گرفتاری
 زبان پہ اُسکے ہو پانی کی بوندِ جنگاری
 یہاں ہے مجھ کو سزا و مردم آزاری
 لمبو ہے رنگ تو ناسورِ چشمِ بیکاری
 کہ سروِ بید سے لے عاریتِ گونساری
 پڑے ہیں خمِ تری تیغِ قہر کے کاری
 یقین ہے چھوڑے ابلینِ زشتِ کرداری
 جگہ سے ہل نہ سکے پھر جو رسمِ جاری
 سخن جو رنگ کو پڑے سمجھ کے بیکاری
 مُضر جو اُسکی ہو ساحل کو تیز رفتاری
 خزانِ بہار تکائی تو بکے زہناری
 کہ ساتِ طرح سے قرآن کو پڑھتے ہیں قاری
 تو بیتِ بیت میں پھر خود بخود ہو گلکاری

سحر ہوئی ہو کھلا ہے سرا کا دروازہ
 وہ خوشخام ہوئے خاک جنگے ماتم میں
 وہ برق و شہ ہوئے آزار کھینچ کر مدد
 لحد میں اپنے پڑا بوجھ سیکڑن من کا
 زمین نے ایک جہان دام مکر میں کھینچا
 کمان فوج فریدون کی تھی جو آرایش
 کمان و عشق زلخا کمان وہ شاہی مصر
 کہو کہ آئین نہ اسکے فریب میں عاقل
 یہی حقیقت دُنیا ہے تو ہے کیا دُنیا
 ہوئی تھی جنگے لیے خلقت میں و زمان
 مسافر اس میں روانہ ہیں آنکھ بند کیئے
 رجب پڑتے ہیں دنیا میں حادثے و نرات
 مگر ہوائے خزان آجکل ہے ایسی گرم
 فسرہ ہو گئے دونوں گُلِ ریاض جہان
 یہ اک سال میں دو حادثے پڑے ایسا
 جہان میں کون ہو جسکو ہوا نہ یہ ماتم
 جگر یہ حضرت آقائے نامدار کا تھا
 جناب کلب علیخان سہادر دہلی
 لکھوا

مسافروں سے کو کوچ کی ہے تیاری
 زمین پہ سر کو پٹکتے ہیں کبک کساری
 کہ جنگی خاک پہ روتا ہے ابر آزاری
 کسی کی جن سے نہ ہوتی تھی ناز برداری
 لحد نہیں یہ ہے زمیں ہبہ عیاری
 کمان وہ تخت سلیمان کی تھی جو تیاری
 کمان وہ حضرت یوسف کی گرم بازاری
 کہ باغ سبز دکھاتا ہے چرخ زنگاری
 کسی سے کی نہ کرے گی کبھی وفاداری
 وہی جہان سے گئے پیش حضرت باری
 عدم کی راہ میں دیکھو ہے کتنی ہمواری
 نشست گور ہے آخر اٹھا کے سیاری
 کہ صحن باغ ہوا جامہ عزاداری
 بہت عمر کی ایک دم میں مٹ گئی ساری
 لاشک دیدہ شمس و قمر ہوئے جاری
 ہر ایک دل پہ پڑا زخم تیغ غم کاری
 کہ یہ داغ اٹھا کر جو مرضی باری
 کہ جس سے امن میں ہے خلقت خدا ساری
 شے جو اسکو تو نسیان کرے گھر باری

مطلع

بیت سے کہ نہیں سکتا ہے شیخ دل بھاری

یہ تیرے عہد میں رائج ہوئی شکی ساری

واہ رے نشوگلِ دلالہ اگر عکس پڑے

سخت حیلانِ ہون کہ دیوار کو دوں کس سے مثال
دستِ مرگان سے سنبھالے تھیں نگہ کو اکھیں

لالہ آتا تھا نظریوں پس دیوارِ چین

خطِ گلزار سے ہر گل پہ یہ مصرع تحریر

طوبی و سدہ کی شاخیں پے تسلیمِ بنِ خم

ہو یہ تاثیرِ نمو ہاتھ جو مجرم کے کسین

وقتِ نامیہ کا تھا یہ تعلق سے کلام

سبزہ کا بکشانِ غنچہ پر دین کیسا

اور شاخون کا تو کیا ذکر یہ ہے فیضِ نمو

خواب میں دیکھے اگر رُکِ فلک یا نکی بہار

کچھ بھی دکھلائے اگر بادِ بہاری نیزنگ

گلڑے بدلی کے نہ تھے ہندوے سو سچ کیلے

نوجوانِ چین دھوپ سے کیا گھبراتے

ہر روشِ سبزے پانِ عکسِ گلِ دلالہ نہ تھا

مور تھے رقص میں مصروفِ برنگِ لیل

سینے تانے ہوئے پھرتے تھے چین میں طاؤس

لڑکھڑاتا تھا جو مستی میں کہیں پائے نسیم

چمنِ دل میں جو عارف کے چلی دانکی نسیم

سوئے بختانہ جو بوبنچی تھی ہوائے جانِ بخش

کیا عجب دائۂ اسپند ہو جلکر پھر سبز

خون لعل آئے رُک کوہِ بزمِ خان سے نخل

کون آئینہ تو آئینہ میں اتنا نہیں دل

بھر بھی دیوار پہ جب چڑھتی تھی جاتی تھی پھسل

جس طرح شیشِ محل میں کوئی روشنِ مشعل

نقشِ ثانی ہو یہ فردوس ہے نقشِ اول

عرش تک فرش سے ہو بادِ بہاری کا عمل

صورتِ دستِ چنار آئین سے سب سے نخل

طارمِ پست ہو اس باغ میں جرخِ اول

خوشہ تاکِ رُک تاک سے آیا ہے نخل

نکلے گریبات میں بھی شلخ تو بھوٹے کو بل

شب ہی میں گلشنِ انجم کو کرے مستاصل

گلِ ہون گلدان میں انگارے درونِ منقل

بھر کے آیا تھا دہان چھاگلون میں گنگا جل

چتر کھولے ہوئے پھرتے تھے ہوا پر بادل

سیج تھی بھولون کی بالائے بساطِ نخل

جھومتے پھرتے تھے مستوں کی طرح سے بادل

اس تنا میں کہ گھائے گلے سے بادل

غنجہ کہتا تھا چٹک کر کہ خبردار سنبھل

گلِ صبرِ بگ بنے غنچہ اسرارِ ازل

کلمہ توحید کا بڑھنے لگے عرا و ہبل

کہ دھواں اٹھتے ہی بنتا ہی ہوا پر بادل

| | |
|---|---|
| <p>ہوائے فیض سے تیرے ہو گلستان گلشن علو مرتبہ ایسا تجھے خدا نے دیا وہ خلقِ نکتہ خوش جس سے عاریت لیکر لباسِ خاص گنگار کی خطا پوشی پڑے جو عکسِ حسی شانِ عیب پوشی کا گہرِ فنان ہے خلائی پہ بسکہ دستِ کرم جو دامِ عشق میں تیرے ہیں ہو گئے دو تہند ہوا ہے بسکہ زمانہ ملازمِ سرکار نہیں ہے باغ میں ہر شاخ پر شکوفہ گل امیرِ مدحتِ مدوح ہو سکے کیونکر تریہ حال ہے اب تو کہ آسمان تجھے گلِ عبث ہے دُعا کر کہ ہے یہ وقتِ دعا رہے یہ دولتِ اقبالِ حشر تک قائم</p> | <p>بنے وہ درکِ شب تاب کے ہے جو چنگاری کہ فخر ہے شہِ خاور کو کفشِ برداری صبا نے بلغ میں رکھی دُکانِ عطاری طعامِ خاص ہے خلقِ خدا کی غمخواری دکھائے جو ہر آئینہ شانِ ستاری برس رہا ہے عجب ابرِ رحمتِ باری یہ قیدِ حضرتِ یوسف کی ہے گرفتاری عدم میں خانہ نشین ہو گئی ہے بیکاری نکل نکل کے ہوئے ہیں یہ جمع درباری نہیں ہیں ہوش بجا فکر کی ہے سیاری کرے جو عیش کا وعدہ تو سو ہو طاری اٹھائے ہاتھ بدر گاہِ حضرتِ باری ہر اک ہم میں ہمیں صبرِ کریمِ مددگاری</p> |
|---|---|

بشر کا ذکر ہے کیا بلکہ جن سطرِ ہون
 سطحِ حکم شلے ہون خالی و ناری

| | |
|---|--|
| <p>عالمِ خوابین پہونچا میں عجبِ باغ میں گل خوابین سبزہ خوابیدہ جو انجا دیئے سامنے اسکے کسی اور چین کا کیا ذکر اک شکوفہ تھلائی باغ کا بلوغِ عشرت ساغرِ عشرت کو نیں وہیں کے دو پھول</p> | <p>قصیدہ در مہجِ جنابِ مستطاب علی اقبابِ آیہِ رحمت ولی نعمتِ دامِ اقبالہ شجرِ طور کو جس باغ کی کہتے کو پل خواب ہو طالع خوابیدہ کا خوابِ نخل گلشنِ غلہ بھی عجب کو نظر آیا جنگل ایک غنچہ اُسی گلزار کا گلزارِ امل میوہ مقصدِ دارین وہیں کے دو پھل</p> |
|---|--|

کھل گیا دیکھتے ہی اُسکو مرے دل کا کنول
 کچھ حسین گردہیں آگے بہت فروزان مشعل
 پھول سون کا بنا اُٹھتے ہی دو دشمن
 مضطرب نعرہ زنان خاک بسر آئے مکمل
 غمرہ و ناز سے دلے دل عاشق کو سسل
 شمع کی طرح جسے کچھ کے دل جانے کھل
 چرخ برشل زین جس سے پڑے رک بل چل
 ہو یقین جانے زمین پانوں کے نیچے سے نکل
 زندہ مرجائیں پڑیں مردہ صد سال اُچھل
 بال کھوے جو حلب میں نہ دکھائے پھل بل
 جوش کھا کر نہ حسن آئی ہو چہرے پر ابل
 اور آنکھوں میں لگا یا تھا غضب کا کاجل
 کچھ جو کاندھے سے دوپٹے کا ڈھلا تھا اُچھل
 دل نادان مرے پہلو میں گیا اور بھل
 نیچان پانوں بہ اُسکے میں گر اسر کے بھل
 رحم کر رحم بس آگے دل مضطرب کو نہ بھل
 اپنے گیسو کی طرح کر مرے عقد و کونجی حل
 تجھ سے وحشت نہیں یہ اور ہو حیرت کا محل
 بھرا اک انداز سے بولایہ دکھا کر کس بل
 اچھی صورت پہ گیا دیکھتے ہی خوب پھسل
 ہو سراپا چمن صنعتِ خلاق ازل

طرفۃ العین میں وہ روشنی پہنچی جو قریب
 دیکھتا کیا ہوں کہ ہے بیچ میں اک حور لقا
 کھلا فیض طراوت سے ہوا کے تازہ
 حور وہ حور جسے دیکھے تو فردوس سے حور
 فرق سے تا بقدم بیکر انداز و ادا
 گرمی حسن سے رُخسار بھوکا ایسا
 جال وہ جال کہ بھونچال ہو جس سے لرزان
 ہوزمانہ و بالا جو وہ ہو تند خرام
 چھا گلون کے یہی دو حکم تھے وقت رفتار
 جو کڑی آہوئے شکیں کو فتن میں بھولے
 قطرے کہتے تھے پسینے کے رُخ گلون پر
 ب نازک پہ جانی تھی بلا کی رستی
 اسے ناز چکنتی تھی نزاکت سے کمر
 بتلیوں کا جو آنکھوں کی تماشادیکھا
 تیر پر تیر پڑے دلہہ نگاہیں جو لڑیں
 اور کی عرض کہ اسو عشوہ گر و غمرہ فروش
 رُخ روشن کی طرح آئینہ تو مجھ کو کیا
 کو نہ سابلغ ہو یہ کون ہو تو میں ہوں کہاں
 متبسم ہوا پہلے تو وہ سر مایہ ناز
 سراٹھا پانوں سے یہ بے ادبی خوب نہیں
 ہوش میں آنہنیں یہ قسم نہاآتے سبلاغ

طرقت العین بین وہ روتنی آپہنچی قریب
 وقت نامیہ کے خوش سے آنے میں
 غم غم اس کا شجر بنکے نیا پھل دیتا
 پانی دیتا صفت دامن تر وقت فشا
 گرد گلزار کے ہوتا تھا تصدق خورشید
 نقش پا تھا صفت جام لباب موی سے
 گل نسیرین پہ تھا یون عکس شعاع خورشید
 غنچہ لب کا تو کیا ذکر ہے گل ہے کھلتا
 ایک دم بلبل مسرت جو ہوتی تھی خوش
 دل سے کلفت کو مٹایا یہ صفا گل نے
 آگیا گل کی صفائی کا جو بلبل کو خیال
 آبدار ایسی تھیں نہرین کہ مقابل ہو اگر
 انگشت گل سے ہر اک موج جواب گل
 شہد کی نہر روان مثل خان ہوتی تھی
 ہو گیا ٹوٹ میں سامان یہ آیا جو نظر
 لے اڑی ہوش مرے حیرت نظارہ باغ
 متحیر تھا کہ یارب ہے یہ کیسا گلزار
 نوش گل میں ہے ہولے طرب انگیز بھری
 قمریوں کو نہیں کو کو سے مجال گفتا
 تھا اسی فکر سے دریائے تھیر میں غرق
 ناگہان مجھ کو حین میں نظر آیا اک نور

نخل مومی کو بھی لے آتے تو لے آتا پھل
 کیا عجب سبزہ زنگار سے گل آئے پھل
 ٹوٹ جاتا جو کہیں گرنے میں پر کوئی پھل
 تھا یہ ترسیاہ دیوار چمن کا مکمل
 چاہتا تھا کہ کرے لاس سے مستار بدل
 رنگ پھولوں سے ٹپکتا تھا کہ آیا تھا ابل
 عیسے سونے کو کرین ساغر الماس میں جل
 عقدہ گیسوے خوابان جو دہان ہوتا جل
 جام منقار سے آتی تھی مے نغمہ ابل
 زنگ آئینے کا جس طرح مٹا دے صیقل
 سر بھی بیضے سے نہ نکلا کہ گیا پانوں پھل
 میں چشمہ خورشید کے آجائے خلل
 پر تو گل سے حباب لب جو رنگ محل
 پھول پر بیٹھ کے اڑتی تھی جو زبور غسل
 پانوں کس طرح سنھلکا گیا دل ہی پھل
 آگیا نہ بیٹیں گرا سر کے پھل
 غنچہ ہے تنگ نہ ہن کس سے تھا ہو یہ محل
 کون سننا ہے جو پوچھوں ہن کہ کیا ہو یہ محل
 بلبلوں کو نہیں نغموں سے کسی شاخ پہ گل
 کہ رہا تھا کہ رہے صنعت صناعت ازل
 آنکھ نے دل سے کہا دیکھ کے اسکو کہ سنھل

شجر عیش کی چھوٹی ہوئی ایک کوئل
 آج کلکے سے آئے ہیں گور زرخیز
 جشن کار و رہے غافل نہیں حیرت کا غل
 حل ہوئے جتنے کہ عقدے تھے ترے لغل
 آیا میں قمری مدد کے لیے قصہ فیصل
 صیدِ مرح سے مروج کے بھر جیب بغل
 کھل گئی آنکھ ہوئے جمع حواس مختل
 جس سے خوشید کے مطلع میں بھی جائے خل

نازہ تر ہونے کا باعث ہو یہ اس گلشن کے
 خلعتِ خاص بچانے کو ترے آقا کے
 ہوئی افزائش ملک اور بڑے منصب بھی
 سرٹھا خوابِ تغافل سے ذرا ہوش میں آ
 تنہیت میں تجھے لازم ہے قصیدہ کہنا
 پڑھ کے دربار گہر بار میں اشعارِ مدح
 الغرض کان میں میرے جو یہ خردہ پہنچا
 مستعد ہو کے لکھا مطلع روشن ایسا

مطلع

بچہ آہو کا ہے اور شیرِ نستان کی نعل
 صید گہ میں یہ ترے عدل کا بیٹھا ہو گل
 امن آباد ہے اب شہر کی صورت جنگل
 دید کہ شیر کے ہے سامنے روشن شعل
 نام باقی نہیں شکوے کا جہانک ہو گل
 نہ رہا چاک گریبان کو وہاں بھی مدخل
 پر تو افکن ہو اگر تیرے غضب کی مشعل
 منہ سے تیرے کہیں اتنا جو کھجائے کہ جل
 اُٹے پانوں سوے کسا پیر کے بھل
 گرد سے شہرِ عنقا کے ہو تیار محل
 دم پیکار اگر محکم ہو تیرا کہ نہ جل
 حرفِ لاسٹھ سے ترے جائے بُود و بار گل

قطعہ

عدل کا تیرے زمانے میں یہ بیٹھا ہے عمل
 ناخن کبک بنے سیخ کبابِ دل باز
 عام ہے فیضِ ترے حفظ کا یہ عالم میں
 شبِ تاریک میں بھرتے ہیں ہر کون کھٹکے
 چار سوا من رعایا ہے تری شکر گزار
 مل گئے زخم کے مانند شگافِ در کوہ
 پھٹک اٹھے دشت میں ہر جا وہ قتلے کی طرح
 رخس گرد و کی طرح گاؤں میں جل نکلے
 موجبِ حکم کا پائے تری ایما گریں
 یہ ہے منہ سے نکلنے کی نہیں تو سر قاف
 تیر ہو چل نشین جا کے کمان کے گہر میں
 شکلِ منقار ہون و نون لبِ سُو فار بہم

اُنس کچھ آج نیا تجھ کو نہیں ہو مجھ سے
 نہ پر ہی ہوں میں انسانِ غلام ہوشِ حور
 باغِ نقشہ ہے صفاتِ حسنہ کا اُسکی
 ہاتھ پھیلائے ہیں گس نے جو کاسہ لیکر
 ہے یہ نکتہ کہ فقیراں جہاں کی صورت
 ہاتھ پھیلائے جو شاخیں زر گلِ دیتی ہیں
 شرنی کے جو گلؤں کا ہو چین میں انبار
 مریہ ہے کہ پھلے پھولے ہیں نخلِ شید
 نظر آتی ہو چمکتی ہوئی طوطی جو بگھے
 یہ اشارہ ہے کہ ہر عضو بدن حضرت کا
 بار آور آئے ہیں تجھ کو جو نظر پہ اشجار
 جو شمعِ حمت کا ہو اُس بھر کر م کے شمع
 دیکھتا ہے جو روانِ نہر میں بانی شفاف
 پوچھتا ہے جو حقیقت کو مری اویں نادان
 میں زلیخا ہوں وہ ہو یوسف کفانِ کمال
 نازنین ہیں جو مے گردِ اُدھر اور اُدھر
 جس کو سب کہتے ہیں اسوختِ شرارت ہو مری
 شجرِ سبب و انار و چینِ خلدِ برین
 اک ادا میں لے عالم کو میں چھل جاتا ہوں
 تربیتِ تیری ہے در پردہ مجھے بد نظر
 ہو جو عالمِ برنخ کی مبارک تجھ کو

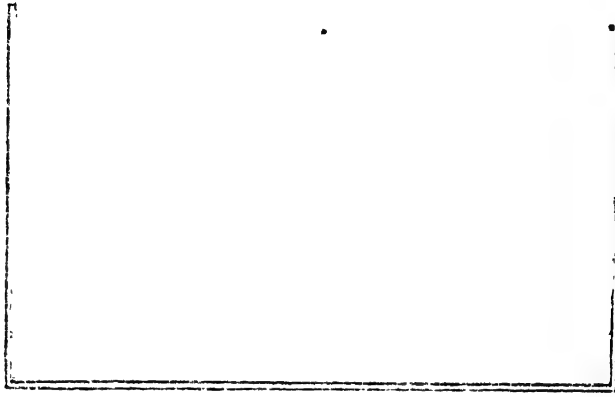
کھا چکا چوٹ مے حسن کی تو روزِ ازل
 پر لطافتِ مینِ نکت میں ہوں اُنسے افضل
 حُسنِ فطرت میں جو یوسف نے کہیں ہو اکل
 اور کاسہ ہے کہ سونا ہے کیا اس میں حل
 سائل اُسکے دردِ دولت پہ ہیں اربابِ ول
 ہے یہ مطلب کہ دہش میں ہو وہیش و بدل
 یہ اشارہ ہو کہ دولت میں ہو وہ ضربِ مثل
 بھول کر لائے ہیں اس باغ میں اشجار جو بھل
 ذوقِ مستی میں عنادل سے جو سُنتا ہو غزل
 ہے نواسِچِ سپاسِ کرم عتد و جل
 ہو نیچے ہیں اپنی مُرادوں کو یہ سب نخلِ ال
 اس گلستان میں جو برساتا ہو بانیِ بادل
 چشمہ فیض اُسکا ہے نہیں گنگا جل
 طبعِ ملوک ترے آقا کی ہوں اسو عبدِ اقل
 مہ ہے آٹھ پیر شاہِ مضمون سے بغل
 یہ قصیدہ وہ محسن یہ قطعہ اور وہ غزل
 شہنوی سمجھے ہیں جس کو ہو مری اک چھل بل
 ہیں مری لذتِ گفثار کے آگے حنظل
 آہوئے چین و خن میں یہ کہاں ہو چھل بل
 روزِ سُنتا ہو مے فیض سے تو تازہ غزل
 ہوئی تقدیرِ رر سادہ گئے کُلفت کے نکل

سحر و اِجاز کی نسبت سے ہوا یا مینِ خلل
 پیچھے رہ جانے کے باعث سے ہوا داغِ کفل
 کر کے موزون کوئی قطعہ کہ قصیدہ کہ غزل
 دانے اسپند کے عجر سے گئے جیسے نکل
 نظر آیا جسے زفار میں وہ داغِ کفل
 ورا نکھ اُس سے مقابل ہو تو دیکھے چھل بل
 درنا کام ہی آخر کو گرے ہو کر شل
 زوم و دم آگندہ سرین بہنِ کفل
 عطلت و قدر میں ہر ایک سے ہر اک افضل
 اسکی تعریف کروں نام ہے اسکا جھیل
 دانت پائے کی جگہ اس کے ہین خرطوم ز فل
 مار خرطوم ہے دندان ہین درختِ صندل
 نالے کی طرح سلاسل سے وہ جاتی ہے نکل
 متشکل ہوئی ہے قدرتِ خلاق ازل
 فیلبان اسپہ کہ سیر غ ہے بالائے جبل
 غیر ممکن کہ سر مور کہیں جائے پُچھل
 ہمنے مانا کہ نہیں پاؤں قلم کا ترے شل
 کر زبان بند نہیں ہو یہ تعلق کا محل
 خلق ذاتی سے چھپا دگھا خطایا و زل
 ہاتھ اٹھا بہر دعا پیش خداوند اجل
 کہ خدا یا بحق آں نبی مرسل

دور ہے عقل سے تشبیہ سکون و عسرت
 سبقت اندیش ہے ہر عضو سے عضو آخر
 وصف میں گرمی زفار کے شاعر جو لکھے قطعہ
 لفظ کیا لفظ بھی یوان سے یوان اڑ بھائیں
 لالے کے پھول کو آغوشِ صبا میں دیکھا
 آسنہ فعل کا اُس کے ہو جو بن کر تیتار قطعہ
 حشر تک نورِ نظر عکس کے پیچھے دوڑے
 جسنے اوصاف ہیں گھوڑوں کے وہ ابنِ سینا پرورد
 فیلمانے مین بہن سرکار کے ہاتھی بسجد
 ایک مٹھنی گراں سب مین جو بستے ہو بلند
 فیل گردون بھی جو دیکھے تو جگر جلے دہل
 اور تشبیہ نئی اک بٹھے سو بھی ہے ابھی
 پابزجم ہر چند گروہ ہے آزاد
 عظمتِ شان و جلالت کا ہو کیا اسکی بیان
 ہو در قلعہ گرد و نکی کلید اسکی کجک
 سبکی طرہ ہے زفار میں با اینہم شان
 بس امیر آگے نہ بڑھ روک عنانِ فطرت
 پر کہان ذرہ کہان پایہ مرحِ خوشیم
 شکر و شکر کہ مداح ہوا تو اُس کا
 قدان سخن و اہل سخن ہے مدوح
 اور یہ کہ عرض بصدِ عجز خلوص و زاری

زلفِ لیلیٰ سے بے قیس کا دل خون ہو کر
 اگر ترے مرکبِ قبال و سادات کا ہو قصد
 جس طرح لائے گی آنکھوں میں چین ہے مشہد
 جس طرح داغ ہو آغوش میں لائے گی یوہن
 بیچ سے شق ہو سرِ خامہ فولاد کی طرح
 ہے یقینِ شلخ سر کا وزین پر ٹھہرے
 جانِ غمگین ترے دشمن کی بدن سے نکلے
 پھل پائے ترا حاسد کبھی بٹھلا کے درخت
 جیسے گر جاتی ہے دستارِ سرِ کش سے
 لشتِ دل میں جو مخالف کی ترے جانکے
 نگاہ کر رخِ دشمن سے پرناوک ہو
 چشم بد دورِ سرِ دمک دیدہ فتح
 کیا عجب ترے گرج و مرکز ہو محیط
 پانوں میں خار کرے ناخنِ تبر کا کام
 والدے ہاتھ سے نیزے کو سماکِ راج
 گر تری عزم کی توصیف میں شاعر لکھے
 گرداگرد جو سواری کی ترے جاتی ہو
 زلف جو راکو ہے جاروب کشی کی خدمت
 فیض سے تیرے منہ میں صفتِ مہر فلک
 رگِ گل بنتا ہو لب تک سے آما ہو جو شعر
 برقِ صحر سے جو توسن کو ترے دون میں

تشنہ نہی اگر آنکھ دکھائے بہ مثل
 کہ شاد ہے کو اکب سے نخواست کا خلل
 یوں ہی مریخ کی آنکھوں میں فلک ہو قتل
 ڈر کے مریخ کے سینے سے پٹ جائے زحل
 سایہ افکن ہو تری تیغ جو بالائے جل
 کہیں نہ صو کے میں بڑے میان سے تیرے جو گل
 نالہ جیسے دل پر درد سے آتا ہے نکل
 اور بالفرض جو پائے بھی تو تلوار کا بھل
 کاسہ سر سے ترے خصم کے مغز آئے نکل
 جو ہر تیغ لے مور کو دانے کے بدل
 گر اشارہ ہو تراناوک بنے پر کو کہ جل
 چشمِ دشمن میں جسے دیکھ کے آجائے بسل
 وسعتِ خلق کا یہ دور میں تیرے ہے عمل
 چاہیے لطفِ ترا پھر تو ہیں بے عقدے حل
 تجھ کو پائے جو طر فدا رساکِ اعزل
 پر نکالے صفتِ مور ہر اک حرفِ ازل
 زہرہ آنکھوں میں لگاتی ہو سمجھ کا جل
 ہے اک آزاد غلامِ حبشی تیرا زحل
 ایک ہی اینٹ سے چاہیے تو ہو تعمیرِ محل
 بوئے گلِ شکے معانی دہیں آتے ہیں نخل
 جتنے عاقل ہیں کہیں ہوش ہیں اسکے نخل



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عنوان نامہ نام ہے رب غفور کا
 دریائے قطرہ قصد کرے کیا عبور کا
 پہونچا وہ جسے قصد کیا راہ دور کا
 حصہ ہر ایک آنکھ نے پایا ہے نور کا
 لطف غضب میں فاصلہ تھا کتنی دور کا
 چھوٹا نہ دستِ عجز سے دامن غرور کا
 میرے سیاہ غلے میں عالم ہے نور کا
 میناے دل کو سنگ نہ توڑے فتور کا
 جھوکا نہ آنے پائے ہوائے غرور کا
 درپیش حرسہ ہے شہود و ظہور کا

کچھ غم نہیں جو پیش ہے دفتر قصور کا
 کیسی نظر حجاب جو مانع ہو نور کا
 ہمت ہے شرط راہ خدا ہے کھلی ہوئی
 محروم اسکے خوانِ تجلی سے کون ہے
 کہتے ہی یا کرہم اذعر سے اُدھر گئے
 میں خاک بھی ہوا تو ہوا اسکی خاک در
 وہ صاف دل ہوں مرد مکبِ چشمِ کفر کا
 محو اعتقاد صاف کی اس میں رہے مذام
 زاہد لحاظ رکھ کہ نہ گل ہو چراغِ زہر کا
 دیکھیں کہ کیا دکھائے قیامت میں شوق دید

اسمِ خُرد رنگ سو

حُسن کو ناز رہے عشق کو جبتک کہ نیان
جب تک مہر سے پُر نور ہے سارا عالم
پر تو مہ سے کتان کا ہے جگر جبتک چاک
جب تک شہد کے حصّے میں رہے شیرینی
نیش اور نوش کے باقی رہیں جبتک آئندہ
و کے گرد کرے فاختہ جب تک کو کو
ست جبتک ہیں فدا سانی دریا دل پر
جتنی اُمیدیں ہیں برائیں مرے آقا کی

روسی داغِ محنت سے ہو جبتک کہ بھل
بہت مشوق کا جبتک کہ عاشق میں عمل
جب تک ماہ کی روشن ہو فلک پر مشعل
اگر می مہر سے تاموم کا دل جلے پھل
تک کامی رہے جبتک کہ نصیبِ حنظل
لے مزہ بیٹھ کے ہر پھول پہ زنبورِ عسل
گل کے آگے بڑھے تا بکسِ شوریہ غزل
شور طائوس کرے دیکھ کے جبتک بادل
خلد کی طرح سے شاداب رہے بلخ اہل

ملک و اقبال کو یارب ہو ترقی گھڑیوں
یہ کپڑا تو ہے کیا ہند میں ہو جلے عمل

رفتہ رفتہ نزد بان بامِ رفت ہو گیا
باغِ جنت کا قبالہ دارِ غمخت ہو گیا
اس طرح ہوئے تھے کہ رضوانِ غرقِ حیرت ہو گیا

رستہ تھا اول منزل جو ناہتوار پیش
قصرِ باقوت و زمرہ کی ہوئی آسان خرید
تشنگیِ بین کو غم و تسنیم کے چشموں پہ ہم

صبحِ محشر جلد چھٹکارا ملا ہم کو آئیم
مہر کیا چمکا کہ تا بانِ بزمِ قسمت ہو گیا

گدا دریں بھی ہو کوئیہ چاکِ گریبان کا
تماشا دیکھ پروانوں کی آنکھوں سے چراغان کا
کہ چھاپا ہے قضا کے ہاتھ پر خونِ شیدان کا
لہو بکریٹک جاتا ہے رنگ اپنے گلستان کا
کہ گھر بیٹھے ہوتا ہو کوئی مری میدان کا
مجھ سے بچو گلا ڈامرے چاکِ گریبان کا
نظر آیا مجھے ہر مژدہ میں جلوہ سلیمان کا
ہشت اک پہول رُجھایا ہوا ہے اس گلستان کا
سخی کے گھر کا دروازہ ہو چاک اپنے گریبان کا
نہیل نہیں نہ بوناخو شمشاہے اس گلستان کا
محسوس ہے دیوانِ میں ہو خیمہ ہومِ حیاں کا
کہ یہ سایہ بھی ہے سایہ ہے اس لب پریشان کا
تصور قید ہو سکتا نہیں ہے اہل زندان کا
اکیلا ہے کرنا اٹھ کیا دیکھا گلستان کا
ترے خرقے پہ شک جھکو ہوا اپنے گریبان کا
سمندرِ یزنا ہے یہیں شہساز ہے ہجران کا

نہیں سب واقف یوسف کو اُس کے دورِ دامان کا
مہرِ عاشق کے دل سے پوچھو شمسِ شعلہ رویان کا
یہ لیری تیغ نے ادا کیا ہونا کا شہرِ امکان کا
دلِ پرداغ میں یہ مسرتوں کا خون ہوتا ہو
زبانِ حال سے کہتے ہو خجریان سے بھنجل
مرے ہی سامنے دامن اٹھا کر ناز سے چلنا
تکلفِ حسن کا ہر سوے نظرِ یار میں پایا
ہمارا تازہ دل دیکھ اگر شوق تماشا ہے
ہو گا نہ جیتک نقد جان باقی ہو غالب میں
ہمارا گلستانِ انجم و افلاک کیا دیکھوں
کچھ یکے سے یہ غمِ توبہ دستِ خالی کے
نہ گھبراؤ دل وحشی ہوا و شامِ فرقت سے
خیالِ عیش کر لین گے فلک نے گو پھنسا ہے
ہمارا بھی فتنے ساتھ جاتا ہو جو گلشن کو
معاذِ اسی شیخ دھوکے میں لائیں دھیان میں نے
اچھلتا ہے کلچہ ڈو تیا ہے دلِ خدا حافظ

حاضر مرے جناح پہ ہون سب ملا لگے
کیا ڈر جو قصیدہ غنوم مقام پر بند ہے
دیدار کا تو وعدہ وفا ہو گا حشر کو
عاشق کیا ہو شوق نے تیرے حبیب پر
دیکھا نہیں ہے تھکلو مگر شوق دید ہے
مر کر ملے نجات لحد کے فشار سے
پھیلا کے بانوں میں سے سوؤں مارین
یارب اکیلے رہنے کی عادت نہیں مجھے
عشر کے روز ساقی کو شر کا واسطہ
عریان اٹھوں تو دہریہ رحمت میں سے بگم

سایہ ہوسر پہ مثلِ لیلیاں طیور کا
زینہ لگا کے پونچھو گا عذرا قصور کا
ارشاد ہو علاجِ دلِ نا صبور کا
یارب اسید وار ہوں عفو قصور
مشتاق غالبانہ ہوں تیرے حضور کا
صدقہ اکابر و شہدا کے قبور کا
تکیہ نصیب سر کو ہونا نوے حور کا
حکمت ہے ہزارین غلمان و حور کا
اک بامِ تشنگی میں شرابِ طیور کا
دیکھ جائے اس طرح سے بدن تیرے حور کا

الف امیر آل محمد کی فرض ہے
مشکل ہے بے سفینہ ارادہ عبور کا

نام عاصی ازل فردِ شفاعت ہو گیا
مرغِ عصیان اڑے صیدِ بارِ رحمت ہو گیا
رز و روتھا وقت پریش پہنچا سرِ سبزین
گر می جو رسید عشرت ہوئی چاہلِ نجات
اک احمد کی محبت کا چھٹا تھا دینِ خار
جم گیا تھا دل میں جو عشقِ معاصی سے غبار
واہ ہی رحمت جو رکھا بانوں بالاسے نظر
جس علم سے نیچے پانی فیضِ جہر سے تلخ
دفعتاً صورت بدل کر بن گئی امید یاس

خاتمہ باخیر احمد کی بدولت ہو گیا
دنیا شاہینِ راز وے عدالت ہو گیا
عزیزِ شہوق مجھے سخنِ قیامت ہو گیا
شامیانہ سر پہ میرے ابر رحمت ہو گیا
بڑھ کے عشرت میں کلیدِ بابِ جنت ہو گیا
سر پہ بہرِ دیدہ عینِ عنایت ہو گیا
دستگیریِ مہر کی خوفِ رحمت ہو گیا
یہ انگشتِ شہادت ہو گیا
خارِ زائرِ پنج بؤغہ خوابِ رحمت ہو گیا

نکاح کے شیر پر آنکھیں غزال اپنے بیابان کا
 وہ اک اتر اٹھوا پچھا ہا ہے اپنے داغ حیران کا
 جی صحرا میں عرس اک دن کریں چلکر سلیمان کا
 نگاہیں کھلتی ہیں گیند اس گولے گریبان کا
 بان خم سے ہم چوم لیتے مٹھ نکلان کا

وہ دیوانے ہیں آنکھوں کے ذرا ایسا اگر کر دیں
 جسے سارا زمانہ آفتاب حشر کتا ہے
 نئی تقریب پر یوں کے بلانے کی ہے دیوانو
 ہوئی ہیں بسکہ آنکھیں لوٹ اُسکی جامہ یزیدی پر
 وہ زخمی ہیں تڑپ کیسی جھڑکنا اگر نمک قاتل

نادان ہیں جو لوگ مڑتے ہیں امیر اس سے

اجل تو نام ہے اک زندگانی کے نگہبان کا

گلا کاٹوں جو پردہ فاش ہو چاک گریبان کا
 تماشا دیکھتا ہوں ایک غنچے میں گلستان کا
 مراد داغ جنوں پیوند ہے میرے گریبان کا
 لب خاموش سے پیدا ہے صدمہ دردِ بہان کا
 اک بختِ بزرگ طوطی ہو ستون کے گلستان کا
 ہوا پر جال بھیلایا ہے کیوں لف پریشاں کا
 حجبِ مین ہو گل صد برگ نام اپنے گریبان کا
 نیا نسخہ نکالا آپ نے یہ دردِ ہجران کا
 طلا یہ پھر رہا ہے آنکھ میں خواب پریشاں کا
 دیان یار دروازہ ہے کیا شہرِ خوشاں کا
 جمایا رنگ اُتر دل سے اپنے پنجرہ جان کا
 چھڑایا تو نے دامنِ دستِ خوش گریبان کا
 کیا بہ خط کو فی مین لکھو گویہ گریبان کا
 دیا شمشیر نے دھوکا کسی کے جسمِ گریبان کا

بنوں ہو جھکواک پردہ نشین کے دوزبان کا
 نظر آتا ہے دلمین تک کیا کیا خُرجِ بان کا
 چھپا ہے عیبِ عربانی سے زحمتِ بے انسان کا
 اکبیں ضبطِ فغان سے عشق کے آثار چھپتے ہیں
 صلیہ قلقل مینا سے مینا نے مین آتی ہے
 اگر اُڑتی ہوئی پر بان بھسانے کا ارادہ ہو
 جنوں کے گل کھلاتی یوں اُصبا کو کیا سلیقہ تھا
 کیا اظہارِ دِل تو کھینچا میاں سے خنجر
 خیالِ طرہ بندہ جائے نہ کیونکر چور کی عورت
 عدم کو چل دیا خاموش جو عاشق ہوا پسر
 تمھارا پنجرہ رنگین چڑھا جب نے نگاہوں پر
 ترا منوں ہوں اسے ضعف پر وہ رہ گیا میرا
 ملا پا خالک مین آنکھو جان کی پیو فانی نے
 تعجب کیا کیا مالِ شوق مین پشاور مین اس سے

مجھے کیا ٹول عشرہ ہم سے غنا کو نکلی آنکھوں نہیں
ہاں گور سے آواز یہ قانون میں آتی ہے
ترپ کر دم بھجائے مگر کھٹنا نہیں ممکن
جگر کو دون کہ دل کو دون بتا دی ناوک قاتل

ازل سے تا اب پہلا پہرے روز ہجران کا
نہیں ہو کام اس گھر میں کسی ناخاندہ ہمان کا
تری ل کی گرہ ٹانگا ہو میرے رخم نہان کا
اگر دو بیاسوں میں ہو یہ ایک قطرہ آب پیکان کا

امیر امین کے کیا یاسخ رورائون کو چھپ چھپ ل
نیا انداز ہو گا میرے مدفن چرسراغان کا

اگر درکار ہے رنگین بھین تکرے گریبان کا
سیر عشق ہو کر زمرہ سن طائر جان کا
کنارہ مرے ہاتھ آیا ہے ہلکو ٹکاپ ایمان کا
تھارے بانگین کی شان کچھ اسپین نکلتی ہے
وہو ان اٹھتا ہے داغ آتشیں سینہ سے ایسا
خیال ظہیرین اچھل جاتا جوں جو گلشن میں
نظر آیا وہ چہرہ ہوتے ہوتے لگ گئی دشت
جہاں معشوق ہو عاشق دکھا جاتا جو نگاہ پنا
یقین ہو بنتے بنتے ہو بیا لب خون حسرت سے
نہ پوچھو حال کا میرے آہ بے

لگا د لعل آسین قطرہ خون شہیدان کا
چمکتا ہے قفس میں جلے کیل اس گلستان کا
بڑی مشکل سے دروازہ ملا شہر خوشان کا
کھینچے تو دوڑ کر ٹھہر چوم ان شمشیر بڑا ان کا
کہ چھپ جاتا ہے بدلی میں ہلال اپنے گریبان کا
لگاتا ہو ہزاروں برہیان سبزہ گلستان کا
اٹھائی اُس نے چلمن رہ گیا پردہ گریبان کا
شبیدہ طوق قمری ہو دھوان سرور چراغان کا
اگر کاسہ بنائیں کاسہ گر خون شہیدان کا
درخت بے ثمر ہو یہ اُسی جڑے گلستان کا
یہ دل کا ہے کوہے کوئی بگولا ہے بیابان کا
دیا قاصد کو پڑہ بھلا کر میں نے گریبان کا
قدم بٹھتے ہی ہاتھوں بڑھ گیا دل میدان کا
مری آنکھوں میں عالم بھر گیا چتر سلیماں کا
کہیں دامن سے ہوتا ہو مقام ادب چا گریبان کا

دل کسرتہ میرا دیکھ کر یوں وہ پر ہی بولا
کہاں سامان تھا دشت میں کہ نامہ یار کو لکھتا
مزم زمیں اس پر ہی سے دی جو درس ہے دہن و
توق رکتی ہو گشتگی نعت فروشی پر

بلا ہے رنجیہ کھلنا آپ کی لف پریشان کا
یہ باعث ہو کہ شل جو ہنے نایا خجہ درجان کا
پر پرو یوں پہ کیا معنسا ہو سر سلیمان کا
انبا لا صبح و صلت کا اندھیرا شام بھران کا
کہ ماتم ہو رہا ہے گھر میں پر یوں کے سلیمان کا
جسے کہتے ہیں داراک سر وہ اپنے گلستان کا

کٹھالین غم کی چھا جاتی ہیں بہ تیرہ بخوت تک
ملایا چاہتا تھا ماتھ سے اُس گل کے اتھ اپنا
اُترتا ہی نہیں غصہ کسی دم چشم و ابرو سے
خیالِ لطفِ رُخ ہی رات دن آنکھوں میں بھر تلپ
مرے غم یوں ان کی سویرا آنکھوں سے حسینوں کی
انا الحق بولتی ہوں قمریان حق شرہ کیسہ

کتاب لوح محفوظ اے امیرِ ملک ہے دیباچہ
سوادِ عامہ کن خاتمہ ہے اپنے دیوان کا

ہونا جو تھا وہاں بے بستِ غیر ہو چکا
حق تو یہ ہے میں رہو چکا
فتنہ جو سورا تھا وہ بیدار ہو چکا
تجھ سے علاج دردِ دل زار ہو چکا
سوار میں فریہ بیمار ہو چکا
شاہوں کا بچہ فقیر سے دربار ہو چکا
جب آفتابِ حشر نوا دار ہو چکا
ایہ عفویں میں گنہگار ہو چکا
در بان سے یہ سنلہ کہ دربار ہو چکا
قاصدِ کمر کو باندھ کے تیار ہو چکا
صیاد سے کومین گرفتار ہو چکا
آئی بیمار خشاک جو گلزار ہو چکا
یوسف کا فیصلہ سر بازار ہو چکا

ہم سے بڑے غیر کا تو یار ہو چکا
ترخیب دمی شراب کے پینے کی کیوں اُسے
انگھیلی کی چلے نہ چلے چال اب وہ شوخ
بالین پہ میری کس لیے آیا ہوا طیب
آمانہ ایک بار عیادت کو وہ مسیح
زنجیر پا ہے ضعف سے ہر موج پوریا
فسوس آنکھ خوابِ تغافل سے تب کھلی
اب عفو وہ کریں نہ کریں اختیار ہے
جب آستانِ یار پہ حاضر ہوئے ہیں ہم
باقی ہزار شوقِ خطِ شوقِ نامتسام
کافی ہے زلفِ جال بھجاتا ہو کس لیے
دُنیا میں کون غم ہو نہیں سکے بعدِ عیش
دل راہ چلتے چھین لیا مجھ سے یار نے

سیاہ ہے مٹھ ترے تار کر سے زخم بہان کا
تو میں سمجھا کہ ہے سیبِ قن بھل شاخِ مرجان کا
اثر ہے اسے برسی یہ صحبتِ لعل پریشان کا
مجاورین بنو گنا جا کے درگاہِ سلیمان کا
کہ لعل کمنہ دکھلا رہے ہیں چشمِ حیران کا
بیاض صبحِ دنیا ہو سودا اپنے بیابان کا

اسے کہتے ہیں پاسِ ازگفت دیکھا تو قاتل
زخمدان پر جو انگشتِ حسائی یار نے رکھی
مزلج آگے تو دیوانوں سے یوں ہم رہتا تھا
کمان جائینگے آکر یہ پریر و میری چالوں سے
نصیبِ عثمان قاتل کو سکتا ہو گیا شاید
ہول نے لعل میں اک حور کے سوداے محکبات

آمیرِ بیاض گفتم ہے جو دمِ دل سے پہلو
کہ ہر ناسورِ دل رخنہ ہے دیوارِ گشتان کا

بہت اب تک کی لیتا ہو ہر کنا بیابان کا
دیا ہر چند میں نے واسطہِ یوسف کے دامن کا
فضا خیر کاؤ کرتی پھرتی ہو خونِ شہیدان کا
نکل آیا ہے جو ہر صاف شمشیرِ گریبان کا
سکندر کوچہ تو تھکوا پس لازم تھا سلیمان کا
فلک چھوٹا سا ارکِ میدانِ دل کے بیابان کا
عدد کا زخمِ دل کیا چاک ہو میرے گریبان کا
وہ آج بخون برآوردہ و حق ہو میرے دیوان کا
یہ منت ہو اگر بوری تو بھر لے طاقِ نسیان کا
دل صد چاک شانہ ہو کسی لعل پریشان کا
اگر تو نچاڑ اذ رہ کوئی اپنے بیابان کا
اٹھا کر ابر کے پرے کو گویا برف نے جھانکا
اسی چھیرا ہے تلو ہر کنا بیابان کا

دکھانا چاہیے کچھ بانگینِ سوداے فرکان کا
نہ چھوڑا ریاقتی دستِ وحشت نے گریبان کا
جوابِ ضدِ رضوان ہے تختہ کوے جانان کا
ستارے نہیں کہتے میں اپنے گوگرد مانکا
بنا کر آئینہ پر یوں کو یوں خود بین نہ کرنا تھا
زمین ہے ایک شستِ خال محفلِ محبت کی
تردو کیا ہو تلو یہ تو دو ٹاکوں میں چھاؤ
دستانِ جنون میں جو سبقِ تھادس میں تیرے
نہ بھولے آکھو بھولے جو دنیا کو تو کیا بھولے
کسی عارض کا آئینہ ہے اپنا دیدہ حیران کا
دراپائے سبکی دیدہ نورِ شمسِ شمشیرِ بین کا
سیا مائش پر ہی سب ڈال کیا چھتے رنگے
اسی چھیرے ہیں کیوں بھولتے ہو تم اسے چھاؤ

یہ جو صدمہ بھی گور و دفن سے نکل گیا
 مدت ہوئی غریب وطن سے نکل گیا
 کانٹا تھا ایک مین ٹوچن سے نکل گیا
 کافور ہو کے مشک ختن سے نکل گیا
 پانی ابل کے چاہ ذقن سے نکل گیا
 انسان کیا عقیق مین سے نکل گیا
 ببل کو ذبح کر کے چمن سے نکل گیا
 ہر استخوان تڑپ کے بدن سے نکل گیا
 بیگانہ تھا جو سبزہ چمن سے نکل گیا
 قمری کا نالہ سرو چمن سے نکل گیا
 کافی زبان جو شکوہ دہن سے نکل گیا
 روتا ہوا سحاب چمن سے نکل گیا
 کوسون مین آہوان ختن سے نکل گیا
 جو ہر کھلے جو مرد وطن سے نکل گیا

خلت پہنچ آنے کی تھی گھر مین آرز
 پہلو مین میرے دل کو نہ اور در در تلاش
 مرغانِ باغ تلو مبارک ہو سیر گل
 کیا رنگ تیری زلف کی بونے آرا دیا
 پیاسا ہوں اس قدر کہ مراد دل جو گر پڑا
 سارا جہان نام کے پیچھے تباہ ہے
 کانٹوں نے بھی نہ دا مین گلچین پکڑ لیا
 کیا شوق تھا جو یاد سگ یار نے کیا
 جو سبزہ رنگ خطہ بھی بنا ایتو بسہ دے
 منظور عیش کو جو ہوا اور ج حسن پر
 تر نظر رہی ہمیں ایسی رضاے دوست
 طاؤس نے دکھائے جو اپنے بدن کے داغ
 صحر مین جب ہوئی مجھے خوش چشمی تلاش
 خنجر کھنچا جو میان سے چمکا میان صف

مین خضر پڑھ کے بزم سے کیا اٹھ گیا
 ببل چپک کے صحن چمن سے نکل گیا

حصہ ابھی سے بانٹ ہے ہر عید کا
 خون حسینِ غازیہ ہے روے یزید کا
 کیون تیغ نے گلے کو دیا خطر سید کا
 لاش اپنی بعد مرگ ہے توشہ فرید کا
 آئے جسے جسے ہوا راہِ خسید کا

وعدہ نہیں ہے شہر کے دن کس سے دید کا
 اٹھ دے انقلاب جہان پسید کا
 قاتل کے کان تک نہیں پہنچی ابھی فغان
 کچھ لینگے ہین زلغ و زغن کچھ سگے ہما
 کہدے کوئی حسینوں سے دل جیتا ہون مین

میرا سوال سن کے جو خاموش ہوئے
اب لب پہ لائیں کیا رانی صورتِ کلیم

باقی ہے کس کو جو صلا اٹھائے عیش کا

دسوا امیر کو چہ و بازار ہو چکا

روز کا شے نکال لے رہے جھگڑا کیہ
سیر کیسی ترے کشتے کا تماشا کیسا
میکشونیر ہے اندیشہ فردا کیسا
دوستانہ بھی کسی دوست سے شکوا کیسا
نہیں معلوم کہ ہے عالم بالا کیسا
تیرے بیمار محبت کا مادا کیسا
گوشہ گیری سے ہوا شہرہ غفٹا کیہ
اے جنون گھر میں یہ سامان ہو تو بھولا کیہ
لوگ سمجھانے کو سمجھا چکے کیسا کیسا
پر کم ترچ سے عیب ہے یہ سکا کیسا
اتھوئے قفس نہیں ناقہ لیلے کیسا
دیکھیں اس فن میں بے تکویر طولا کیسا
رہ گیا کھول کے آغوشِ نمتا کیسا

وا عطرِ حشر کا ہر مرتبہ چرچا کیسا
دیکھیں حوریں بھی تو بیوش ہونے دوتے
میریوشوق سے خالق پر رحیم اور کریم
آشنا ذکر سے رہتی ہو فقط اپنی زبان
جائے آرام نہ دیکھی کبھی اس عالم میں
نبض دیکھی تو حرارت سے جلے دستِ مسیح
نام جا بے تو نہ مان ہو نظرِ عالم سے
آبلہ پانی و پیتیابی و سرگردانی
کبھی دیوانہ اُلفت نہ تمھارا سمجھا
شک نہیں اس میں کہ ہو صرع موزونِ قیام
جو فرخِ شست ہیں اُن شست میں لایا کہ جہان
کتے ہیں نفِ سلسل کی لکھو تو تعریف
تیری تصویر خیالی بھی آئی مرے پاس

میرے لب تک نہیں آیا ابھی نہ بھی امیر
زلزلے سے ہے یہ عالم تو بالا کیسا

بیکار رہے جو دانت دہن سے نکل گیا
ایا کمان میں تیر تو سن سے نکل گیا

پوچھنا نہ جائے گا جو وطن سے نکل گیا
ٹھہرین کبھی کون میں نہ دم بھر بھری است و

علی شہسین کھینچی زخار یار کی
ہم منتظر کہ لائے دہان سے جواب خط
اس ٹکڑے میں کٹنگی یوں اپنی زندگی
پوچھو نہ کچھ مرے دل زخمی کا مجھ سے مل

یہ بھی تو چھاپن لہے کلام مجید کا
بھیجا ہے نامہ بر نے خط اپنی رسید کا
قیدی پر جیسے روز گذر جائے عید کا
نشا قتل کی ہے یہ دیوان شہید کا

کس دن تہین ہن چار گدا چار بہان
ارزق اپنا ہے امیر ہے توشہ فرید کا

مجھ کو محب سمجھ کے حسین شہید کا
یہ شوق ہے جو خلق کو قارع کی دید کا
ہوتے ہیں ترپسینے سے آغوش میں حسین
اڑتے ہیں جو لوگ پہن کر لباس نو
بٹ بن کے وقت نزع نہ بالین پر میری ہتھ
ثابت ہوا عدم کو مسافر ہو پرخ گیا
کرتا ہے مثل چرخ زمانہ بھی پائ سال
گردن تو کیا نہیں مرے اعضا کو خوف تیغ
کھولیں گے لات مار کے ہم میکہ سے کا در
کیسا جواب خط کہ ہوا نامہ بر کا خون
نازک بڑل میں دغظ کی مجلس میں جاؤں کیا
پیر معان نے مجھ کو سنبھالا تو کیا ہوا
باطن میں غم ہے عشرت دلیے ظاہری
منہدی کی ٹٹیان نہیں پر میرے باغبان
خانے سے ہوں تو صاحب غیرت نہ رخ کرین

کرتا ہے تنگ تافہ تک بھی یزید کا
جائے شہاب خون بکے گا شہید کا
پھولوں سے محکوم ہے عرق کی کشید کا
ہنستا ہے چاک بیر ہن صبح عید کا
ہوتا ہے آج خاتمہ گفت و شنید کا
تو یزید قبر پر نہیں خطبہ رسید کا
مسکاک جو پیر کا وہ چلن ہے فرید کا
بل ایک ایک رگ کو ہے جل الوریہ کا
پاؤش اپنی کام کرے گی کھید کا
کاغذ پکارتا ہے یہ خط کی رسید کا
دڑہ ہے مجھ کو ذکر عذاب شدید کا
ہر پیر دستگیر ہے اپنے مرید کا
پہنے ہوئے لباس محرم ہے عید کا
کیون اپنا ہاتھ صاف ہے قطع و برید کا
دعوت خلیل کی ہو کہ توشہ فرید کا

اچھاس میں گھس نہ جائے گا ناخن کلید کا
جاسہ بھی پہ قطع ہے قطع و بربد کا
دل نام پر عرشِ اقب ہے مُرید کا
بگڑا ہوا غصہ ہے خاکِ مزید کا
ابتک تو ایک نے نہ لکھا خط رسید کا
انجیلانہ خونِ مشرکے دن بھی شہید کا
ناخوش غلّ بچائے گا بل منِ مزید کا
جھوٹا بنا لیا ہے قبائلی خیرید کا
آیا ہے لالہ بھیس بدل کر شہید کا

ہاں اے کلید دارِ قضا کھول قفلِ بخت
گشتوں کا کھیت کا شے کہنتی جوتخِ یار
کیا جانتا ہے کوئی فقیر سی کا مرتبہ
پوچھو نہ حالِ خلقِ رقیبِ سیاہ رو
کیا جانے ہر دُکھا ہوا کیا عدم میں حال
اے ترک تیرے عجب نے ایسا دبا دیا
دفنِ فیض لے جائیں گے جسے زبیرت
دلِ یار اُس کے روئے غلط نے چھین کر
اُب کی بہار سے مجھے آتی جو بے خون

کیونکر کھینچوں نہ تین طرفِ قرب حقِ امیر
پھندا مرے گلے میں ہے جلِ الورید کا

بے کوہ طورِ ذہیب تجھارے شہید کا
برسون جو آفتاب رہا چاند عید کا
بالائے طاق ہونہ عقیدہ مُرید کا
نالہ گلے میں بھنس کے نہ نکلا شہید کا
تکبیر کہتے کہتے کتنا روزِ عید کا
خیر نہ پیر کا ہے نہ جُستہ مُرید کا
اُٹ ذرا نہ ڈا گرفت و شنید کا
شامی کہا ب بھن کے جگر ہو زید کا
دیکھا ہے چاند تیسری تاریخِ عید کا

آئے جسے ہو شوقِ تجلی کی دید کا
آنکھیں بہن اور لطف ہے اُب اسکی دید کا
دوہ شیبِ فراق کا نقاش مجھ سے
سجدے سوئے سیکرہ امیر شیخ یون نہ دیکھ
کیسی نرا کہ زعب سے قاتل کے روچہ
کھینچا نہ ہاتھ قتل سے قاتل نے شام تک
آنے تو دو بہار یہ دو فون بہن رہن مے
حیرت نہ کر دیا بہن تصویر پیش یار
وہ یادِ ابنِ ساقی کو زہین مے پیون
پیریٰ بہن مجھ سے خجہ قاتل لگے ملا

اِن منجون کو ذوق ہے مکی کشید کا
 مہیشک لید کا
 نکلے گا بسہ جعفرین ہل من مزید کا
 شربت پہ فاتحہ بچنی ہے شہید کا
 نور و زکایہ زابچہ خطبہ ہے عید کا
 تا اس کندہ من نہیں دل کی کشید کا
 ہر لالہ ہے چرخ مزار شہید کا
 کافر کو بھی ادب ہے کلام مجید کا
 اُن سے زیادہ دُون اُسے انعام عید کا
 زر سے ارادہ چاہیے زر کی کشید کا
 لطف یہ شمر کا ہے کہ بختِ نرید کا

کرتی ہیں دل کو خون اُن انگھون کی پٹلیان
 کیونکر نہ مثل قفل کھلے گا دبان یار
 تخفیف درود دل کا کرونگا جو میں سوال
 جو اُس سے بوسہ لب شیرین کی کیا امید
 خطِ غبار یار کا کیا وصف کیجئے
 باتیں مری سنیں تو یہ مٹھ پھیر کر کسا
 صہرا کو کشتہ اُفت کمان نہیں
 لیتی ہے بوسے عارضِ محبوب کے وہ زلف
 حجام میرے دل کا دکھا دے جو آئینہ
 کندن سازنگ یار دکھائے جو رخ ہو زرد
 کتنا۔ سخت قلبِ قیب سیاہ رو

مقتل سے کم نہیں ہے قلمدانِ مرآۃ
 ہر کلاب ہے گلوے بڑیدہ شہید کا

بیت ابرو نے ہلالی کا قلم توڑ دیا
 وہ کہی بات کہ دل تو نے صنم توڑ دیا
 سر کو ٹکرا کے درِ باغِ ارم توڑ دیا
 اُفت کا ترے توڑ دیا
 ب جتنا کھنچ کے شمشیر دو دم توڑ دیا
 سر اتو نے غریبوں کا صنم توڑ دیا

خطِ عارض نے دل اہل رستم توڑ دیا
 اس کڑھی کا قفل تھا کمانِ شیشہ دل
 ہل محشر ہے احسان سے دیولنے کا
 باز مٹے غیر کو جوڑا ترا ہم دیکھ سکین
 دل نے اک آہِ مین نابود کیا انجم کو
 حکم ہے یہ کہ آئے کوئی دروانے پر

اصفہ دہر پہ صورتِ گر قدرت نے امیر
 اُنکی تصویر وہ کھنچی کہ قلم توڑ دیا

اٹھ اٹھ کر بیٹھنے سے ہوئے کشتہ ہم آہیر
خجھر بھرا گلے پہ ملاقات عید کا

| | |
|--|--|
| <p>ہولی کا رنگ جسکو لہو ہے شہید کا علاج قفل سیکدہ تھا اس کلید کا گھیرے نہ اس خزاں کو شکر یزید کا سربایہ کریم ہے توشہ فرید کا نکلے گا خاک گھر سے قدم زن مُرید کا روزے تمام ہوں کہیں دن آئے عید کا پھولوں کی بجائے جو بنارہ شہید کا اندیون ہی روز گذر جائے عید کا داکہ وقت تنگ ہے گفت و شنید کا پوچھا گیا نہ حال تھا ارے شہید کا سمجھے ہیں شاید کو بھی توشہ فرید کا قفل دہن پر اُسکے ہے دانت اس کلید کا اُنٹی ہے بات پیر ہے پیر و مُرید کا یار ب چراغ ہو کسی قبر شہید کا</p> | <p>ہے دل کو شوق اُس بیت قافل کی دید کا مردہ ہو میکشو کہ ہوا چا یار ہے وہ چاؤ ذوق خط سے حفظ میں چاہے جس حسین کا دم ہے جس دل وُنیار پر ت کیا رہ عقی کرینگے طے وہ مست ہوں کہ میں نے شب قدم کی دعا لس گلبند نے ہاتھ سبر رہ لگا دیا ہونے نہ پائے غیر بنگلیر یار اپنی کہیں کہ اُسکی شنیں وقت نزع ہم سارا حساب ختم ہو احشر ہو چکا بابک کے روز کھاتے ہیں اعظم لداغ لوٹے گی لذت لب شیرین مری زبان شیطان کبھی رقیب سے ہوتا نہیں جدا ضلع نہ جائے دل پہ جو کھایا باجر داغ غم</p> |
|--|--|

جا کر سفر میں بھول گئے ہکو وہ آہیرا
یان اور دوستوں نے لکھا خط رسید کا

گلٹے تو زر مزار بنائے شہید کا
دوراجو باڑہ کلہے وہ جل الوریہ کا
رضوان سے ہے ارادہ خزان کی خرید کا

شہرے مکر صاحب بخل شہید کا
اگر دن کو تیغ سے نہیں رشتہ بعید کا
اُس کو پچے کے گلے تہید ستہ میں وہ ہم

چالاکیان تو دیکھتے قتل کر کے خود
 زائل ہوئی نہ ہمیں بدلنے سے بے عشق
 ہے دل کا سرد مہری مشوق سے یہ حال
 مرنے کے بعد کیسے پریشان ہیں عضو تن
 یاد کمر میں بھول گئی دل کو طرز آہ
 جب سامنا و ادل عشاق کچھ گئے
 یہ ضعف سے سبک ہوں کہ نقش قدم مرا
 آئینہ اسکو کہنے دکھایا غضب کیا
 بوسہ طلب کیا تو یہ کہنے لگا وہ بت
 خالی قہقہہ دکھائے مجھے کیون نہ دوسے
 شاید خطا میں تعمیل کے حلقے تھے جال کے
 ڈھونڈھا کب بہانہ مرنے دل نے بہرِ نوح
 چاہہ ذقن کو چاہہ مہ مصر کیا کہوں
 ایسا منو کہ کوئی تجھے چھپ کے دیکھ لے
 قاتل ستم ہے رشتہ اُفت کا تو زنا
 کشتے کی اپنے تج کو ہے لے ترک کچھ خبر
 آٹھون پہر ہے جلوہ مشوق سامنے
 انسان کی مرگ و زیست نہیں ہو کسی ہاتھ
 نامہ دیا تو اس گل گلزارِ حسن تک

اور دن سے پوچھتے ہیں یہ کیا ماجرا ہوا
 تصویر میں بھی رنگ بے رخ سے اُڑا ہوا
 جیسے درخت برف سے کوئی جلا ہوا
 کیا کیا ورق کتاب سے اپنے جدا ہوا
 کا سے میں اپنے بال پڑے صدا ہوا
 گیسو کا حلقہ بھی دھن اڑ رہا ہوا
 پڑتا تو ہے زمین پہ لیکن میرٹا ہوا
 جلا دھوک ایک تو تھا دوسرا ہوا
 قدرت خدا کی تکو بھی یہ حوصلہ ہوا
 ساتی کا دل ہے میری طرف سے بھرا ہوا
 اتنے ہی قید طائرِ رنگِ جنا ہوا
 ماتم کیا اگر کوئی روزہ قضا ہوا
 مضمون ہے یہ میری نظر سے گرا ہوا
 آئینہ دیکھ چار طرف دیکھتا ہوا
 یوں قتل کر کے کچھ رہے تسمہ لگا ہوا
 آتا ہے ساتھ ساتھ ترے لوٹتا ہوا
 ہے مدون سے بیج کا پردہ اٹھا ہوا
 آئے تو کیا جو آپ نہ آئے تو کیا ہوا
 دم میں ہو بیچ گیا مرا قاصد ہوا ہوا

حور آگئی نظر کہ برسی کوئی دیکھ لی
 سودا سا ہے آئینہ کو کیا جانے کیا ہوا

ہمسِر زلفِ قد حورِ شمائلِ ٹھہرا
دیدہ ترے جو دامنِ ہن گرا دل ٹھہرا
کی نظروں کی کتابی پہ تو کچھ دل ٹھہرا
نکمتِ گل سے پریشان ہوا اسکا دماغ
نجد سے قیس جو آیا مرے زندان کی طرف
حسنِ جس طفل کا چمکا وہ ہوا باعثِ قتل
خط جو نکلا رخِ جانان پہ ملا بوسہِ خال
علم اک نقطہ جو مشہور تھا اچھوٹ جنون
دور جب تک تھے ترپنا تھا میں کیسا کیسا
اکثر داغ سے گلہ ستہ بنا دل تو کیا
دوڑتا قیس بھی آتا ہے نہایت ہی قریب
دم جو بیتاب تھا امت سے مرے سینے میں
ہم بڑی دور سے آئے ہیں تمھارا جو یہ حال

لام کا خوب الفِ مرقبِ مقابلِ ٹھہرا
بہتے بہتے یہ سفینہ لبِ ساحلِ ٹھہرا
کتبِ شوق بھی قرآن کی منزلِ ٹھہرا
خندہ گل نہ ہوا شورِ عناد دلِ ٹھہرا
دیر تک گوشِ برآوازِ سلاسلِ ٹھہرا
جسے تو اس بے بجالی مرا قاتلِ ٹھہرا
یہی دانہ فقط اس کشت کا مائلِ ٹھہرا
غور سے کی جو نظر نقطہِ باطلِ ٹھہرا
پاس اگر جو وہ ٹھہرے تو مراد دلِ ٹھہرا
زینتِ باغ نہ آرایشِ محفلِ ٹھہرا
اک ذرا ناتقے کو لے صاحبِ محفلِ ٹھہرا
تنخ قاتل کے تلے کچھ دم بسملِ ٹھہرا
اک مرتے دروائے تک آگاہی منزلِ ٹھہرا

ابتک آتی ہے صداِ حُریتِ لیلے سے امیرا

ساربان اب تو خدا کے لیے عمل ٹھہرا

اے عالم آشنا جو ترا آشنا ہوا
سرکارِ عشق سے ہمیں خلعت عطا ہوا
ترکِ خودی نصیبت اہل فنا ہوا
قدِ ضعیفہ حلقہ زلفِ دو تار ہوا
سائے خوب حقِ رفاقت ادا ہوا
باہر پہ خاک ڈالیے جو کچھ ہوا ہوا

برگاہِ جو کے سائے جہان سے جدا ہوا
سمجھے کفنِ نصیب جو بعدِ فنا ہوا
دریائے معرفت سے جو دل آشنا ہوا
بختِ سید نہ ضعف میں ہم سے جدا ہوا
میں ہٹ گیا تو وہ بھی مرے ساتھ مٹ گیا
بکھتا ہے میں خونِ مرا کر کے کیوں خضو

مرنے غم میں لازم صوف ہو وٹف کے دہن کا
 کر کے سیر گلشن نگ اٹے گا آج سوسن کا
 وہ بس ہون خبر سر کی نہ بھکو ہوش گردن کا
 بٹون کو توڑنا ہو بھیس بدلون میں برہمن کا
 جہان وہ پانوں رکھیں ہٹھکنا میرے مرن کا
 تھیں کو بلبلو آتا نہیں انداز شیون کا
 ہوا ہے چشمہ جوان میں پیدا پھول سوسن کا

میں اک پہ دہ نشین صاحب عصمت کا رنجی ہوں
 دھڑی سستی کی ہونٹوں پر جی ہر خبر ہو یارب
 تہ شمشیر قاتل کی طرف حسرت سے تکتا ہوں
 ملون کٹار میں جا کر شکست کفر کی خاطر
 تر دو کیوں ہو یاد کو کمان گارین کمان تو بین
 نہ گل ہنستہ نہ غنچے سکر اتے دونوں رو دیتے
 لب جان بخش پرستی نہیں اُس نے جانی ہے

ہلال ویدر دونوں میں آمیر اسکی بجلی ہو

یہ خاک ہے جوانی کا وہ نقشہ ہے لڑکپن کا

وہ رہو ہوں کہ آگاہانہ تھا ہوں خاکے رہن کا
 بڑا پھندا گلے میں گر گئی موڈھل گیا مینکا
 سمٹ کر گنبد مرن ہوا تعویذ مرن کا
 ہنسی سمجھا ہے کچھن پھونکنا میرے نشیم کا
 میں دل رکھتا ہوں شیشے کا جگر رکھتا ہوں آہن کا
 بہت ہوتیہ باز ارجل میں نرغ آہن کا
 لگاتا زانہ بڑے کے تسمہ میری گردن کا
 ہمارا دل ہو یا کمرہ ہو کوئی گنج گلشن کا
 قیامت تک اگے گا اُن دین پھول سوسن کا
 چکنے میں ہو غنچے مزہ بلبل کے شیون کا
 بنے برق تجلی دانہ دانہ میرے خرمن کا
 کہ گل ہے میکشون میں خاتمہ ہوا ج سادہ کا

ظہر ہوتا ہوں بستہ روک کر اس شوخ چرخ کا
 خیال آیا جو ساقی اُس صراحی دار گردن کا
 سوے پر شرم عصیان حرز بازو ہو گئی بھکو
 قدم بیاں بھونکا کر رکھتی ہو بجلی بھی جاتی ہے
 اٹھاؤں نختیاں لکھوں کڑی بات اٹھ نہیں سکتی
 بہاے تیغ بڑان نقد جان اہل جرأت ہے
 وہ مشتاق شہادت ہوں کمی جلا د اگر کرتا
 تصور سے سن رویوں کے یہ خالی نہیں ہوتا
 مسی مالیدہ لب سے کی ہو کلی جس گلے اُس سے

وہ محدود داشت ہوں کہ بھکو سیر گلشن میں
 لرم فرما جو ہوا بر کرم میری زراعت پر
 یہ کس گریان کا ساقی میکدے میں دور آخر ہے

فراق یار نے بچپن مجھ کو را

شکست دل کا باقی رہنے غربت میں اثر رکھا
برابر آئنے کے بھی نہ سمجھے قدر وہ دل کی
مائے دیدہ دل دونوں میرے شکستہ چین
تھکے سنگ در کا ایک ٹکڑا بھی جو ہاتھ آیا
جان میں ساتھ اپنے کیوں لجاؤ لگانا صبح کو
نہ کی کسے سفارش میری وقت قتل فات

غضب سے وہ میرے آتے ہی معلوم ہوتا
بڑا احسان ہو میرے سر پہ انکی لغزش پا کا
زمین میں دانہ گندم صدف میں ہم ہوئے گوہر
ترے ہر نقش پا کو رکھ دین سجدہ کر بیٹھے

ادھر رکھا

ہل وطن کو خط تو اک گوشہ کتر رکھا
اسے زیر قدم رکھا اسے پیش نظر رکھا
عجب یہ طفل ابتر تھا نہ گھر رکھا نہ در رکھا
عزیز ایسا کیا مر کر اسے چھاتی پہ دھر رکھا
سُلوک ایسا ہی میرے ساتھ ہو حضرت خلیفہ رکھا
ن نے ہاتھ جوڑے تیغ نے قدم پہ سر رکھا
جگہ خالی جو پائی یار کو غیروں نے بھر رکھا
اُسے بے تماشا ہاتھ میرے دوش پر رکھا
ہماری عمر نے ہر معرکہ میں ہم کو در رکھا
جہاں تو نے قدم رکھا وہاں ہم نے بھی سر رکھا

امیر اچھا شگون ہو گیا ساتھی کی درخت میں

جو برسا بر رحمت جلے و شیشوں میں بھر رکھا

جلانا چاہتی ہو جب کسی سربز گلشن کا
وہ ہوں جاننا ز قتل پر گمان ہو چکو گلشن کا
ترا خیر گلے پر غیر کے کیونکر نہ رک جائے
نہ پوچھو دیکھنے کا حال مہنے کچھ نہیں دیکھا
ہزار آئی ہوائے دست جنوں یا عید آئی ہو
بھی خورشید تلکے گا کبھی ستاب جھانکے گا
بصیرت ہو تو انسان مز سبھی چشم و زنگان کی
کبھی کبھی کبھی تجھ نے میں دیکھا جو تھا بھگو

تو بھلی طوف کر جاتی ہو پہلے میرے خرمن کا
ترانہ بلبلوں کا جانتا ہوں بولنا رن کا
بہ غمزہ تو امی سفاک حق ہو میری گردن کا
یا ز گس کی آنکھوں سے تماشا سارے گلشن کا
بیان سے گلے ملنے چلا ہے چاک دامن کا
رہنا نہیں اچھا ترے کمرے کے دوزن کا
لے لے ہن چلیاں آنکھوں پہ پردہ تیری چلن کا
ہو اجمع مرے تابوت پر شیخ و برہمن کا

کبھی نہ خار کو دامن مرا پسند ہوا
نہال تاک کا ریشہ سے کمن ہوا
شب وصال ستارہ مرا بلبست ہوا
پسند اپنی ہے مجھ کو یہی پسند ہوا
جو گرم ناز ہوا میں نیاز مست ہوا
ہزار شکر کہ ہدیہ مرا پسند ہوا
کہ شعلہ آگ کا سر سے مرے بلبست ہوا
بڑھا جو گیسوے جانان مجھے کمن ہوا
ہزار بند لفاغہ کیا نہ بـ

کیا قبول نہ گل نے مرے گریبان کو
تھکاری سی آنکھ کے ڈورے نے دل مرا کھینچا
چھڑک کے آئے وہ زلف سیاہ پرافشان
نہ پوچھ اُفت خالی سیاہ کا باعث
کوئی حسین نظر آیا بنا میں عاشق زار
مزہ بلا سگ جانان کو استخوان کھا کر
برنگ شمع جلایا یہ سوز اُفت نے
کھلا جو یار کا جوڑا تو دل کھنچا میرا
لکھا تھا خط میں جو حال اپنی چشم حیران کا

المیر پا۔

کبھی نہ ہاتھ سوئے اغیا بلبست ہوا

بان زخم سے ہم چوم لین گے ہاتھ قاتل کا
مگر کھایا ہے چر کا برق نے بھی تیغ قاتل کا
خلمہ چھوڑے منک جو ہسایہ ہو سائل کا
کہ ہر منزل پہ دھوکا ہو مجھے قرآن کی منزل کا
نہیں نکلا ابھی تک سقین سے ہاتھ قاتل کا
درِ حث میں آئینہ اگر ہوتا مرے دل کا
بہت دشوار روزہ رکھ کے ٹوک کر ناہی منزل کا
نئی سو جھی گلا بسل سے ٹوٹا مہ بسل کا
ٹھکانے مجھ کو مارا اسے جھکا کے منزل کا
کہ عزرائیل اک جلا دے سر کار قاتل کا

کمالین گئے تہ خمشیر بران حوصلہ دل کا
ترپنے میں کھا جاتی ہے کچھ انداز بسل کا
عجب کیا ہو اگر گردن تہیہ تنوے کھینچا ہو
سفر میں یاد اسکے شعیف عارض کی ایسی ہے
بہر کشدوے کیونکہ دامن قتل میں حیران ہوں
یقین ہو دیکھنا عالم یہیں سے شکل جو روئی
کیا تو آب و دانہ ترک راہ عشق میں لیکن
فساد اُس ترک کو عشاق میں نہ نظر ٹھہرا
بھلا کر مانگ کی اُفت کیا برباد آنکھوں نے
نہو جب تک کہ حکم اُسکا کرے وہ قتل کیا لیکن

پہلے پھوٹے چمن میں دفن کرنا چاہیے بلکہ
کہ ہون مارا ہوا اک نوجوان گلرود کے جوین کا

آسمیر آیا نظر جب جو دعویٰ کا چاند سجھے ہم
کسی نقاش نے کھینچا ہے نقشہ اس کے جوین کا

جل کے خاموش چرخِ ید بیضا کرتا
گو ہر اشک کو مین آنکھ کا تارا کرتا
مجھ سے ہوتا کہ مین جلاؤ کو رُسوا کرتا
کبھی فرعون خدائی کا نہ دعویٰ کرتا
گردِ شبن لاکھ ترا یاد یہ پسا کرتا
خاک اس گلشنِ ہستی کا تماشا کرتا
خضر سے کیوں نہ ملاقات میسا کرتا
کچھ مین سامانِ تری دعوت کا مٹا کرتا
اک ٹھکونہ

سیر اگر میرے سیدہ خانے کی موسیٰ کرتا
آبرو گردِ یتیمی مین جو پیدا کرتا
ہاتھ رکھے مین اٹھا زخمِ گلو پر دمِ حشر
تو وہ بُت ہے تری نخوت سے جو ہوتا آگاہ
جب تلک گنبدِ دوار کا ہوتا اک
نور آنکھوں مین نہیں نام کو زکس کی طرح
خطِ پشتِ لب جان بخش نہیں جائے عجیب
اے اجلِ دین ترے آنے کا جو ہوتا معلوم
غم اٹھانے کو بیت تھے ترے بندے یاب

دوہوا مید بر آرمی پہ آسمیر آجاتے
پہلے مین ترکِ تنہا کی نشا کرتا

تمذ کا جھونکا بجھے گم نہ
جلا مین آگ پہ نالان اگر سپند
درِ کریم سنا ہے کبھی کہ بند ہوا
خدا کے سامنے رتبہ برا بلند ہوا
جلرود ہے جو ترے تیر کو پسند ہوا
کبھی نہ شرم سے دستِ دعا بلند ہوا
کبھی سنا ہے کہ عکس آئینے مین بت

غیبِ اُس کے لبِ بام تک بلند ہوا
جہان کسی کا دکھا دل مین دردمند ہوا
کھلا ہے بابِ اجابت دعا تو کر غافل
برنگِ اشکِ ناستِ گرا جو آنکھ سے مین
گلا وہ ہے جو تری تیج کو ہوا مقبول
کیا د فورِ محاصی نے حوصلے کو پیست
دل مرا ہو کر حسینِ خیالِ یار ہے نقش

سوا ہے ایک شب سے کب زمانہ ماہ کامل کا
 تو عالم مرغ بسم اللہ میں ہو مرغ بسل کا
 کبیں اویخت جانی ماتھ جھوٹا ہونہ قافل کا
 تڑپنا کس طرح دکھا گیا اُسے مرے دل کا
 بگولہ جو اٹھا قبۃ بنا لیلے کے محل کا

تھی حد سے بڑھ جائے تو ہوتا ہے نوال آخر
 وہ ہو خوریز عالم تو جو رکھنے ناز سے انگلی
 لڑی اتنی نکر سوا کر لگی کیا قیامتیں
 الکی اشک بھرتے تھے اُنکی سرد آہوں پر
 نئی معراج پائی ہو غبارِ گورِ معنوں نے

آمیر اتنا موانابت کشاکش سے محبت کے
 مسافر کو لیے جاتا ہے کھینچے شوق منزل کا

زد پہ تیر نگہ ناز کے آ رہتا تھا
 دل کو اُس شعر کے قدموں سے لگا رہتا تھا
 باب تو بہ کی طرح اُس کو کھلا رہتا تھا
 نقشِ بابن کے سر راہ پڑا رہتا تھا
 اے حیا تجھ کو انھیں آنکھوں میں کیا رہتا تھا
 رنگ سے بو کی طرح گل کو جدا رہتا تھا
 جاپٹے تھے تو وہین ہم کو پڑا رہتا تھا
 اپنے عالم میں ہمیں سب سے جدا رہتا تھا
 بنکے شوخی تری جتوں میں بنا رہتا تھا
 میرے دل کو مری چھاتی سے لگا رہتا تھا
 دارن یار کو مجھ سے نہ کھینا رہتا تھا
 نیم جانوں کو سر راہ پڑا رہتا تھا
 عشق کو حسن کے پردے میں چھپا رہتا تھا
 قامتِ یار کے سائے میں پڑا رہتا تھا

اسکی چلبس سے نہ عاشق کو جدا رہتا تھا
 سرخروئی تھی جو منظور تو مانندِ حینا
 ہو گیا بند در سیکدہ کیا ہر ہوا
 شوقِ پاؤں حسینان جو تجھے تھا ایدل
 چشمِ زگس نہ ملی دیدہ آہونہ رطا
 پھولنا تھا نہ ہمار چن ہستی پر
 لے بتجانے سے کہے کو تو کیا بھر پایا
 مل کے عالم سے ہوا اور ہی عالم اپنا
 تھی اگر برقِ تجلی کو نہا شش منظور
 کیوں گیا کو چہ گیسو میں جافت میں پھنسا
 تیج اُسکی جو بہت مجھے کشیدہ تودہ
 شاید اُس ترک کے تو سن ہی کو رحم آجاتا
 سن ترائی ارئی گو کو بھی کتنا تھا ضرور
 تھا اگر قتبہ عشر کو دو بالا ہونا

سینوں کا گھٹایا رتبہ ایسا حسرتیں تیر
اثر ہی ناتوانی کا یہاں تک بعد مرئی کے
لگا خنجر جو سینے پر ہوے کیا کیا را قیدی
مدد ای سخت جانی فوج کو نیکو وہ بیٹھا ہے
رہ اُلفت میں بے آبی دفن کی دلوں کو آفت ہے

لگائے مجنون کو جو اب خیمہ لیلیٰ پہ محل کا
کہ ستم بنتے بنتے زال بچائے مری گل کا
ہزاروں حسرتیں گلین جو دروازہ کھلا دل کا
کوئی دم او چھاتی سے لگا لون پائون قاتل کا
خضاب چاہ اگر ہو خشک منزل

امیر ایسا کیا بیتاب شوق قتل نے میرے
ہے اُس تُرک کے خنجر پہ عالم مُرغ بسمل کا

ترسی گردن پہ ہو گا خون حسرتاے بسمل کا
انشان ازا نامہ بر کیا پوچھتا ہے قصر قاتل کا
فرشتوں پر عیان ہو سحر اُس زہرہ شام کا
مزاج ایسا تپنے سے ہی رہم میرے قاتل کا
عجب کیا تن پہ میرے نغم دامن دار کا ہونا
نکیرین کن ادم لینے دو پھر لڑ جھگڑ لینا
الگ یاروں سے بٹھلاؤ بلایا جو غیر و نکو
زبان پر تذکرہ اُس تیغ ابرو کا جو ہے ہر دم
ضعیف ایسا کیا ہے ستمی راہ محبت۔

لگا وہ یاس بس کر دل بھرا آتا ہے قاتل کا
لگا ہے آئنے ہر ایک درمیں چشم بسمل کا
خط چاہ ذقن ہے یاد دھوان ہو چاہ بابل کا
چھری دیکر پکڑ کھتا ہے بازو مُرغ بسمل کا
اُڑا یا دھنگ چاک تھپنے دست قاتل کا
ابھی تو میں تھکا ماندہ چلا آتا ہوں منزل کا
جدا دفتر سے رہنا چاہیے افراد باطل کا
صد میری کہ نا ہے گلے مُرغ بسمل کا
کہ چلنا دو قدم کرنا ہے طی دو لاکھ منزل کا
بنائیں کا سہ گر کا سہ اگر کوئی مری گل کا
مسافر اُسے کرتا ہے سامان دن کی منزل کا
لگائیں تیر بے تودہ بنائیں وہ مری گل کا

وہ گریان ہوں ہے بے آب خود لبر زبانی سے
غفلت سفر

اُمی بعد مرن بھی رہے مشق ستم مجھ پر
اُکھی غفلت نے بے نقطہ کب عالم میں
جو بھیری آنکھ غیر و نکو تو اٹھا لطف یاروں کو

بگ غفل کا

کوئی دم پر کیا نہ ٹھہر دل میں تیرے تیر کا
وقت صید آیا تصور جب قضا کے تیر کا
زخم دل ہلکوتا دیتے ہیں تیرے تیر کا
مجھ سے وحشی کا کھنچے مانی سے نشتہ دخل کیا
ہوں وہ مجھ کو جھاڑتا ہوں اٹھکے ہیں اک صبح
جب تھکا کر دوں مرے لئے اٹھایا بارش
ہوں وہ مشتاق شہادت دیکھ کر میری ترب
رات دن پہلو میں ہو کوئی نہ کوئی سیم تن
دشت وحشت میں چٹھے ہیں خار ایسے ہر قدم
جو وسیلہ غیر کا ڈھونڈھے نہ ہو کیونکر خراب
اہل دولت نے سولہ صاحب جزا کی
حشر میں پائیگا خوش خوشی کی ایذا سے سزا
پھونکتی ہو جھکو اُس گیسو کی افشان کی چمک
تو وہ ہے ناوک فلن تیرا بہک جائے پڑا تھ
حلقہ گیسو میں پائی نقد دل دیکر جھکے

ہلکیا کیا کیا پھر کد دم ترے پنجر کا
چلدا یا صیاد چھپا چھوڑ کر پنجر کا
ام ہے نقش قدم بھاگے ہوئے پنجر کا
رنگ صفحے پر نہیں جتا مری تصویر کا
رستہ جاو بٹھے سے کوچہ زنجیر کا
بوجھ سر پر رکھ لیا اس فوجوان نے پیر کا
صورت نسل پھرک جاتا ہو دم شمشیر کا
جذبے لاپنا بھی نسخہ ہے کوئی کسیر کا
پانوں شانہ بنگیا ہو گیسوئے زنجیر کا
حال ہوتا ہے پریشان خاک و انگیر کا
سیم و زر سے تیرے زرخ آہن و شمشیر کا
پوست کھینچا جلے گا صیاد آہو گیر کا
دل ہے پروانہ چراغ خانہ زنجیر کا
آپ اڑ کر تھام لے پنجر پلہ تیر کا
دید یا پہلے کر ایہ خانہ زنجیر کا

کس پری کی زلف سے تشبیہ اسکو ہے امیر
سلسلہ ہو پنجاکمان جا کر مری زنجیر کا

روتی ہے ٹھہر برکمان کھڑکھ کے پلہ تیر کا
گیسو بے سچان دھوان ہو خانہ زنجیر کا
منہ نکا کرتی ہے حیرانی مری تصویر کا
دار مجھ تیر سے بڑھ کر پڑا شمشیر کا

ظالموں کو بھی ہوا نام ترے پنجر کا
عارض تابان ہو شعلہ نالہ شبگیر کا
اُس نہ سکتے مین آجاتا ہو جھکو دیکھ کر
سینہ مجروح مرہ ہو دل ہو ابرو سے دھیم

محتسب شرکیان

ساتی مین صراحی کا گلار ہنا تھا

ساز تھا مجھ سے جو آہ دل سوزان کو آئیں

برغم بکے مری گور پہ چھار ہنا تھا

ادیکھو دل سا آشنا نا آشنا کیونکر

ہ کے سو پر دون مین عالم آشنا کیونکر ہوا

تو سلامت درد میرا لا دوا کیونکر ہوا

ایسے بیدردون مین یہ درد آشنا کیونکر ہوا

قصہ بیان کر کیا ہوا کیونکر ہوا

تجھ سے شاہنشاہ کا بندہ گدا کیونکر ہوا

دل اگر میرا نہیں ہے آپ کا کیونکر ہوا

کتنے کس منہ سے بتائیں کیا ہوا کیونکر ہوا

مر گئے پر پوچھتے ہو کیا ہوا کیونکر ہوا

دشمنوں سے دوستی کا حق ادا کیونکر ہوا

نامہ بر میرا سزاوار کیا کیونکر ہوا

ذبح کرتے وقت اتنا جی کرنا کیونکر ہوا

دیکھ تو آئیں صورت آشنا کیونکر ہوا

خود بخود وہ خود پسند و خود نما کیونکر ہوا

خلق یہ کیوں پوچھتی ہے ماجرا کیوں

بے نیک چھڑکے یہ زخموں مین مزا کیوں

چھین کر دھپا کر کیا ہوا کیونکر ہوا

میرا جھگڑا نہ پوچھو فیصلہ کیونکر ہوا

چھین پوچھو دریا مجھ سے جدا کیونکر ہوا

شکارا راز حسن کسب یا کیونکر ہوا

سے سیسا میرے دشمن ہوں شغائے نامید

جہ حیرت اہل دنیا مین ہے اپنا حال دل

بوش مین آبدھاس اتنا نہوروتا ہی کیون

پنا بندہ بھی مجھے کتابت پھر غلج بھی

از اٹھائے مین نے پالا مین نے حضرت کون ہیں

پوچھتے قاتل باں تیغ سے سب سرگذشت

جیتے جی برسوں مین تڑپا تبتی تے خبر

مین نہ مانو نگا کہ دی اختیار نے غیب قتل

خط لکھا تھا مین نے میرے ہاتھ کرنے تھے قلم

لوٹنا دیکھا نہیں جاتا بنے ہو نرم ل

دل اگر ہو صاف کچھ مشکل نہیں دیدار یار

مین مانو نگا یہ آئینے کا ہے سارا قصور

اُس نے کھینچی تیغ بیان سر جھک گیا قصہ مٹا

چاٹتی ہو کیوں زبان تیغ قاتل بار بار

داور عشر کو بھائی میری اسٹیج چھاڑ

وہ بلا تھی مر گیا چھنسر کا

بات کتنا بھی تمہارا ہوتا کتنا
ہنس پڑے سپہ تو بھر حرف تمنا کتنا
نہ مری طرزِ خوشی نہ کسی کا کتنا
صبح نزدیک ہیں اُن سے ہے کیا کیا کتنا
میں یہ کتنا خون مرے شیر تر کیا کتنا
عین غفلت ہو مری آنکھ کو دریا کتنا
شعرِ بہن نور کے ہے نور کا تیرا کتنا
ارنی منہ سے نہ اے حضرت موسیٰ کہنا
اب ا

پسے مونی و سب میں جو
جو بڑا بھی تو اُسے چاہیے اچھا کتنا
زندگی بھر تو کیا میں نے تمہارا کتنا
مرحبا صل علی صل علی کیا کتنا
لبِ محراب کے نام خدا کیا کتنا
سچ تو یہ ہے کہ بُرا ہے انھیں اچھا کتنا
میرے اللہ بجا لاؤں میں کس کا کتنا
لطیف کتنا
جامہ تن کو مرے چاہیے نما کتنا
آپ سنتے نہیں کانوں سے بھی میرا کتنا

صاف کہتے ہو مگر کچھ نہیں کھلتا کتنا
روکے اُس رخ سے قاصدِ مراد نا کتنا
مثلِ مکتوب نہ کہنے میں ہے کیا کیا کتنا
اور تھوڑی سی شب وصل بڑھائے باب
بھار کھاتا ہے جو غیر دیکھ چٹ کر سگیا
ہر مہرِ معشوقہ میں ہیں بیانِ سوطوفان
وصفِ رُخ میں جوئے شعروہ ہنس کر بے
لاسکو گے نہ ذرا جلوہ دیدار کی تاب

لیا عہد کبھی کچھ نہ کہیں گے منہ سے
خاک میں ضد سے ملاؤ نہ مرے آنسو کو
یہ نادان ہیں جو لپچھے کو برا کہتے ہیں
بتو یادِ خدا کرنے دو
پڑھتے ہیں دیکھ کے اُس بت کو فرشتے پرورد
و بتو تم جو ادا آکے کرو مسجد میں
ان جہنوں کی جو تعریف کرو چڑھتے ہیں
شوق کبھی لے

ساری محفل کو اشار و نغین ٹاڈا و ابجان
گھٹے گھٹے میں رہا عشق کمر میں آدہ
میں تو آنکھوں سے بجالاتا ہوں ارشادِ حصہ

جستی طبع سے استاد کا ہر قول آہ

ہو زینِ ست گر چاہیے اچ

طوق مجنون کی گرانی کیا لگا ہوں پر چڑھے
 توڑ کر سینے کو کاٹا ہے تری مڑگان نے دل
 کیا حقیقت دو جہان کی دستِ دل کے حصّہ
 کچھ دمِ آخر نہ اٹھا سخت جانی کا مزہ
 کیوں جو مطلق ہو گا حشر میں حیران ہوں
 رنگ لایا جوشِ وحشتِ عشقِ چشمِ یارِ مین
 یاد دلواتی ہے کیا کیا مائے بکلی کی ترب
 اس قدر کھٹی مری تقدیر کی برگشتگی
 اگر م بازارِ تجلی تیری باتوں سے ہوا
 مر گیا دیوانہ کا کل تو حسرت نے کہا
 تھا کسی کی ابرو سے خمدار کا یہ انتظار

ایک حلقہ ہو مری اُتری ہوئی زنجیر کا
 توڑا سین تیر کا ہے کاٹ ہے شمشیر کا
 لامکان اک مختصر گوشہ ہے اس تعمیر کا
 پاس مجھ کو آگیا قاتل تری شمشیر کا
 کیا جنازہ آئیگا وان عارشِ دلگیر کا
 زنگیں شلاہے ہر حلقہ مری زنجیر کا
 بے تحف وہ اُگل پڑنا تری شمشیر کا
 گھس کے اُٹا ہو گیا قط خامہ تقدیر کا
 لو ہے شمعِ طور کی شکل تری تقدیر کا
 آج کیا ویران نظر آتا ہے گھرِ زنجیر کا
 دیدہ جوہر مین اٹکا آکے دمِ شمشیر کا

گردِ بادِ آسا زل سے ہوں مین وہ وحشی امیہ
 خاکِ غربت سے بنا خاکِ مری تصویر کا

جوہر کی طرح تیغ سے پسِل پٹ گیا
 وحشی وہ ہوں چلا جو مینِ نذران کو ڈرتے
 اس ترک کی مڑہ کا تصور بندھا اگر
 غنچہ کی شکل ہو گئے فصلِ خزانہ میں پھول
 وحشی ترا گیا لبِ دریا جو پائوں سے
 چمکی یہ کس غریب کی صحرائیں برقی آہ
 میلی تو محلِ دلِ مجنون مین بختی مین
 پردے رنگ عارِ نگر عشق مین امیر

میر۔ ے گلے سے دور کے قاتل پٹ گیا
 قدموں سے جا وہ شل سلاسل پٹ گیا
 کانٹوں سے جا کے آبلہ دل پٹ گیا
 مکتوبِ اشتیاق عسارِ دل پٹ گیا
 زنجیر بنگے دامنِ ساحلِ پٹ گیا
 رہزن سے ڈر کے ہر دمنزل پٹ گیا
 دیوانہ تھا جو دیکھ کے محلِ پٹ گیا
 پروانہ شمع سے سرِ مغل پٹ گیا

قصر سلیمان غریب خانہ ہوا
 — جلال سے مرجع کا زمانہ ہوا
 ہمارا سر نہ ہوا سنگ استانہ ہوا
 شرار شہت سے روشن چ نہ ہوا
 اگر جو آنکھ سے آنسو دیر لگانہ ہوا
 جو اپنی کشت بین سرسبز کوئی دانہ ہوا
 مگر نصیب نہ دور روزا تیشیا نہ ہوا
 کہ خالی چہرہ زنگی چسراغ خانہ ہوا
 کہ چشم دام کے آنسو سے سبز دانہ ہوا
 یہ حسن و عشق تو اب ہو اسے زمانہ ہوا

قدم حضور کے آئے مرے نصیب کھٹے
 ترے جمال نے زہرہ کو دور دکھلایا
 کوئی گیا در جانان پہ ہم ہوئے پامال
 فروغ دل کا سبب ہو گئی بھی جو ہوس
 جب آئی جوش پہ میرے کریم کی رحمت
 حسد سے زہر بن آسمان میں پھیل گیا
 اپنے مہینوں ہی تھکے غریب بھلے نے
 خیال زلف میں چھائی یہ تیرگی شب بھر
 جوش گریہ ہوا میرے صید کرنے پر
 نہ پوچھ ناز و نیاز اسے میرے کب سے ہیں

ٹھائے صدمے پہ صدمے تو آبرو پانی

امیر ٹوٹ کے دل کو ہر لگانہ ہوا

آگے آگے سیکڑوں اکا تھا فتح طور کا
 ہم یہ سمجھے پھول ہاتھ آیا منال طور کا
 ب کیجا ہو گا ٹھنڈا مرہم کا نور کا
 لچلچلاں قربت بنا کر نذر کو انگوڑ کا
 لہزہ ٹھین گئے نہ غلام کے نہ غمزدہ کا
 لہزدانے شوق سترل ہو ارادہ دور کا
 لہجہ نہ مگر غمیرین بڑھانے دل تو اس دور کا
 دیکھ کر تھکواڑ جاتا ہو چہرہ خور کا
 سب بڑی سرکار حق رہتا نہیں مزدور کا

کتنے تک سے دیمان یا اس رخ پر نور کا
 مل گیا بوسہ جو اس کے عارض پر نور کا
 رنگ داغوں میں مسے پیدا ہوا ناسور کا
 رفتہ رفتہ راہ پر لانا ہے واعظ کو ضرور کا
 اولیٰ کیا فردوس کو ضلوعین نازک طبع جون کا
 ہر قدم پر دامن وحشت میں کتا بختہ دل کا
 کستہ کھینچی مشقت کو کہج نے عشق میں
 محسین کیا منہ ہو پوچھا جو تیرے نیم چہرے کا
 بارگاہ حق سے طاعت کی ملتی ہو جزا

| | |
|--|--|
| <p> قدم قاصد جانان سے مخبر خانہ ہوا حسد سے طرہ مضمون مرا لگانہ ہوا مہمان جو بے خدایے غفور کی رحمت ریاض ہرین پوچھو نہ میری بربادی کمان حسن نہ تھی آستانے تیرا دا خدا کی راہ میں دیتا ہے گھر کا بھر لینا ہوانہ غیر کا احسان پس فائدہ شکر بڑا جو سیلہ کیسو تو وہ کمر چلکی نشان غیر کہاں صید گاہ وحدت میں جنون کا جوش گھٹا تھا کہ بوسے گل آئی گھڑی بھر ایک طرح پر سے قرائتیں ہجوم رنج ہے دنیا راغ ملتے ہیں یہ بدحواس کیا شوق جبہ سائی نے زمین اٹھائی یہ نالوں نے سر پہ وقت بچو </p> | <p> قدم رسول مرا سنگ آستانہ ہوا عدو کے خندہ دندان نہ سے شانہ ہوا مہجے جو نزاع میں آنسو سے بہانہ ہوا برنگ بوا دھر آیا ادھر روانہ ہوا کہ ناوک غم آفت کا میں نشانہ ہوا ادھر دیا کہ ادھر داخل خزانہ ہوا غبار اڑے سر قبر شامیانہ ہوا ڈھلا جو کاندھے سے آنجل تو درویشانہ ہوا بڑا ہدف پہ بھی تو تیر ہی نشانہ ہوا سمند ہوش کا تھا کہ تازیا نہ ہوا مزاج یا ربھی حق میں مرے زمانہ ہوا جگر کا چاک نہ ٹھہرا درخزانہ ہوا کہ سنگ راہ مجھے سنگ آستانہ ہوا بلند بام سے وہ سنگ آستانہ ہوا </p> |
|--|--|

بہتہ امیر کا منزل میں گور کے بھی نہیں

یہاں سے آگے الٹی کہ دھر روانہ ہوا

| | |
|---|--|
| <p> امیر لاکھ ادھر سے ادھر زمانہ ہوا سرباز کو تیرا ہی آستانہ ہوا ہوا فروغ جو بجھو غم زمانہ ہوا آسید جا کے نہیں اس گلی سے نیکی ہزار شکر نہ ضلوع ہوئی مری کبھی </p> | <p> وہ بہت وفا نہ آیا میں بے وفانہ ہوا شراب خانہ ہوا یا قمار خانہ ہوا بڑا جو داغ جگر میں چراغ خانہ ہوا برنگ عمر مرا نامہ بر روانہ ہوا کہ برق دیل میں تقسیم دانہ ہوا </p> |
|---|--|

آپ کی گرمی نے چمکایا ستارہ طور کا
کون سے گھر میں گذر ہوتا نہیں مزدور کا
بولتے ہیں آپ حضرت تام ہے منصور کا
ہو مزار انور کے سایے میں اس مغفور کا
تجھ کو دکھلا کر نہ دکھلائے خدا تھہر کا

جلوہ حسن الہی اور پتھر اسی کی
گور بھی بے گور کن
آدمی کا منہ ہے جو دعویٰ خدائی کا کرے
ہم وہ یکیش ہیں کہا پیر منان نے بعد مرگ
تو نمولے یار تو جنت جہنم ہے مجھے

غیرت اہل دول منظور ہے مجھ کو
بھیک بھی مانگوں تو کا سہ لون مغفور کا

سارے گھر میں نور پھیلا ہے چسپاں طور کا
مرہم کا فور سے منہ آگیا تا سور کا
بت بھی بنوایا کبھی مرنے تو سنگ طور کا
ہم بنل تجھ سے ہوئے پہلود بایا حور کا
بڑ گیا سایہ مگر میر سی شب دیجور کا
جوٹ یہ نزدیک کی ہوا رہ تھا وہ دور کا
گھر کسی کا گر بڑا گھر بن گیا مزدور کا
خامہ تقدیر نے کھینچا جو نقشہ حور کا
دیکھ لو گل کا ٹلہ کون رسم طور کا
مہر کے پنجے میں ہو دامن شب دیجور کا
خاک ہو کر سرمہ بنجاتا ہی پتھر طور کا
سونے والو کو جگا سکتا نہیں غل دور کا
بیٹھ بیٹھنے دو ذرا آتا ہوں اٹھا دور کا
جھک گیا سر آگے پاسے دار پر منصور کا

جبے باز صاف تصور اس رخ پر نور کا
بخت وار وین بجلے کیوں دل نہ بچھو دور کا
اس قدر مشتاق ہوں زاہد خدا کے نور کا
تجھ کو لائے گھر میں جنت کو جلایا رشک
گور کا فرس لیے ہو تیرہ و تار اس قدر
حسن یوسف اور تیرے حسن میں شاہی فرق
مصر تن بگڑا کسی کا گور کن کی بن بڑی
حیرہ جانان سے شرما کر چھپایا خلد میں
حاجت مشاطہ کیا رخسار روشن کے لیے
زلف دروکار سے نیرنگ قدرت ہی عیان
خاک ساری کر جو منظور آنکھوں میں جگہ
خافون کے کان کب کھلتے ہیں نگر خوشتر
پوچھ لینا سادہ وطن کا حال اسی اہل عدم
عمر کرتے ہیں عین جان سے بھی خاصان حق

ایک پتا بھی گرجا شاخ سے انگور کا
چوڑ رہتا ہے مشقت سے بدن مزدور کا
جوش خون گرم سے آیا ہے مٹھ ناسور کا
بند ہو دم میرے نالوں کی بدولت صور کا
حیرت موسیٰ بختی پردہ جلوہ گاہ طور کا
کتے بہن جنت جسے ہی قید خانہ حور کا
وقف کردو مول لیکر باغِ اک انگور کا

ہوں وہ میکش باغبان فرائض مجھے پرچہ لگا
بار دُنیا جسکے سر پر ہے اُسے راحت گہا
چاہیے دینی ہوائیں اُس کو آہ سرد کی
کب کی آچکتی قیامت یہ میرا احسان ہو
وادیِ امین میں بختی برق تجلی بے حجاب
روزِ خلقت سے وہیں ہوا ہر سکتی نہیں
خیر جاری کا جو اسی حضرت واعظ خلیل

سایان اپنے سیدہ خاتین کا بنواتا امیر
ہاتھ آجاتا اگر دامنِ شبِ دیہور کا

مٹا آنکھوں میں بھر جاتا ہو برقِ طور کا
بھیاں بھی آیا جودل میں مرہم کا فور کا
چٹکیاں لے لے کے زانو لال کر دے حمد کا
شمس کا فوری سے روشن ہو کنول بلور کا
رودیا میں دل بھر آیا سن کے نالہ صور کا
دل بہت ہوتا ہے تھوڑا مرد بے مقدور کا
جامِ ہیرے کا ہو خم ترشا ہوا بلور کا
گھر مرا کیا قید خانہ ہے شبِ دیہور کا
لطف اٹھاتا ہوں میں چھٹا چھتر کر زبور کا
نام ہی سنتے ہو مٹھ دیکھا ہے کس دن حور کا
ڈھیر سمجھے ہم کسی بادہ کش مغفور کا
آبِ حیوان گر نہیں شیرہ تو ہے انگور کا

کیا تڑپ رکھتا ہو شعلہ عارضِ پُر نور کا
غ سینہ جلٹے مٹھ چٹک گیا ناسور کا
خود بُت ہو جو جو بیت گئی
بیٹھتا ہوں وصف لکھنے اُسکے حسنِ صاف کے
درِ دہندہ میاں سکو کتے ہیں کہ روزِ حشر بھی
ہن پہلے بھگودے ساتی تڑپ
میں نہیں گئے آج ہم ساتی تکلف ہو ضرور کا
عمر گندی ہو کہ دم بھر کو کہیں جاتی نہیں
حاشیہ ترکان ہوں بکونوش سے ہلکا خوش
تم مزے سے حسن کے واقف نہیں کچھ زاہد
جب بندی پر رہے دیکھے کہیں کیے بچوں
اسی خضر زندہ کو کچھ مشکل نہیں عمر دارا

ہر ایک حلقہ ترے گیسو سے منبر کا
 بنوے علی کا تو دہ پیسہ کا
 پسانہ دانہ کبھی آسیا میں گوہر کا
 ہمارے روضے میں ہو فرش سنگِ مرمر کا
 کہ تنگ قافیہ ہے مصرعِ صنبر کا
 اٹھائے لائے ہیں کوڑا فقیر کے گھر کا
 زیادہ دیر نہ کرو اسطرح پہنبر کا
 علم گر اتونہ ٹھہرے گا پاؤں لشکر کا
 چلے آئے ہو مرقد سکندر کا
 ہمیشہ حال پریشان ہے کیا اگر کا
 مقام خوفِ نین شیر ہو جو پتھر کا
 نہ پاؤں کی خبر انکو نہ ہوش ہو سر کا
 خلافتِ رسم بناتا ہے قطعہ گوہر کا
 غضب ہر شیشہ اٹھائے جو بوجھ پتھر کا

دھارا من ہے ہم سے سیاہ کارون کا
 عیان ہو رجبِ خورشید اور شوقِ قمر کا
 جو صاف دل ہیں انہیں جو چہ رخ سے ہوا مار
 صفائے دل کا رہے کچھ نشانِ مرگ کے بہ
 ہوا یہ کس قدموزن کا بارغ میں جلوہ
 عبث ہو نازِ تمول پرانِ امیر وں کو
 شباب کو چہ جانان کو ہو روانِ قاصد
 زبان پہ نالہ ہو جب تک ہیں اشک بھی جاری
 جو کام آئے پس مرگ بھی کسی کا ہنر
 حصول کیا جو ملا اختیارِ دولت پر
 بدل کے شکل ڈراتا ہے کیا مجھے دشمن
 جہاں جگے سراپا تھے توڑ کی صو
 عزیز کر کے فلک کر رہا ہے بھگو ذلیل
 کہاں یہ سختی عالم کہاں دلِ نازک

نہ آسمان سے غرض ہے نہ آفتاب سے کام
 آہمیرِ شیشے کا محتاج ہے نہ ساغر کا

سائے کی بھی نگاہ سے غائب بدن ہوا
 جس گل پہ ہم نے رنگ بجایا چمن ہوا
 تن پیر ہیں تو پیر ہیں اپنا کفن ہوا
 علم خدا میں جا کے نہان وہ دہن ہوا
 تم آگے اپنے گھر میں غریب الوطن ہوا

یہ رفتہ رفتہ ضعف سے احوال تن ہوا
 جس غنچہ لب کو چھیڑ دیا خندہ زن ہوا
 انحر کی طرح نیست بتدریج تن ہوا
 یہ موشگافیوں سے ہوا خاعون کی تنگ
 آوارہ میں ہوا جو جگہ دل میں تنے کی

| | |
|--|--|
| موت کیا آئی تبِ فرقت سے صحت ہو گئی موزیوں کو حادثوں سے دھوکے کیا خوف ہے چشمِ ساغر بے سبب ہر دم لہو روتی نہیں جاتے ہیں میناۃ عالم سے ہم شوے عدم کی نظر جیسے کدورت سے رہا خاموش وہ جلوہ معشوق ہر جا ہے بصیرت ہوا گر | مٹکنے سے بدن ٹھنڈا ہوا رنجور کا بارشِ بلان سے گھر گرتا نہیں زنبور کا منجوں سے ساقیاد دل پھٹ گیا انکسور کدواں زخود رنگی سے ہو ارادہ دور کا ہے اثر گردِ نگاہ یار میں سینہ دور کا کرکبِ شب تاب میں عالم ہو شمعِ طور کا |
|--|--|

مر کے یار ان عدم کے پاس پہنچو نکا اکسیر
بہلتے چلتے جان جا

| | |
|--|---|
| یارِ شبِ دصال یہ کیسا گھر بجا آوازِ صُورِ شُن کے کما دل نے قبر میں کتے ہیں آسمان جو تھا اے مکان کو ہم جاگو نہیں یہ خواب کا موقعِ مسافرو تعمیرِ قبر کے کی ہے لازمِ بجاے قصر ہیں ہم تو شادمان کہ ہو خط میں پیامِ وصل جھکو نہیں جو اُنسِ محبت کمان مجھے نفرت ہے یہ خوشی سے کہ اشک اپنی گریبے | اگلے پہر کے ساتھ ہی بچھلا پہر بجا کس کی برات آئی یہ باجا کہ صحر بجا کہتا ہے آفتابِ درست اور قمر بجا نفتِ لہک بھی کوچ کا وقتِ سحر بجا زردارون سے کہو کہ کریں صرف زربجا بغلیں خوشی سے تو بھی تو اسی نامہ بر بجا تالی نہ ایک ہاتھ سے اے یہ خبر بجا ہمراہِ قسریہ کے بھی باجا اگر بجا |
|--|---|

چرخِ دیدہ ماہی بنامے گھر کا
ورقِ سیاہِ کرونِ آفتابِ عشر کا
خزانہ دیدہ گریان ہو حوضِ کوثر کا

ابوایہ بخشِ شبِ بھر دیدہ تر کا
لکھن میں حالِ جو اپنے خطِ مقصد کا
یہ کسکی یاد میں رو یا کہ آبرو پائی

| | |
|--|--|
| <p>گور کا پھول یار کا سببِ ذوق ہوا اس واسطے عطا نہ بتوں کو دہن ہوا کیا صرف کارِ خیر مرا پیر ہن ہوا نظارہ جمال سے بُت برہمن ہوا تب چار گز کسی کو میسر کفن ہوا غرِ بُت میں مہمان جو خیال وطن ہوا لو آگئی بہار میں تو بہ شکن ہوا ہم آئے کیا سفر میں کہ خالی وطن ہوا</p> | <p>اب سیرِ بلخ وصل کمان اور ہم کمان رکھنا تھا پاک پرششِ روزِ حساب سے صحافی ہو بچار بچار کے اس میں شراب ناب عاب کو تیرے جلوے نے مطلوب کر دیا رنگاہ و تارِ نفس م روئین پٹ کے خوب مرے دل کی حسیں اعظ کا تھا کھا تو فصلِ خزان تلک ہل عدم سب آئے تماشے کو آپ کے</p> |
|--|--|

خلوت میں تھا تو شاہِ معنی تھا میں امیر

اخوت سے انجمن میں جو آیا سخن ہوا

| | |
|--|---|
| <p>جو گل بنا تو جامِ شراب کہن ہوا برہم تمام سلسلہ انجمن ہوا برگِ شکوفہ پنبہ داغ کہن ہوا کھایا جو زہر بھی تو نہ نیلا بدن ہوا تم سے تو جو سلوک ہوا دل شکن ہوا انوس ہے کہ میں نہ ترا پیر ہن ہوا یون تو میں لاکھ بار غریب الوطن ہوا زاہد کہا کیا میں نہ تو بہ شکن ہوا یوسف کا پیر ہن رہے حق میں کفن ہوا مٹھ وقتِ داپسین بھی جو سوے وطن ہوا بیدار دجلتے ہیں شگفتہ چین ہوا</p> | <p>ب سے میں مست بہارِ حین ہوا باہم جو ذکرِ کُلف شکن در شکن ہوا آئی بہار پھر مجھے شوقِ چمن ہوا کس سبزہ رنگ پر وہ نشین کا تھا شیفہ کیا دون جواب شکوہ دل کا تھیں کہو رہتا ہمیشہ خلوت و جلوت میں ہم بغل اب کا سفر وہ ہے کہ نہ دیکھو نگاہِ وطن سُمرت ہوئی فراق میں ایسی شراب سے یعقوب دارِ کھل گئیں آنکھیں فراز میں اللہ ہے پاسِ خاطرِ غربت تراپ گیا بر سپر سے ہمہ تن ہے یہ دلِ غل</p> |
|--|---|

| | |
|---|--|
| <p>جھپکی پلک کہ آنکھ سے غائب وطن ہوا خلوت سے جب روان طرف انجمن ہوا شیخ حرم پچاے کہ مین برہمن ہوا دریا چھلک چھلک کے وہ چاہہ ذقن ہوا اک حسرتوں کی پوٹ ہمارا کفن ہوا ہاتھوں سے میرے چاک مرا بیرہن ہوا مہمان انجمن جو ہوا انجمن ہوا بھر دیکھنا نصیب نہ مجھ کو وطن ہوا اس ترک آج کیا وہ ترا بانگین ہوا روٹی لمونگاہ جو ذکر چمن ہوا رندوں میں دخت رزکا لقب جانن ہوا</p> | <p>دنیا کی سیر تھی کہ تماشا طلسم کا احوال گور و حشر و بین مجد پہ کھل گیا دکھلائے اویٹ آج تو بہر خدادہ شان رضت کے دقت دے یہ اس ٹھہرے کھلے ٹھہ غیر و نکو ساتھ لیکے جو آئے وہ گور پر صد شکر وقت اتنی تو مجھ کو فلک نے دی خلوت کہہ تھا دل گرا ب شکل آئندہ کیسی گڑی تھی گھر سے جو نکلا تھا بن غیب پہلی نگاہ یاس میں تو کا پھننے لگا صیاد ہم کمان وہ تماشاے گل کمان افشاں راز تانہ ہوز تابد پر کین</p> |
|---|--|

نعم البذل دیابھے اشد نے آئیں
دل ہو گیا جو خون تو رنگین سخن ہوا

| | |
|--|---|
| <p>جب رہن موفروش کے گھر بیرہن ہوا پیدا مرے زبان سے اُسکا دہن ہوا پتھر بنا جو شیشہ تو توبہ شکن ہوا مذت ہوئی کہ دادی غربت وطن ہوا تجھ کو کریم جان کے توبہ شکن ہوا اس سے مین ہم سخن سے ترے ہم سخن ہوا اس گھر میں جو گیا وہ غریب الوطن ہوا پتھر ہوا جو شیشہ تو توبہ شکن ہوا</p> | <p>وہ مست ہوں نصیب مجھے تب کفن ہوا چھیڑا جو میں نے بار کو گرم سخن ہوا کافر بدل کے بھیس سوار اہرن ہوا شکل وطن نہ صورت اہل وطن ہے یاد مجد مست کی ہو ہاتھ ترے یارب آبرو لالچ تھا واسطے ہی سے ذوق سخن ملے سو عکس آئے مین پڑے اور مٹ گئے مٹی نے جلم میں کے اُٹلے جہانکے ہوش</p> |
|--|---|

ساکن مسجد ہوا جا کر جھکا جو سرد قد
عشقِ عارض کر رہا ہے حُسنِ عارض کو تباہ

سچ مثل مشہور ہے سیدِ عالم گھر اللہ کا
لوٹا ہے لشکرِ شاہی اثاثہ شاہ کا
بات وہ کہئے بھلا جو حسین خلق اللہ کا
حیف ہے پیسا جو رہ جائے کبوتر چاہ کا
بن گیا سرد کنار جو الف اللہ کا
تہ کو جب پہنچے تو مضمون ماتہ آجاہ کا

پیس چہ رعدن بجایا چاہیے
آنسو و نکاح و شہ یہ ذکر الہی میں ہوا
گو ہر مقصد ملا بحرِ سخن میں ڈوب کر

نور ایسا دیدہ دل کو خدا بخشے امیر

سامنے روضہ نظر آئے رسول اللہ کا

ن مژہ ترسے ہو گیا
دکھو ہر دم میں خدا جانے سیر کیا
اب بلبلیں حُسنِ مین کہاں آگئی خزان
آیا عرق تو اور بڑھائی صفائے جسم
آخر ہوئی خیالِ خطِ سبز میں جو کس
بچتا شرارِ آتشِ گل سے نہ ایک خس
پیری میں آئی موت جو انی گزر گئی
تم کیا کسی نے نہ میرا تو کیا ہوا

تھوڑی سی آبر و تھی سودہ بھی ڈبو گیا
آیا نہ پھر کے منزلِ ہستی سے جو گیا
تھی دھوم چار دن کی وہ ہنگامہ ہو گیا
اُس گل کے بال بال میں موتی پرو گیا
سمجھا یہ میں خضرِ مری کشتی ڈبو گیا
پر ابرِ آشیانہ بلبُل بھگو گیا
جاگا تمام شب میں دم صبح سو گیا
ابر آ کے خاک گور پہ ہر سال رو گیا

حوالِ حسین تھا دل گم گشتہ کا امیر

رستے میں نامہ بر سے وہ مکتوب کھو گیا

صل کی شب بھی خفا وہ بیتِ مفرد رہا
عمر رفتہ کے تلف ہونے کا آیا تو خیال
جمع کدن ہوئے موسمِ گل میں منیکش

حوصلہ دل کا جو تھا دل میں بدستور رہا
لیکن اکدم کی تلافی کا نہ مقدور رہا
روز ہنگامہ تہ سایہ انور رہا

ممنون ہوں میں زمین کا بھی آسمان کا بھی
اجبا اپنے اپنے گھر و زمین ہیں جو عیش
حتیٰ ا قید میں مجھے کیا خواہش چمن
بیلی کے ناتے کو جو کیا ساربان نے تیز
لکنت نہیں فراق بڑا ناگوار ہے
مستی ملی جو اُس نے ہوا بد گمان میں

حاصل یہاں سے گوردان سے کفن ہوا
کس کو خبر کہ کون غریب الوطن ہوا
جھاٹے جربال پر تو قفس بھی چمن ہوا
سینے میں لوٹ کر دل مجنون ہرن ہوا
لب پر رُک جڈا جو زبان سے سخن ہوا
بوسے لیے یہ کس نے کہ نیلا بدن ہوا

راتوں کو کی سیسریہ ذکرِ خفی کی مشق

دل بنگیان زبان تو سینہ دہن ہوا

مر کر علو قدر سے عریان بدن ہوا
دل عشق میں یہ جاذب رنج و رجن ہوا
کس کا رُخ صبح یہ پر تو نکلن ہوا
دشتِ شکار میں جو وہ ناوک نکلن ہوا
چارہ غم فراق کا کیا ہے سوائے صبر
ممنون چارہ گر نہ ہوا میں ہزارِ شکر
اند رسی صفائے طبیعت کہ بعد مرگ
آج کیا یہ عشق دہان و کمرے لم
یا تجلی رُخ روشن جو دل میں سخی
یسا ہوا ہے اب تو زما نیکا خون سفید
افتاسے راز و جد جنوں ہی رنگ گل
بوچھو وہ کیا کچھ کئے بدلنے لگے لباس
نالے بدن کو توڑ کے نکلے رنگ نے

جورون میں قدسیوں میں تبرک کفن ہوا
مانند دلغ درد بھی جسند بدن ہوا
آئینہ وار مالک نہر لبین ہوا
جن کیا خشتہ بھیس بد لکر ہرن ہوا
کٹھری زبان جڈا جو زبان سے سخن ہوا
ہر داغ تازہ مرہم داغ کہن ہوا
گردِ بگاہ خلق سے سب کفن ہوا
پہنان نظر سے روح کی صورت بدن ہوا
فانوس شمع طور ہمارا کفن ہوا
آیا جو لعل ہاتھ میں دُرِ عدن ہوا
پوچھو ٹٹے سے چاک مرا پر ہن ہوا
سیلا بھی تلک نہیں میرا کفن ہوا
مٹھ بند کیا ہوا میں سراپا دہن ہوا

| | |
|---|--|
| ہو رہی ہے تری رفتار سے پامالِ چلن اہلِ آفاق جو کرتے ہیں فلک کا شکوہ نُ دندان سے ذرا کرچمنِ حسن کی سیر | تو نے یکھا چلن اے کبکِ خرامان کسکا یہ تو سمجھیں کہ یہ ہے تابعِ فرمان کسکا پھر ہے خرطے لبِ مسیبتِ رنخدان کسکا |
|---|--|

اس زمانے میں نہیں نامِ سخاوت کا آئینہ
کون محسن ہے اُٹھائے کوئی احسان کسکا

| | |
|---|--|
| جب تلک ہست تھی دشوار تھا پانا تیرا نہ جہت تیرے لیے ہو نہ کوئی جسم ہے تو ششجنت جہان چکے ہم تو کھلا ہیہ یہ حال صاف اس جنگ میں آتی ہو مینِ ضلع کی بو دے سزا مجھ سے طلب کر نہ صفائی کے گواہ نہیں بچنے کا ترے تیر فرہ سے دل زار دستِ نازک سے اُٹھا تیرے بھاری قافل اب تو پیری میں نہیں پوچھنے والا کوئی اے صدفِ چاک کر گیا یہی سینہ اکدن منہ دی ملتی ہو جو مشاطہ تو کتا ہے وہ شرخ دلِ عاشق کبھی ہوتا نہیں شرکان سے جدا درِ دمر ہونے لگا کبھی نامے کب تک کو سے قاتل کو تو ہوتا ہو تاہو روان تو قاصد اجلِ ایگی تو بجائے گی ہمراہ ضرور کیون تجھے ہم سے عداوت نہواؤ نفسِ شقی دور اگلے شعر کا تھا کبھی اور آئینہ | مٹ گئے ہم تو ملا ہم کو ٹھکانا تیرا چشمِ ظاہر کو ہے مشکلِ نظر آنا تیرا رگ گردن سے ہے نزدیک ٹھکانا تیرا دل ملاتا ہے یہ آنکھوں کا لڑنا تیرا کوئی مسیبت نہیں ہو سارا زما تیرا بالِ بازو ہے یہ اے ٹرکِ نشانا تیرا ہاتھ جھوٹے کا اتر جائے گا شانا تیرا کبھی اے حسنِ جوانی تھا زما تیرا تو یہ بھی ہے کہ گوہر ہے یگا تیرا خوب ہم جانتے ہیں آگ لگا تیرا ہے ترے تیر کے نزدیک نشانا تیرا مشکل اے طلعِ فتنہ ہے جگانا تیرا جان لے دم بھی عدم کو ہے روانا تیرا پیش جائیگا نہیں کوئی ہسانا تیرا ہنسنے کتنا کبھی جھوٹوں بھی نہ مانا تیرا اب تو ہے تلکِ ممانی میں زما تیرا |
|---|--|

| | |
|--|---|
| گر دیش بخت کمان سے ہیں لائی ہو کمان راستبازی کر اگر ناموری ہے درکار وہ تو ہے چرخ چارم پہ پہنچ محلے پر فصل گل آئی گئی صحن چمن میں سوار جلوہ برق تجلی نظر آیا نہ کبھی زلفِ سُخِ دونوں ہیں جانیسے جوانی کے خراب غول صحرائے مرا ساتھ نہ چھوڑا شب بھر | منزلوں وادی غربت سے وطن دور رہا دار سے خلق میں آواز ہر منظور رہا سچ ہے عیسیٰ سے بھی بالاتر اُمردور رہا اپنے سر میں تھا جو سودا وہ بدستور رہا موتوں جا کے بن زیرِ شجرِ طور رہا مشک وہ مشک نہ کا فورہ کا فورہ رہا ایکے مشعل کبھی نزدیک کبھی دور رہا |
|--|---|

ہم بھی موجود تھے کل مغل جانان میں امیر
رات کو دیر تک آپ کا ذکر رہا

| | |
|--|---|
| اسرارِ زمین اسے تن سجان کسکا نہ تو یہ حور کا طالب نہ پری پر مائل چھوٹے قیس کا فریاد کا دل پیدا کر غیر کا حال سنوں میں یہ مجھے تاب بھی ہو دانت ہر وقت ہمارا بھی ہوا غیار کا بھی جامہ گل کو جو کرتی ہے سطر ہر صبح گنگھی جوئی سے کسی دم انھیں فرصت نہیں غنچہ گل جو چٹکتے ہیں یہ آتی ہے صدا صورت گل جو تکلفہ ہیں مرے زخم جگر منجھے کھول کے دل کہ نہیں سکتے ہیں قدم داع حاصل نہو کیونکر تجھے برنامی کا مخوف ہیں بخِ بقیس سے پریان کیسی | شہر بیگانہ ہے یاں کون ہی پُرساں کسکا نہیں معلوم مرے دل کو ہے ارمان کسکا پھر تو یہ کوہ ہے کسکایہ بیابان کسکا ذکر کرتے ہو مرے سامنے جانان کسکا دیکھتے تھے وہ سب زخندان کسکا چھوٹے آئی ہے صبا گوشہ ارمان کسکا کیا خبر ہے کہ ہوا حال پریشان کسکا عندلیبون کے سوا ہے یہ گلستان کسکا یاد آیا ہے مجھے چہرہ خندان کسکا کوئے اُفت میں ہی باز دعا ہوا میدان کسکا سامنا تو نے کیا اسے مہ تابان کسکا آج منہ دیکھ کے اُٹھا ہے سلیمان کسکا |
|--|---|

شکلی نے کیا کام موسیٰ کی کا
 کہ اس سے جرم ہوا ہو گا آشنائی کا
 کہ ہے یہ کوئی ستارہ شبِ جدائی کا
 جنوں کے ہاتھ میں امن ہے پارسائی کا
 اثر ہے یہ تری چو کھٹ پہ جھلسائی کا
 لحاظ آ ہی گیا آخر آشنائی کا
 یہ خوب وقت ہے تقدیر آزمائی کا
 جہاں کسی کو مستاذوق دلربائی کا
 کہ تو بھی داغِ بے دیگا کیا جدائی کا
 غبارِ مین بھی ہے عالم وہی صفائی کا
 مگر جو بیٹھنے سے شوق خود نمائی کا
 کہ اکھش کو کھو خطِ مین نارسائی کا
 وہ جانتا ہے کہ مشتاق ہے رانی کا
 کہیں مہاڑ سے ہے سخت دینِ جدائی کا

ہوا وصال تو صدمہ ہوا جدائی کا
 کسی گنہ پہ کوئی قتل ہو مین کتا ہون
 مین آفتاب قیامت کو دیکھ کر سمجھا
 بہار آئی ہے پھر خیر ہو حشرِ اوند
 نگینِ آیتِ سجدہ ہوئی ہے پیشانی
 لپٹ گیا سب جانان ہمارے دامنِ
 وہ آزمائشِ شمشیرِ ناز کرتے ہیں
 ہمارے دلمین وہ گنہ گدھی ہوئی پیدا
 اٹھا جو درد تو گھبرا کر میرے دل نکلا
 گھر کے گرد بیٹی ہے میرے دل کا لال
 حیاتِ تو اسکو بٹھائے ہزار پر دین
 پہونچ سکا نہ وہاں نامبرِ تو دل نے کہا
 یہاں ہو ذوقِ ہیری مین مجھ پہ حالتِ وجد
 کی طرح نہ کنا کو کہن کے کاٹے سے

اٹھو امیرِ نہیں ملنے کی وحشتِ دل

یہ عذرِ لنگِ تمھاری شکستہ پائی کا

مجھے تو شوق ہے اے حسنِ جو لڑائی کا
 مجھے یقین نہیں آتا سنی سُنائی کا
 کھل پڑے یہ ہوا ذوقِ خود نمائی کا
 مگر نصیبِ مین تھا داغِ نارسائی کا
 ملے جو اذنِ درِ بٹ پہ جھپٹ سائی کا

کیا تھا کس سے گلہ مین نے کج ادا کی کا
 دکھاؤ جلوہ جو دعویٰ ہے خود نمائی کا
 کمالِ حسن نے بے پردہ کر دیا ان کو
 ہماری آہ رسالا مکانِ مین دم لیتی
 خدا کے گھر مین کروں جل کے شکر کے سجدے

پکارتا ہے یہ ناز اُس کی کبریائی کا
 قلق ہوا مجھے صیاد کی جسدائی کا
 عزیز کیون نہوداغ اُسکی یوسفائی کا
 میں طولِ روز قیامت کو نئے ڈرتا ہوں
 بغیر ہونچے ہوئے یار تک نہیں رہتا
 ہٹاؤ آئینہ ہکو بھی دیکھنے دو گے
 خدا کرے کہیں جلائے روز شادی وصل
 تمام عمر ہوئی ڈھونڈتے پتہ نہ لگا
 نہ پوچھ جامِ مین زاہد کے کیا ہوا سزاہد
 بھی تو فیصلہ ہوتا ہے سارے جھگڑو نکا
 ہزار بار قیامت جہان میں آئے گی
 شناورانِ محبت تو سیکڑوں بہن مگر
 چمچے ہماری نگاہوں میں کیا درازی حشر
 مرے نصیب میں کتنے بہن میرے نالوں کے
 خدانے دل کو بنایا تھا جامِ استننا
 رقیبِ طنز سے کتا ہے آپ جائیں مان
 کچھ دینے تو خوش ہو کے مجھ سے دل نے کہا

اک لے اڑا ہے مجھے شوق کسریائی کا
 یہ چمچے نہیں افسوس ہے رہائی کا
 کہ ہے صرلہ یہی مدت کی آشنائی کا
 کہ دن نہودہ کہیں یار کی جسدائی کا
 مین مٹ کے نام مٹاؤ دھگنا نارسائی کا
 کہ خود ہی دیکھو گے حسنِ اپنی خود نمائی کا
 لباسِ ماقمی اترے شبِ جدائی کا
 ترادہن بھی ہے کیا حرفِ آشنائی کا
 بھرا ہے اسین لوتیری پارسائی کا
 زبانِ تیغ سے پیغامِ دو صفتائی کا
 چڑھا ہے چار گھڑی دن ابھی جدائی کا
 جو ڈوب جائے وہ پورا ہے آشنائی کا
 کہ طولِ دیکھے ہوئے دن شبِ جدائی کا
 رہے خیالِ ہماری بھی نارسائی کا
 بتوں نے کاسہ اُسے کر دیا گدائی کا
 یقین ہے یہ اُسے میری نارسائی کا
 دیکھو گھاٹ ہے دریائے آشنائی کا

بدنِ مین روح کو آنے سے کام کیا تھا میر
 چلن دکھانے کو آئی تھی بے دفائی کا

آئینہ ڈوب گیا نامِ آشنائی کا
 کہ دل بیا تو دیا ذوقِ آشنائی کا

گلہ زبان پہ نہ لانا تھا بے دفائی کا
 فریفتہ ہوں اس اندازِ لرزائی کا

| | |
|--|---|
| <p>یہ داغ ہے مری قسمت کی نارسائی کا خدا سے دُریہ کہیں دن ہو خود نمائی کا یہ ذوق ہو ترے ناوک کو دلربائی کا نہیں نہیں یہ محل زور آزمائی کا تو بولے ہے ابھی پندار خود نمائی کا کہ دل ہو ٹوٹ کے ٹکڑے شکستہ بانی کا</p> | <p>نہیں ہے مگر لاف ذہن خطے اس قاصد نقاب ڈال کے اسو آفتاب حشر کل نہیں قرار گھر مری بھر کسی کے پہلو میں مری طرف سے کوئی جا کے کو کھن سے کہے کہا جو میں نے کہ میں خاک راہ ہوں تیرا جنوں جو میری طرف ہو وہ جست و خیز کروں</p> |
|--|---|

روئے اپنے نصیب کو ایسا

کہ ہوسید سیہ ابر نارسائی کا

| | |
|---|--|
| <p>ہر نفس کو میرے سینے پر گمانِ قبر تھا اے دل بیتاب کیا تجھ پر کسی کا جبر تھا نہی نہی بوندیاں تھیں ہلکا ہلکا ابر تھا ہم مسلمان اسکو سمجھتے تھے یہ کافر گبر تھا جو کھلا گلِ باغ میں میرا چراغِ قبر تھا یہ مرے دل کے پھپھوے تھے یہ میرا صبر تھا</p> | <p>تنگی دل سے تری فرقت میں ایسا جبر تھا کیون ہوا عاشقِ جفا پر گرنے تجکو صبر تھا نازنین کیون مگر نہ جانے میکشی کو باغ میں تابع بُت تھا ہمیں دل نے بڑا دھوکا دیا گلر خانِ دہر پر سوسو جگ مرم گیا نِ محبوب سے بالا بُرا</p> |
|---|--|

بار بار اسکی گلی میں کیوں نہ جاتا اسو امیر

کیا کروں بے اختیار سی بھتی کہ دل بے صبر تھا

| | |
|--|---|
| <p>اُس گل نے پی شراب تو میں سبخر ہوا میں مثل میلِ سرمہ عیث در بدر ہوا اک تب بھی اتفاقِ قضا و قدر ہوا قصہ ہمارے زیست کا یونچ قصہ ہوا سوے کبھی جو پاؤں تو دور ان ہوا</p> | <p>خاہر اتحاد سے رنگِ اثر ہوا سُرمے کی طرح چشمِ بتا نہیں نہ گھر ہوا اے ترک تیری تیغ ہمارا گلا کمان راہِ دراز کو چہ جہلاد قطع کی فرصت ملی نہ گردشِ پست و بلند سے</p> |
|--|---|

کہ رنگ و بو میں پڑا تفرقہ جدائی کا
 توڑ لائے گا ہننا یہ جھپٹائی کا
 یقین ہے فاش ہو بپردہ پارسی کا
 کٹا ہو سر تو بڑھا شوق جھڑپائی کا
 مگر خیال ہے لازم شکستہ پائی کا
 پھسل جائے کین پائوں خود نمائی کا
 کہ ہاتھ لائے گا پہلو اسے جدائی کا
 مزہ ہے کو بے خرابات میں گدائی کا
 سراغ پائیں نہ چھالے برہنہ پائی کا
 لگہ نہ ٹھہرے سے نکل جائے بے وفائی کا

عجب طرح کی در اندازہ خزان ظالم
 ہنسے جو زخم تو بولا بگڑے خنجر یا
 نقاب یار نے الٹی ہے حضرت ناصح
 تڑپ تڑپ کے گیا اس کے آستانے پر
 چلی تو ہی ہمیں صحرا کو لیکے لے دشت
 سنبھل کے دیکھو اگر دیکھتے ہو آئینہ
 میں درود دل بھی شب وصل کہہ نہیں سکتا
 کہیں سے ہاتھ شرب آئی ہے کین سے گرک
 چلون وہ چال عشق میں کہ خار تو کیا
 دنا کے ذوق میں ہی بخوردی یہ ڈرتا ہوں

گزر نہیں ہو حرم میں تو دیر کو چلے

امیر کام کہیں بند ہے خدائی کا

مزہ میں کیا کون آغاز آشنائی کا
 جو دیکھنے دے رعب کبریائی کا
 تو صاف جوڑ جڑا ہو گیا کلائی کا
 کہ جوڑے کوئی ٹکڑا شب جدائی کا
 کہ بند بند ہے خوابان گرہ کشائی کا
 کہ تیر صید ہے یان دام نارسائی کا
 سمٹ کے وصل کی شب تل رخ جدائی کا
 بتوئے گھر میں بھی سامان ہے خدائی کا
 نہ رات وصل کی دیکھی نہ دن جدائی کا

نیو فانی کا ڈر تھما نہ غم جدائی کا
 امکان نہیں ہے تماشا تری خدائی کا
 وہ ناتوان ہوں اگر نبض کو ہوئی جنبش
 شب وصال بہت کم ہو آسمان سے کمر
 یہ جوش حسن سے تنگ آئی ہو قبا انکی
 امکان ہاتھ سے رکھ صید گاہ عرفان میں
 وہ بد نصیب ہوں یا آئے میرے گھر کو
 ہزاروں کا فرو مو من پڑے ہیں سجد میں
 تمام ہو گئے ہم پہلے ہی نگاہ میں حیف

گوشہ ابرو کمان بزمِ مژگان ہو گیا
آکے مضمون لفظ کے جلے سے عریان ہو گیا
آتشِ تر سے جوائے ساقی گریزان ہو گیا
جسے کی برباد خاک اپنی سلیمان ہو گیا
جل کے یہ کاغذِ شراروں سے چراغان ہو گیا
جب کھلا جڑواں یان ل پریشان ہو گیا
خانہ زنجیرِ مین روشن چراغان ہو گیا

اسنے جب تیوری چڑھائی کر یا جھکو شکار
وجہِ رسوائی نہ تھا دلیں نہ تھا جبتک کہ عشق
ہوشِ بخوار و نگاہ بھی شاید کوئی سیاب تھا
اجِ ہمت ہے بقدر بے سرو پائی بیان
سوزِ غم میں کچھ نہ پوچھو جلد تر کا مجھ سے حال
امی جنوں کہتے ہیں اسکو اتحادِ حسن و عشق
قید میں آنے لگے جب محبت دل انکو نکلے ساتھ

نیر لاکھوں کھائے میدانِ محبت میں امیر
دل تو تھا ہی شیرِ سینہ اب نیستان ہو گیا

داغ سر پر خاتمِ دستِ سلیمان ہو گیا
کاروانِ آنے سے نچِ حُسن ازان ہو گیا
ہر دمانِ زخمِ مو قاتلِ نمدان ہو گیا
پانی پانی یہ ہوا بادل کہ باران ہو گیا
تھمہ زنگس چمن میں سبُلستان ہو گیا
نکڑے دامن ہو گیا پرزے گریبان ہو گیا
جب گلے سے مل گیا خنجرِ گریبان ہو گیا
بچ کھا کر جادہ رہ مارِ چپان ہو گیا
یہ ہوا کافر تو وہ غیب سے سلمان ہو گیا
شامیانہ سایہ نخلِ میلان ہو گیا
پانچو نہیں گو کھروٹا کا تو پیکان ہو گیا
مہر پیدا ہو گیا جب ماہِ بہان ہو گیا

اجِ دولت اس پر ہی کاسو زبجران ہو گیا
خطا جو نکلا بوسہ رُخسار آسان ہو گیا
اب کمانک میرے تر یا نیکو چھڑکے گانک
سیری چشمِ تر سے ہمیشی کار کھتا تھا خیال
تم کھلے بالوں جو آٹھلے کبھی گلگشت کو
جب بہار آئی جنوں کے ہاتھ سے مانند گل
دیکھ قاتل اپنے دیوانیکہ جذبِ شوقِ قتل
وحشتِ گیسو میں جانکے سونے صحرِ جوہم
تھا سلمان جبتک شتان کافر تھا وہ بت
زندہ پر جھکو کانٹوں نے بٹھایا دشتِ مین
جنگلی انکی بناوٹ سے ہماری جان پر
نوبر و دیوں سے نہیں خالی زمانہ اکدم

اللہ ری تراکت جانان کہ شعر میں
 کچھ خاک ہو گئی جو مجھ آوارہ کی شریک
 شغفی سے کہ جو ساز تو حاصل ہو سوز عشق
 پیسا کسی کی آنکھ کی گردش نے ہقدر
 چلائیں بلبلین جو چین سے چلی بہار
 نازک دلون کو ہے سخن نرم بھی بہت
 شادی نے مثل گل بہین دکھلائی شکل غم
 پیر میں ہو یہ ضعف کہ پلکین بھی جگر گلیں
 مضمون اگر رسا ہے تو آئیگا نازبان
 ہوتی اگر نہ روح تو تھا خاک جسم میں

مضمون بندھا کر کا تو درد کمر ہو
 چاک اک طرف کلال کو دوران سر ہو
 پتھر نے کھائی چوٹ تو پیدا شر ہو
 مین خاک ہو کے ذرہ گرد نظر ہو
 نکلی دُھن جو گھر سے ہر اک نوہر ہو
 پیسے کو قطرہ قطرہ باران شر ہو
 ہنسنا ہمارا باعث زخم جگر ہو
 مرغِ نگاہ طائر بے بال و پر ہو
 خود ہی ٹپک پڑے گا جو خیمہ شر ہو
 آئی دُھن جو گھر میں تو آبا د گھر ہو

کیا جانے نامہ بر نے کہا آکے کیا احمیر

ایسی خبر سنائی کہ مین بے خبر ہوا

لمین جب ہماں خیال لف جانان ہو گیا
 اسقدر شرمندہ پیش روے جانان ہو گیا
 دل کسی کا ہاتھ میں لانا ہو دولت کی دلیل
 کیا ہمارے گور پر ہے احتیاج روشنی
 دل نہ جھرو نکلتے تڑپا پسے قاتل کا بھرا
 جا کے تنہا اور بھی صد موٹھ لائے باغ میں
 غیر نے اُس گل کے بلون میں کبھی کنگھی جو کی
 ضبط غم سے طرفہ دولت مبر خردئی کی ہوئی
 عشق کیسویں ہوا سامانِ غم سامانِ عیش

آنکھ میں خواب پریشان مہلستان ہو گیا
 مہر گھٹ کر دہن شبنم مین پیمان ہو گیا
 یہ نگینہ جسکو ہاتھ آیا سلیمان ہو گیا

..... جو بچک نکلتے پر.....
 چنگیان رہ رہ گھٹین خالی نکدان ہو گیا
 پھول جو پھولا مجھے داغ عزیزان ہو گیا
 مثل شبل تار تار اپنا گریبان ہو گیا
 خون ہو کر دل مرا مسل بہ خشان ہو گیا
 خواب گر آنکھوں میں آیا وہ پریشان ہو گیا

| | |
|--|---|
| دیکھ کر رنگ خزان میں باغ کے در سے پھر آسیائے چشم بلی نے یہ پیسا دشت میں مر گئے ایزائے فرقت سے ہوئی حاصل نجات کعبہ دل کی زیارت کو طہارت تھی ضرور چچ جھگو کیا مرے گھر تک کو قسمت دیے | ہر نہال خشک جھگو جو ب دربان ہو گیا بخت بجنون سر نہ چشم غزالان ہو گیا رفتہ رفتہ داغ مرہم درد در مان ہو گیا تیر کو واجب دضوے آب یکان ہو گیا ہر ستون کھا کھا کے بل شلخ غزالان ہو گیا |
|--|---|

| | |
|--|--|
| نامہ اعمال ہے جتک نہیں ملتا آئینہ میرے ہاتھ آیا یہ اور میرا گریبان ہو گیا | |
|--|--|

| | |
|--|--|
| بے نشانی کا میں اور چرخ سزاوار نہ تھا فتنہ عمارت تھا جدوہ ترا بے یار نہ تھا جب کہا اُس سے شب غم کوئی غمخوار نہ تھا کیا بلا تھی نگہ ہوش ربا ساقی کی بات کھلی مری قاتل نے گنگار و نین آب جلوے کی نہ آئی جو کسی کو تو کسا جوش و حشت سے کہتے ہیں کہ آتے ہی ہمار صاف دہا تھ سروہی کے اگر جیل جاتے آنکھیں پھر آئین موسیٰ کی نہیں تو سر طور لاش پر میری جو کئے تو رہے کیوں غاموش وہ کھنچا گر تو کھنچا شان تھی مشوقی کی کیا مزہ تجھ کو ملا دیکے فلک جھگو شکست خون ناحق سے جایا تھا غضب کا لاکھا جھگو کیوں پنج میں لایا دم آرائش حسن | دہن یار نہ تھا کچھ کمر یار نہ تھا جتک لگو سبھا لو نین دل یار نہ تھا درد نے اُٹھ کے کہا کیا یہ گنگار نہ تھا اُٹھ گئی آٹھ تو کو سون کوئی ہشیار نہ تھا اس گنہ پر مجھے مارا کہ گنگار نہ تھا خوب دیکھا تو کوئی قابل دیدار نہ تھا ہاتھ ڈالا تو گریبان میں کوئی تار نہ تھا پھر نہیں مجھ سے مجھے سے سرو کار نہ تھا کچھ بھلی کے سوا پردہ رخصت نہ تھا دم عجاز تو قفل دہن اس یار نہ تھا ہم سے کھینچا تھے ای خنجر خونخوار نہ تھا عہد ساقی میں نہ تھا تو بیہ بخوار نہ تھا لب مشوق سے کچھ کم لب سوفا نہ تھا کچھ تری زلف کا طرہ تو میں اس یار نہ تھا |
|--|--|

گرتے گرتے اکھ سے لعل بدخشان ہو گیا
 صحن گلشن میں ہر اک غنچہ نکھان ہو گیا
 دامن گل بھی مگر میرا گریبان ہو گیا
 برستہ بجاہر موئے فرگان ہو گیا
 قد پر خم حلقہ زنجیر زندان ہو گیا
 داغ دل کا لالہ گنج شہیدان ہو گیا
 بڑگئے پردے وہ رخ آنکھوں سے پہنان ہو گیا
 تنگی دل سے سمت کر تیر پیکان ہو گیا
 نکلت گل سے دماغ اپنا پریشان ہو گیا

کیا اثر ہے جو بہا یا دلِ لعلین میں
 کیا تبسم نے ترے اور شک گلِ چھپر کا نمک
 ٹکڑے ٹکڑے ہو کے اُڑ جاتا آتے ہی بہار
 عشق بازو نے پھری رہتی ہو تو اس چشمِ یار
 صدف سے مین قیدیوں کی طرح ہل سکتا نہیں
 حسینِ خون ہو گئیں دلیں تو لایا عشقِ نیک
 جب نقاب لٹی نگاہوں کا ہوا ایسا ہجوم
 او کماندار اسکو کہتے ہیں ہجوم درد و غم
 کیا رہیں گلزار میں ہم وحشی نازک مزاج

گل ہوا غنچہ تو اُس سے یہ صدا آئی امیر
 جمع پھر ہوتا نہیں جب دل پریشان ہو گیا

یار جس کو پچے مین جا نکلا گلستان ہو گیا
 دے قسمت خشک وہ جاہِ زرخندان ہو گیا
 ایک کافر کے لیے خونِ مسلمان ہو گیا
 اور بھی ہم قیدیوں پر تنگ زندان ہو گیا
 صفحہ صفحہ تختہ گور غریبان ہو گیا
 رسلوں سے اُسکے ہر کوچہ گلستان ہو گیا
 حسنِ انسان ہلے جان انسان ہو گیا
 آفتابِ خسروہ رُخسار تابان ہو گیا
 اکوڑیوں کے مول ہر لعل بدخشان ہو گیا
 جب گریبان کو لگایا ہاتھ دامان ہو گیا

گلِ نیا ہر ایک نقشِ بابے خندان ہو گیا
 تشنگانِ عشق کے لب بھی نمونے پائے ترا
 بوسہ گیسو پہ اُس نے ذبح کر ڈالا مجھے
 اس پر سی بل کیے ز فونینِ غصہ نے کیا
 پہننے دیوان میں یہ مضمونِ دل مردہ لکھے
 کوچہ گردی میں کمانی تیغ قاتل نے بہا
 بڑگئی جسکی نظر اُس پر وہ دیوانہ ہوا
 پنڈیوں تک آبِ غفلت میں پریر و غرق ہیں
 غمتاے دل کی یہ کثرت ہو تیرے دوڑ میں
 وحشیوں کی پستی قسمت نے پھیلانے یہ پائون

دورخ ہو کج کل جو ریاض نعیم تھا
قاتل سے بڑھ کے خنجر قاتل کریم تھا
یار ب شباب تھا کہ بلائے عظیم تھا
سایہ مرا لے ہوئے میری گلیم تھا
اس گھر میں تھے پہلے بھی کوئی مقیم تھا
دل بھی چھٹا رفیق جو اپنا قدیم تھا
دواک قدم بڑھا ہوا پائے کلیم تھا
ٹوٹا ہوا نہ پانوں تراے نسیم تھا
زیر زمین بھی دور سپر لیم تھا
اک تودہ بلند غطام ریم تھا

کیا رنگ اسے جاتے ہی مگر کابل گیا
ہم سے جو وہ کھنچا یہ گلے سے پٹ گیا
کیا کیا نہ آفتوں کے رہے ہکوسا منے
بیٹھا جہان فقرو مان فرس ہو گیا
دنیا میں کچھ قیام نہ سمجھ کر خیال
اب کون ہو جو منزل اُفت میں آتا ہے
ہو بچے تو ہم بھی جلوہ گہ یار میں مگر
لائی کبھی ہمارے نفس تک بھی لو بے گل
ہوتا نصیب مر کے ہیں نقد عیش کیا
کیا پتا ہوتا میں فیض کہ بزم سے آسمان

جسدن تھا میں چمن میں ہوا خواہ گل امیر
نام صبا کہیں نہ نشانی نسیم تھا

محل میں شمع تھا میں جس میں نسیم تھا
منظور پرورش تھی کہ گوہر نسیم تھا
جسدن نہ طور تھا نہ وجود کلیم تھا
سُنتے ہیں کل تو حال نہایت سقیم تھا
اک دو قدم کا کو چہ امید و سیم تھا
کس سمت کو جان تھا کہ ہر کو حیم تھا
بندہ گناہگار تھا خالق کریم تھا
غنی کچھ کو مصلحت کہ فلاطون حکیم تھا
کیا جانیں ہم نخیل کہ حاتم کریم تھا

وہ دن گئے کہ مجھ میں بھی فیض عیم تھا
کچھ آنکوزیب گوش کی حاجت تھی مگر
آنکھیں تھیں اپنی دُور تجلی سے آشنا
تیرے مریض غم کی بہنیں آج کچھ خبر
دُنیا کا حال اہل عدم ہے یہ مختصر
ہم اپنی دُھن میں مست تھے کیا جانیں میں
سامان غفو کیا میں کون مختصر ہے
آخر جو خم میں بیٹھ رہا مثل درد سے
واقف وہ حال سے ہو جو رکھتا ہو کچھ غرض

وقت بدین نہ ہوا کوئی امیر کے شریک
یار سمجھا تھا میں جس کو وہ مرا یا ر تھا

کیا کوزہ تھا کہ جس میں یہ دریا سما گیا
پر آبِ تیغ کا نہ زبان سے نزا گیا
دو پھول بھی نہ وہ سر تربت چڑھا گیا
اک ہاتھ اور بھی نہ وہ قاتل لگا گیا
چھپ کر نشان میری لحد کا مٹا گیا
صیادِ تھیانہ بلبُل جدا گیا
جانے کو گر کہا تو کبوتر اڑا گیا
نالہ کیا تو عرشِ خدا تھر تھرا گیا
ملنے جو آہنی بھی ر فو گر لگا گیا
دیکھا جو کوہِ طور پہ جلوہ غش آ گیا
تو رہ گیا بلا سے جو کچھ تھا گیا گیا
کبے کے حج کو میں طرف کر بلا گیا
پنکھا نسیمِ خلد کا جھوکا ہلا گیا

سائے جہان کا بیج مرے دل میں آ گیا
کوثر کا جام بھی ترے مقول نے پیا
کھائے تھے داغ جسکی محبت میں سیکڑوں
بہل تڑپے ہیں نکلتا نہیں ہے دم
سامانِ عرس کا جو کیا یار نے تو غیر
سو جھی نئی طرح کی یہ گرمی کہ رات کو
جاتا ہے نامہ لیکے کوئی نامہ بر تو کیا
اُس بُت کا دل ہلائے عجب کا مقام ہے
توڑے تڑپ کے زخمی شمشیرِ عشق نے
موسیقی اسی پہ دعویٰ دیدار تھا تھیں
ہوش و حواس جانے کا ابدل گلہ نگر
ابر و کا شوق کو چہ قاتل میں لگ گیا
گرمی سے گور میں جو ہوئے ہم عرقِ عرق

اکلا خیالِ رُخ میں نہیں دل سے دود آہ
برسیہ امیر گلستا نہیں چھا گیا

کرتانہ میں گنہ تو گناہِ عظیم تھا
اللہ کیا نصیب جنابِ کلیم تھا
میں بھی تو اک نیاز گزارِ قدیم تھا
دیتے ہی بن پڑا کہ سوالِ یتیم تھا

بندہ نواز یون یہ خداے کریم تھا
باتیں بھی کینِ خلد نے دکھایا جمال بھی
کیون تیغ ناز بھول گئی محکومِ وقتِ قتل
مانگا جو میرے دل کو درگوش یار نے

اُس گل کا وصف چشم سنا تا میں کیا آئیں
نرگس کا پھول باغ میں گو شرس صمیم تھا

آنکھ میں آنسو جگر میں داغ دل میں غم ہوا
یہ خوشی پھیلی کہ شادی مرگ اک عالم ہوا
بڑھتے بڑھتے زخم آخر زخم کا مرہم ہوا
بڑھ گیا اور اضطراب دل جو رونام ہوا
خلق کو مژدہ ہمارا نالہ ماتم ہوا
جب بڑی بھیڑ مصیبت تو شریکِ غم ہوا
جس قدر محرم ہوا اُسنا ہی نامحرم ہوا
بڑھ گئی شان تغافل کچھ جو غصہ کم ہوا
دفترِ اعمال مردم درہم و بہم ہوا
لو مارا زخم جگر بھی قابلِ مرہم ہوا
دردِ دل بھی گھٹ گیا دردِ جگر بھی کم ہوا
ایک دم کا عیش ظالم عمر بھر کا غم ہوا
دھوم سے میرے دل مرحوم کا ماتم ہوا
صبح کو بھولوں ستِ نصرت صورتِ شبنم ہوا

ہر جگہ جوشِ محبت کا نیا عالم ہوا
میرے مرتے ہی زمانہ درہم و بہم ہوا
موت آئی در و فرقت سے، میں صحت ہوئی
آنسوؤں سے بھڑاری میں ذرا تسکین تھی
روز کی فریاد سے تنگ آگئے تھے اس قدر
میں ترا ممنون ہوں امیرِ گریبے اختیار
راز داری محبت کا میں کیا دعویٰ کروں
دوستِ قسمت سے گئی حسرت ہی لطفِ یار کی
بستے اپنے حال اتر کے جو عشرتِ بن کھلے
چارہ گر کو لائے میں احباب مان کیے
کیا دوا کی بیٹھ کر پہلو میں اُسکے تیر نے
مار ڈالا روز اول کی نگاہ لطف نے
شورِ عشرت بھی ہوا اگر شریکِ لغزیت
رات بھر دو یا کیا بے یار میں گلزار میں

پوش کی بھی اب تو کوئی بات کرتے ہیں آئیں
کچھ تو وحشت نے کمی کی کچھ تو سودا کم ہوا

کی شکایت چرخ سے جس روز صدمہ کم ہوا
آج تک میں خود نہ اپنے راز کا محرم ہوا
یہ مزہ چکھنے کو پیدا خلق میں آدم ہوا

ہو نہیں وہ غم دوست جب غم نے کمی کی غم ہوا
کس طرح مکتوں دل اظہار کرتا پیش یار
لذتِ شرم گنہ تھی کب فرشتوں کو نصیب

| | |
|--|--|
| غش مجھ کو وصل میں نہیں آیا تھا اسی پر گلگشت میں نقاب لٹتے وہ رخ سے کیا رنگ چمن بہار میں بلبل سے پوچھے اُلفت کے دل جلون کو وہاں نیند آگئی کرتا میں درد مند طبیوں سے کیا جوع | سرست بوئے گیوئے عنبر غنیم تھا شرم آتی تھی صبا سے لحاظ نسیم تھا گل کا زمین پہ پاؤں نہ مثل نسیم تھا مُحس خانہ تھا کہ طبقہ نازِ جیم تھا جسے دیا تھا درد بڑا وہ حکیم تھا |
|--|--|

دامان گل کو خود نہ چھو اور نہ امیر
کچھ ڈر صبا کا ہلکونہ خوف نسیم تھا

| | |
|---|--|
| دل اپنا زیر سایہ امید و بیم تھا سُورج کیون ہو سینہ گوہر میں اہم فلک اُسکو کہاں دماغ تجلی تھا طور پر محشر میں لقمہ میں نہوا کی خدا نے خیر بیرمی دوا سے اور مراد درد بڑھ گیا کیا جانیں کس غریب کی آئی تھی در پہ لاش خود کہ رہا تھا شوق میں گسٹخ دل مرا قاتل کے خط سے قتل کا ہوتا نہ کیون یقین کیسی شفا مرض میں کہ الٹی ہوئی دوا تلخی زبان دوست سے دیتی ہو کیا مرہ ہم راز تب مزار میں پہونچے کہ کچھ نہ تھے کیسا سوال دید جو ہم پہونچے طور پر روشن ہے آفتاب ہے اعجازِ مصطفیٰ کبھ سے مثل سایہ چھتے بختن کے پاؤں | جسدِ جیم تھا نہ ریاضِ نسیم تھا بتلا تو ہم کو کون گناہِ یتیم تھا سارا ظہور جلوہ شوقِ کلیم تھا دست سے درد نہ کھوئے ہوئے مُنہ جیم تھا شاید مرض سے ساز بجے اسی حکیم تھا ہنگامہ کل جو اُنکی گلی میں عظیم تھا اصرارِ قوم سے جو کلامِ کلیم تھا عنوانِ نامہ آئیہ ذریعِ عظیم تھا بکھے نہ ہم رقیب ہمارا جیم تھا شیریں تھا قند تک جو کلامِ کلیم تھا دل کو جو خوفِ جمعِ عظامِ ریم تھا سوزان کہیں شجر تو کین غشِ کلیم تھا اُبھلی اُنھی کہ ماہِ فلک پر دو نیم تھا پانچون سوار و غنیم میں بزرگِ کلیم تھا |
|---|--|

سُبوے بادہ نہ تھا ساغر شراب نہ تھا
وگر نہ میں کبھی کیا قابلِ خطاب نہ تھا
دہانِ نہیں کے سواد و سرا جواب نہ تھا
کہ ٹکڑے ٹکڑے تھا دل اور اضطراب نہ تھا
ہوئی یہ خیر کہ وہ شوخ بے نقاب نہ تھا
یہ تو کہیں خانمان خراب نہ تھا

فلک نے افسرِ خورشید سر پہ کیوں رکھا
غرضق ہے کہ ہو عیش تمام باعثِ مرگ
سوال وصل کیا یا سوالِ قتل کیا
ذرا سے صدمے کی تاب انہیں رہی ہم میں
کلیمِ شکر کو دحشر تک نہ ہوش آتا
بہ بار بار جو کرتا تھا ذکرے دعا عطا

امیر ابہن یہ باتیں جب اُٹھ گیا وہ شوخ
حضور یار کے منہ میں ترے جواب نہ تھا

تو ہنس کے بولے وہ منہ قابلِ نقاب نہ تھا
نقاب اُٹ کے بھی دیکھا تو بے نقاب نہ تھا
نہیں کا اُنکے سوا اسکے کچھ جواب نہ تھا
حلال کرنے کو بیٹھے تھے جب حجاب نہ تھا
تھائے کوپے سے بہتر مقام خواب نہ تھا
اسے یہ دل تھا مرشیشہ شراب نہ تھا
فراق یار کے دن ایک انقلاب نہ تھا
لکھتے تھے خاک المیت ہم کا بنے تھا
مرہ ہی ہلکو کسی شے کا بے ثراب نہ تھا
ترے جلال کا شیدا تو اے نقاب نہ تھا
جگر میں درد نہ تھا دل میں اضطراب نہ تھا
ہنسی تھی اُنکی کسی پر کوئی عتاب نہ تھا
رسید وہ تو مرے خط کی تھی جواب نہ تھا

کہا جو میں نے کہ یوسف کو یہ حجاب نہ تھا
شب وصال بھی وہ شوخ بیحجاب نہ تھا
پٹ کے چوم بیا منہ مٹا دیا انکا
مرے خزانے پہ آب آتے شرم آتی ہی
نصیب جاگ اُٹھے سو گئے جو پاؤں مرے
غضب کیا کہ اسے تو نے عجب توڑا
زمانہ وصل میں لیتا ہے کر دین کیا کیا
تھیں نے قتل کیا ہے مجھے جو تینتے ہ
دعاے تو بہ بھی ہمنے پڑھی تو بے پیکر
میں رومے یار کا مشتاق ہو کے آیا تھا
بیان کی جو شبِ غم کی بیکسی تو کہا
وہ بیٹھے بیٹھے جو مے بیٹھے قتل عام کا حکم
چولاشن بھی تھی قاصد کی بھیجتے خط بھی

| | |
|---|---|
| <p>میرے زخموں کی ہنسی پر تگور و نا آگیا تیرا دیوانہ جو آیا یہ ملائک نے کہا نوک خبر ہو کہ ایسفاک پر کان تیر کا اچھے اونچوں کی رہے گلے میں مٹادی آبرو ذبح کرتے ہو مجھے ایسا جان فیصلے ہاتھ سے آج زنگ آؤ ذخیرہ قاتل خرد سال تنگ آ کر دعا فرقت میں مانگی موت کی جان قالب میں ہو مختصر دم خفا دل بقرار دل جگر دونوں تھے میری جان کے دشمن مگر رہ گئے وہ دو قدم چکر میری ریت کے ساتھ</p> | <p>یہ خوشی بھی کچھ خوشی تھی جس کا ایسا غم ہوا انتظام عرصہ عشر بھی لو برہم ہوا جو مرے پہلو میں آ بیٹھا مرا ہمد ہوا چشمہ خورشید گھٹ کر قطرہ شب بنم ہوا واہ اچھے وقت میں غصہ تمہارا کم ہوا کیا کون قتل میں وقت قتل کیا عالم ہوا حسرتیں بگڑیں مزاج آرزو برہم ہوا موت ہی آئی مزاج یار کیا برہم ہوا جو گیا پہلو سے میرے مجھ کو اس کا غم ہوا یا توں میں پھندا لٹک کر گیسوے پر غم ہوا</p> |
|---|---|

روکنا فرقت میں اشکو نکا نہیں اچھا امیر
چار دن کے ضبط میں دیکھو تو کیا عالم ہوا

| | |
|---|---|
| <p>وہ کون تھا جو خرابات میں خراب تھا شب فراق میں کیوں یارب انقلاب نہ تھا محاذ ہمسے نہ قاتل کا ہوسکا دم قتل اُسے جو شوق نہ رہے مجھے ضرور ہی جرم شکایت اُسے کوئی کا یونہی کیا کرتا نہ پوچھ عیش جوانی کا ہم سے پیری میں دماغ بحث تھا اسکو ورنہ اسے ناصح وہ کہتے ہیں شب وعدہ میں کسکے پاس آتا ہزار بار گلا رکھ دیا تہ شمشیر</p> | <p>ہم آج پیر ہوئے کیا بھی شباب نہ تھا یہ آسمان نہ تھا یا یہ آفتاب نہ تھا سبھل سبھل کے ٹپتے وہ فطرب نہ تھا کہ کوئی یہ نہ کہے قابل عذاب نہ تھا کسی کا نام کسی کی طرف خطاب نہ تھا مٹی تھی خواب میں وہ سلطنت شباب نہ تھا دہن نہ تھا کہ دہن میں مرے جواب نہ تھا تجھے تو ہوش ہی اسے خانمان خراب نہ تھا میں کیا کروں تری قسمت ہی میں تو اپنے تھا</p> |
|---|---|

| | |
|---|---|
| <p>اف نکر ایدل زمانہ پیڑ لے گا تجھے تم جو اٹھ جاؤ گے بزم عیش ہو گی بزم غم دست قاتل سے بڑھے گا تیغ کا یا بی ضرور بعد مردن شرم عصیان ہوں ایسا آب میرے نیھانے سے اوسا قی کمان جائیگی عید محو آب و تاب ندان ہوں پڑھوں کیونکر نماز چھار ہی ہو دلیں میرے اس قدر ایسا کیون</p> | <p>کھا کے کوڑا اور ابلق تند خو ہو جائیگا باد گل رنگ شیشون میں لہو ہو جائیگا تا کر ہے آج کل تک تا گلو ہو جائیگا خاک سے میری تیم بھی وضو ہو جائیگا ماہ نو یا ن ناخن دست سب ہو جائیگا آب گوہر ہاتھ میں آب وضو ہو جائیگا دیکھ ظالم مفت خون آرزو ہو جائیگا</p> |
|---|---|

چار سو ٹکراؤن گا سردیکہ کرار و اسیر
فرض اس کہے میں سجدہ چار سو ہو جائیگا

| | |
|--|---|
| <p>ارک جہان بیل ترازی تند خو ہو جائیگا جذب پر آمادہ گرای شوق تو ہو جائیگا طاقت دیدار کا دعویٰ ہو اہل دید کو اسی تصور مجھ سے بخت تیرہ جانا ہو کمان ہو نین مجذوب خرابا قی اگر توڑیگا جام ہوں وہ میکش شیشہ کو کر دھکا جب میں یاد میرے قلب صاف کے منہ پر نہ آئینہ چڑھے یاس و حرام کج اگر جھوٹے ہیں فرقت میں ہی جلے عیسیٰ ہجر میں ہو گی ہوس جلاؤ کی کون سنتا ہو بیان اسی بت نری تیرے حضور ساتھ میرا تو نہ چھوڑاے یاس ہجر بار میں پھولی اسی پائیلن پھولوں پر دروند ہو بہار</p> | <p>چار ہی ہاتھوں میں شہرہ چار سو ہو جائیگا خنجر قاتل مرا طوق گلو ہو جائیگا فاش پردہ ہو گا بے پردہ جو تو ہو جائیگا دل میں عکس زلف آئینے میں ہو ہو جائیگا مقصد کا ہاتھ خود دست سب ہو جائیگا پچکیاں لے لے کے بسل کا گلو ہو جائیگا آبرو و شجائیگی بے آبرو ہو جائیگا کوئی دم میں گل چسپ راغ آرزو ہو جائیگا بڑھتے بڑھتے درد دل درد گلو ہو جائیگا ختم یہ جھگڑا خدا کے روبرو ہو جائیگا اور بھی ویران لے بے آرزو ہو جائیگا ایک جھوٹے میں ہوا سب گٹ ہو جائیگا</p> |
|--|---|

سرو قتل سے تھی ہاتھ پاؤں کو جنبش | وہ مجھ پر دجہ کا عالم تھا اضطراب تھا

ثباتِ بحرِ جهان میں نہیں کسی کو امیر
اردھس نہ دھوا اور اردھس نہ تھا

نامہ لیکر جو کوئی کوئے بتان سے آیا
میرے گھر میں جو کوئی اُسکے مکان سے آیا
اچھریں تو تو نہیں قافلے والوں سے جدا
جاتا ہوں وہ کما نذر کشیدہ ہو بہت
اب کوئی کبھی میں دم بھر میں ٹھہر سکتا ہوں
شغلِ رونے کا ازل میں بھی مجھے تھا در نہ
خبر مرگ مری دیرِ دھرم میں تو گئی
بوتا کب ہو وہ سفاک پکار دین ہزار
مفتیوں سے کہو یہ وہ اب کہتے ہیں کیا

میں یہ سمجھا کہ ملک باغِ جنات سے آیا
چرخ اٹھا کہ میں دوزخ میں جنات سے آیا
تیر سی آواز میں یہ درد کمان سے آیا
کہ کبھی تیر بھی مجھ تک نہ کمان سے آیا
برہمن مہر طلب کوئے بتان سے آیا
نوح کے وقت میں طوفان کمان سے آیا
نہ یہاں سے کوئی آیا نہ دمان سے آیا
کاش خنجر ہی کہے اپنی زبان سے آیا
غشِ اغنیں روزہ ماہ رمضان سے آیا

دیکھ کر اُس رخ و گیسو کو میں حیران ہوں امیر
شب تار یک میں خورشید کمان سے آیا

مثلِ مولیٰ سامنے میرے جو تو ہو جائیگا
عشق میں تازہ دماغ آرزو ہو جائیگا
خطِ گریہ میں نہیں کرتا کہ رہتا ہو خیال
ہے اہلِ بے کا ڈر کیا دون حرکت سے مثال
ہے یہی رنگِ ستم اُس خالِ عارض کا اگر
ہے کمی بیشی جو یہ تاثیرِ حشرِ عشق کی
قدسی پر کچھ نہیں موقوف ای آئینہ رو

لن ترانی میں مقامِ گفتگو ہو جائیگا
رنگِ اُڑ کر چہرہ عاشق سے بو ہو جائیگا
سو کہ کر کاٹا نہال آرزو ہو جائیگا
سروِ فوارہ کس آہِ آبِ جو ہو جائیگا
مشکِ کادلِ نافِ آہو میں لہو ہو جائیگا
دستے ہم جو جائیں گے خورشید تو ہو جائیگا
جو تجھے دیکھے گا وہ سب رعد ہو جائیگا

درق ہو دیوان مین جو ہلے وہ تختہ ہر عطر کی مین کا
 لگے کدہ جو عکوفہ می کسی گیسوے غبسون کا
 مکا نکا تب پتا ملے گا کہ کچھ بتا یاد ہو کین کا
 اُرتے نامہ کئے کئے پڑے کھلا نفاذ خط جبین کا
 پڑ گیا عکس کئے مین سب دھار اُٹا ہو خط نگین کا
 ہمارے بازو تکٹ ہو نچا کسی طرح نہ تھ آستین کا
 کہ سر اٹھے ہزار چاہوں یہ ربط ہو سجدہ وزمین کا
 مین پوچھتا ہوں تیا کین کا نشان دینے تو کم مین کا

اثر ہو گیا یہ تھامے کہ حرف آگین ہر حرف سارے
 نہیں ہوا بے کر رسم ماضی گندہ کی تعزیر پر ہون لہنی
 خد سے جب تک نہوشا سا حیرم دل کا ہو شوق بجا
 کہاں ہر ایسے فیصلے کے بڑے کے مضمون جاب کھے
 ملا ہو جنکو دل صفا بڑے کو بھی دیکھتے ہیں اچھا
 جو کھا ہر پرتے قطع جامہ قبا لنگی لباس کیسا
 کس آستینے پہ جا پڑا ہوں کہاں آئی مین جہت ہوں
 کہاں کا کعبہ ہو دیر کیسا بنا دو کوپے کا اُسکے رستا

آئیں گھر مین رہی غموشی گھسے سے آواز تک نہ نکلی
 خیال جس رات خواب مین بھی بندھا کسی حیرت مین گین کا

بیل لیا دہن مین کین کا کہنے والا ہو مین مین کا
 نہیں بازو مین جھڑیاں ہون شان ہو چین چین کا
 درست کئے کئے بنی ایدل جو نقش اُٹا ہوا نگین کا
 ہمارا انداز غم ہو گیا سوال درویش رہ نشین کا
 کلاہ کا شک ہو میرے سر پر گمان ہو بازو پر شہر کا
 کچھے دور وہ زبکہ نقتے بھر درق پشت روڑین کا
 کئی فرشتوں نے خاک آدم نہ سنا نہ شور ایک بھی مین کا
 سیاہی مین مین بچا ہمارے آب آتشین کا
 جو گھر سے نکلے مرا جنازہ تو سنا سنا کوسہی حسین کا
 بچا ہوا تھا کوئی شرارہ مٹھے رخصت کشین کا
 لہو جو میکشو ہمارا جو نام لو آب آتشین کا

ہوا جو پیوند مین زمین کا تو دل ہوا شاخہ خیز کا
 اگرچہ پیری مین نا توں مین شباب کے کچھ اثر عیان مین
 فقط ہو تیرا خیال لعل کہ راستی مین ہونا حاصل
 کہیں کر رز باج کٹا کوئی مخاطب نہیں ہو ہلا
 کھلے ہر حق استخوان بیکر کہ پوست ہی پوست ہو لہر
 ہزار کو زمین ہونی نہ سے کرو زریز مین ہر مچھے
 جہاں مین ہوا رس بہت کم ازل سے باطل ہو عالم
 ہواے کو مین ہوں عواید باج مین گھر کو بار آیا
 سفر مبارک ہو آخرت کا بخیر انجام ہو خدا یا
 جو فعلہ الہیے ملو چکا جھپک لگی جس سے چشم موسمی
 کیا ہوا اُس مست کمار اسو راب خاک ہو گوارا

بھولی باتوں پر نہ بھول آج اُس گل تر کی ولا
بہاصل عارضی زینت سے چھپتا ہو کوئی
افصل گل آنے تو دو فصد و نکا پھر کیا ہو شہا
غیر احوال میں سمجھتے ہیں مجھے تم سے جدا
خوب گھروں سے آتا ہے ہمارے دل کو ربط

کھنا کل اور رنگ گفتگو ہو جائیگا
غازہ ملنے سے نہ زنگی خور ہو جائیگا
ظرف بھر بھر جائیں گے پانی لہو ہو جائیگا
قصہ یہ یکسو تمھارے روبرو ہو جائیگا
رنگ میں یہ رنگ ہو گا بو میں بو ہو جائیگا

داغ حسرت گھر سے میں لیکر کمان جاؤں آمیر
جانتا ہوں گل چہ راغ آرزو ہو جائیگا

یہی جو سودا بھجھ خیرین کا پتا کمان کے نازین کا
یہ طرز و شہنشاہ رنگ باز کا ہو گیا دو جہاں کھڑا
یہ جو کاتب کو حرم آتا تو بخت بنیاد ہی مٹاتا
یہ ہے بلبل کے خون کا حضور گواہ ہیں برگ و برس اس
یہ جتنے پتے ہیں باطن میں کچھ نہ آسمان کے نہ ہیں میں کے
یہ محبت ہو جس کا مطلب موت اُس کی ہو عیان کب
کیا تھا کیوں ادعا باطل ہوا تھا اُس تل سے کیوں قاتل
بٹھے سید کچھ جتنے تھے تمھاری اُلفت کے کچھ کشتے
کہا کا کہ کمان کا شیون نکلے قاتل ہے وقتِ مردن
قریب سے یاد دہشتِ مجھے گا کشتہ نوا قتل کیونکر
عجب مرقع ہوا غم دنیا کہ جس کا صانع نہیں ہویدا
ہو نہ دشوار جس کو مرنا اُسے گلی میں تھا اپنی دھڑنا
لٹھا جو نصف ایک گلاب کا تو رنگ پیدا ہوا چمن کا
الماں جاب سے ہو شکوہ کیا نہ عرس ایک دن ہمارا

انبا آسا نہیں کہیں کا نہ آسمان کا نہ میں زمین کا
زمین پہ جادہ فلک پہ جو نشان ہو چاک استیر کا
درست لکھتا تو ٹوٹ جاتا قلم ہمارے خطِ جبین کا
نہیں ہو یہ داغ لالہ تر یہ نقش ہے مہر کی نگین
نشان تک ملے حسین کے کھلا نہ مطلب خطِ جبین کا
کہ وہی جو جب تک ہو خم باب پتا کمانِ دُورۂ نشین کا
نظر لی ہو گیا سیل جو مشک نافہ غزالِ جبین کا
یہ نقشِ جبین لکھ بیٹھے بلند ہوتا نام اُس نگین کا
قلم ہوئی یہی سچا گردنِ زبان پہ لہر ہوا فرین کا
جو چپہ میگی زبانِ خیر کو کچلے گا استیر کا
ہزار ماضیوں میں پیدا پتا نہیں صورتِ آفرین کا
نتھنا مناسب عزیزِ نازاموے پہ دو چار گز زمین کا
جو صفحہ ہو رنگ پھر کچھ تو خامہ ہو شاخِ خامہ کا
سر کھدی ہو جو مہوتا کبھی حسینِ ان میں جبین کا

تو وہ گل ہے جو رخ گل رنگ پر عاشق نہیں
 جو پسند آجائے عاشق کو وہی مشوق ہے
 اُس کے گل خود شوق میں پہنچا ہو دست یار تک
 تو لرے چوڑی جو اپنے ہاتھ کی اس گل جدا
 شوق میں لالو نکے جائے بلغم میں وہ گل اگر
 قابو سے صیاد میں آتی کبھی ممکن نہ تھا
 وہ بھی دن آئے کہ اترے تیرے صدمہ میں بھی

کون گل ہے جو رخ گل رنگ پر عاشق نہیں
 جو پسند آجائے عاشق کو وہی مشوق ہے
 اُس کے گل خود شوق میں پہنچا ہو دست یار تک
 تو لرے چوڑی جو اپنے ہاتھ کی اس گل جدا
 شوق میں لالو نکے جائے بلغم میں وہ گل اگر
 قابو سے صیاد میں آتی کبھی ممکن نہ تھا
 وہ بھی دن آئے کہ اترے تیرے صدمہ میں بھی

فاتح خوانی کو جب وہ گلبُن آیا آسیہ

بگلے سب ساکن شہر خوشان عندلیب

سوچ رکھو کچھ سوال روزِ عشرت کا جواب
 غافل نہ ہو دیگی میری لاش ٹھوکر کا جواب
 تجھ کو دیتا ہے دہن تیرا برابر کا جواب
 ایک حمت انگلی ہو اس سائے دفتر کا جواب
 غیر کی قسمت بھی ہو میرے مقدر کا جواب
 کہتے ہیں تلو تبا دین روزِ عشرت کا جواب
 شیشے کا شیشہ یہاں پتھر ہو پتھر کا جواب
 ایزبان تو اُس کے بدلے دے برابر کا جواب
 یار کیا کرتا نہ تھا میرے مقدر کا جواب
 تھا تو تنہا پر دیا میں نے ہنر کا جواب
 آئینہ ہوں تھو بہ دو گنا میں برابر کا جواب
 پاؤ نکلی خلخال کی شورِ عشرت کا جواب

کیا ہنسی ہو گریہ عشاق مضطر کا جواب
 وردِ پا ہو گا شکست کا نہ سر کا جواب
 منہ چڑھاتا ہے میر کیا آئینے میں دیکھ تو
 شوق سے کھینچے عصیانِ شتے رات دن
 ایک دن وہ میرے گھر ہے ایک دن اُس کے گھر
 جب میں کہتا ہوں کہو گے کیا خدا کے سامنے
 نرم دل سے نرم دل بہن سخت گو سے سخت گو
 بیزبان ہو گوش یار و نکی کڑی کبتک سنے
 اُس نے خط بھیجا جو تجھ کو ڈاک پر ڈاک پڑا
 ہلے ہفتاد و دولت تجھے بچنے عشق میں
 تھو چڑھاؤ اور کاتو رسی چڑھاؤ اور پر
 اُس لیے دڑتے ہو ہنگامے سے آؤ تو سہی

لکھو یہ سیر آئے گندو کوئی یہ دزد کفر سے یا ہو
ہوئی ہو تقدیر سے رسائی ضرور ہو قسمت آزمائی
جو دشت غم تین کھینچی یاد باندھا تھو بہر وطن کا
چمن بہن غم نہیں کھلا سو وہ گل ہیمان را نکو رہا ہو
اُسی کا پھیلا ہو نور سارا کمان کا غم شد عالم آرا
حسین جو نہیں بنے مانگتے توجہ جان شیریں غم نے لیں
جو دیکھی گس کی شرمساری غم ہی تھی آنسو و بکری جاری
بہتے آئے کامقدر کہ عکس آئین ہو چشم دلبر
جو رخ ساعد ہوئی مقابل تو پگئی خلق مثل نسل

ہر ہنر نہ گور محو میں کشتہ ہوں چشم سر مگرین کا
کریلے اُس یہ جہہ سائی نشان جب تک ہو چین کا
بھری جو چشم غزال صحران کھایا پھر رنگ شہر چین کا
یہ کوئی تعویذ کھل پڑا ہی اُسی کے ہاتھ نازنین کا
گرا ہوا ہے کوئی ستلا لیا منہ تار جبین کا
ہنس خمشی سے جو زہر دینی ہٹے جھکوا نگین کا
نگاہ میں بھر گیا ہماری حجاب اُس چشم سر مگرین کا
قدم نکالا نہ گھر سے باہر کھلا غزال چین کا
اُٹ گئی صفت جو تو نے قاتل اُٹ دیا گشتہ چین کا

امیر دیکھا جو اُسکا نقشہ تو نقشہ یوسف کا دل سے اُترا
کہ نقش نہانی کے آگے ہوتا فروغ کیا نقش اولین کا

ردیف یاے موصدہ

سیکھ کر مجھ نالہ کش سے طرز افغان عندلیب
ہوں وہ عاشق قدو عارض کا جو گلشن سے چلون
رحم کریں بھول بید دی سے اگر گلچین توڑ
فصل گل کئے تو دوڑ جائیگی لیکر نفس
برق آسا ہو فروزان خندہ گل باغ میں
چھوڑ کر تیرے رخ نگین کو اسویشک چمن
فصل گل میں بھول دکھلائیں جو پرہیز کا جمال
ماحق کامل کو و صلت میں زیادہ ہو ملال

صحن گلشن میں ہوئی اسی خوش احوال عندلیب
فاختہ پکڑے مراد امن گریبان عندلیب
سر پہ نالوں سے اٹھائیگی گلستان عندلیب
خانہ صیاد میں دو دن جو ممان عندلیب
چاہیے برائے اباشکو کا بالان عندلیب
گل پہ مرنی کس سے ہوتی جو انسان عندلیب
کیوں تو پھر دم کش مرغ سلیمان عندلیب
فصل گل میں بیشتر ہوتی ہو نالان عندلیب

| | |
|---------------------------------|----------------------------------|
| ہوئی سا قیاز عفرانی شراب | مردہ زرد کے عکس سے |
| پیالوں میں تھی ارغوانی شراب | ہوئے مسرت دیکھا جو پھولوں کا رنگ |
| خضر ہے مری زندگانی شراب | کہاں چشمہ خضر کیسے خضر |
| سیر چشمہ زندگانی شراب | خضر ہوں اگر میں تو جا کر پیوں |
| چمے سا قیاز غوانی شراب | گلستان ہے پھولوں سے کیا لال لال |
| اکہ پر تو سے بنتی ہے دھانی شراب | عجب ساقی گندمی رنگ ہے |

رہے طاق پر پارسائی مسی
پلائے جو وہ یار ماز شاہ

بمطابق

ضر ہو اب حضور میں یہ
رکنتی ہے روکنے

لا لیکار رنگ خون دل داغدار کب
رودیا ہمارے حال پر ابر بہار کب
ٹٹھے کامیری خاک سے یارب غبار کب
مقتل سے وہ پھرے تو قضائے یہ عرض کی
داغون سے دل چمن ہو کر وضبط آہ کیا
باصح خوشی سے کون اٹھاتا ہو بار عشق
ٹھنڈی ہوا ہو ابر ہو ساقی ہو نہر ہے
ہلکولکے خاک میں لمبی جب ہونے نہ صاف
کہتی ہو مرغ دل سے وہ چشم فتنہ گر
کیا کیجئے بلکہ کہ نہ آیا وہ دفن کو
میں خاک بھی ہوا تو ہوئی خاک گرد باد
عشر میں ایک ایک سے ہم بچتے پھرے
آئے ہمارے کو بھی نہ مرے استخوان پسند

یوسف یوسف
جلئے گا پھر حضور کے دل کا غبار کب
بچتا ہے زد پہ آکے ہمارا شکار کب
مرنے کا میرے اسکو ہوا اعتبار کب
گردش مٹے گی احوال پروردگار کب
آخر تمام ہو گا غم انتظار کب
خوش ہو گا انکو کھائے لگائے یار کب

پھینک دو خط لکھ کے قاصد سے جو تم بنیاد ہو
منہ کی کھائی سیکڑوں بالائے سین پر لگے

اڑ کے آئینگا جہے میرے مقدر کا جواب
لیکے آیا تھا تری زلفِ معنبر کا جواب

وہ گیا خاموش و بہت بیدارانی سے امیر
یہ نہ تھا کوئی سوال جانِ مضطر کا جواب

ہو خوشی ظلمِ جبرِ دیوبند سیکر کا جواب
جو بگولہ داشتِ غربت میں اٹھا بھائی میں
ساتھ خنجر کے چلے گی وقتِ فرج اپنی زبان
سجدہ کرتا ہوں جو میں ٹھوکر لگاتا ہوں وہ بت
ابر کے لگتے نہ اُلجھیں میری موجِ اشک سے
وہ کھنچا تھا میں بھی کھنچ رہا تو بنتی کس طرح
جیتے جی ممکن نہیں اُس رخ کا خط دیکھ
شیخِ کتا ہے برہمن کو برہمن اُسکو سخت
روز دکھلاتا ہو گردوں کیسی کیسی صورتیں
ہر جگہ قبر گدا تیکے میں ہر جا گوشتِ شاہ

آدمی ہوتا تو ہم دیتے برابر کا جواب
کرتی ہو تعمیر دیوانی مرے گھر کا جواب
جانِ بے دلی دیتے ہیں برابر کا جواب
یا توں اُسکا بڑھکے دیتا ہوں مرے سر کا جواب
خشک مغز فہم ہو شکلِ مصرع ترکا جواب
سر جھکا دینا تھا قاتل تیرے خنجر کا جواب
بعد میرے آئینگا میرے مقدر کا جواب
کعبہ و تختانہ میں بترہے بترہے کا جواب
بُت تراشی میں ہو یہ کافر بھی آؤں کا جواب
ایک گمراہ اس شہر میں ہو دوسرے گمراہ کا جواب

جلوہ گر ہے نور حق ہونے سے یکتائی امیر
سایہ بھی ہوتا اگر ہوتا پیسہ کا جواب

پلاسقا یا ارغوانی شراب
ہے شعلہ ہے ساقی کہ رنجک کی طرح
کمانِ بادِ عیشِ تغدیر میں
نہ لایا ہے شیشہ نہ جامِ وسبو
کمانِ عقلِ برنا کمانِ عقلِ پیر

کہ پیر سی میں دے نوجوانی شراب
اگر ادیتی ہے نا تو انی شراب
پیون میں تو ہو جائے پانی شراب
پلاتا ہے ساقی زبانی شراب
ہے بہتر پُرانی شراب

گر پڑا تھا جو کوئی نعل سم تو سر پہ دست
کہیں آئینے سے بڑھ کر ہے صفائے تن دوست

لیکے گرد و نج بنایا ہے اُسی کو سہ نو
ہلکس ہر عضو کا ہر عضو میں کیونکر نہ

کیون نہ ملبوس پہ فانوس کا دھوکا ہوا سمیر
شمع روشن سے زیادہ ہے فروغ تن دوست

گھر میں ہوں گھر سے ٹھکر بھی نظر کی صورت
صل سے جان چراتے ہو کمر کی صورت
گر لگے پھول ہر اک شہ رخ سے پر کی صورت
پھٹ گیا مہر سے دل شیر سحر کی صورت
رہ گیا کھول کے آغوش میں در کی صورت
خون کے قطرے نکلتے ہیں شر کی صورت
چھپ ہے گردِ مٹی میں گھر کی صورت
جادو راہ عدم مہر کی صورت
اڑ گئے جو ہر شمشیر شر کی صورت
اور کوئی نظر آتی نہیں گھر کی صورت
تب نظر آتی ہے اک مصرع ترک کی صورت
بجھ گیا شام سے دل شمع سحر کی صورت
آج خورشید سے ملتی ہو قمر کی صورت
چٹت مضمون کی بندش ہو کمر کی صورت
بڑھتی جاتی ہو گرہ دل کی شر کی صورت
رات دن پانوں بھی چکرتیں ہیں سر کی صورت
آہ ہو شکل شجر اشک شر کی صورت

ایک ہے میرے حضر اور سفر کی صورت
چشم عشاق سے بہان ہو نظر کی صورت
ہوں وہ بلبل کہ جو صیاد نے کلنے مہر پر
تیرے چہرے کی ملاحت جو فلک نے دیکھی
جھانک کر وزنِ دیوار سے وہ تو بھلا گے
تیغ گردن پہ کہ ہے سنگ پر آہن دم فوج
کون کہتا ہے ملے خاک میں آنسو میرے
نہیں آتا، نظر المداے خضر اجل
پڑ گئیں کچھ جو مہرے گرم لہو کی چھنٹیم
قبر بھی داد سی غربت میں بنے گی اک دن
خشک سیردن تن شاعر کا لہو ہوتا ہے
آفت آغاز جوانی ہی میں آئی بھیر
جلوہ گر بام پہ وہ مہر تھا، ہر شاید
دہن یار کی تو صیف کر سی منزل ہے
نو بہار چین غم ہے عجب روز افزون
ہوں بگوئے کی طرح سے میں سراپا گردش
اباش سنگ حوادث ہونہ کس طرح سمیر

| | |
|---|--|
| بمہم نسیم کو چہ جانان ہے کس لیے جسکا دماغ جوتے جوڑے کی بوست ہم کیا سمجھ کے یارے رکھیں اُمید قتل یار بنگاہ بھر کے وہ دیکھیں گے کب ادھر مین تو تڑپ تڑپ کے ہوا عشق مین تمام کیا سیکسی کا شکوہ کروں مین فراق مین جو جھکو جانتے ہیں فلک کا شریک غم | تفہیم کو اُٹھانہ ہمارا غبار کب سو گئے وہ بوے نافہ مشک تار کب کرتا ہے عاشقون مین وہ ہکو شمار کب ہو گا یہ تیر میرے کھجے کے پار کب آئینا چہن تجھ کو دل بیتار کب آتا نہیں ہے گریہ بے اختیار کب کرتے ہیں شکوہ ستم روزگار کب |
|---|--|

مرنے کو منع ہم نہیں کرتے مگر اُمید
سومر گئے تو اُن کو ہوا اعتبار کب

ردیف تارِ فغانیہ

| | |
|--|---|
| کیون کھٹکے مجھے جو خار ہو بہم زن دوست دیکھ کر بطل گل و خار یہ اُفسوس چوئی مثل یعقوب مرسی نکھیں بھی روشن ہو جلیں طرفِ کعبہ نہ جا جگے لیے نادان ہے ملک الموت سے کدو کہ نہ تکلیف کریں شاخِ صندل پہ ہوا مارسیہ کا دھوکا اے جنون یاں کوئی بیکار رہا جانا ہو ہم تو نطفہ سے محروم خدا کی قدرت رہ گیا شوق مرسی لاش کو یا مالی کا ہو وصیت کہ کفن بھکو اُسی کا دینا | دوست کے دوست کا دشمن ہو جو دشمن دوست شاید آجائے مرے ہاتھ مین بھی دامن دوست لاکسی روز صبا کھلت پیرا ہن دوست غور کر دیکھ کہ ہے خانہ دل مسکن دوست مرگ سان ہو مگر کون سنے شیون دوست دیکھ کر کا کل پر پیچ ہیں دشمن دوست یا گریبان ہو مے ہاتھ مین یاد اہن دوست آئینہ اور تماشا ہے رخ روشن دوست گرم جولان نہ کسی روز ہوا تو سن دوست ہاتھ آجائے جو آترا ہوا پیرا ہن دوست |
|--|---|

| | |
|---|---|
| شام سے صبح تک چلتے ہیں جام و عیش وصل چاہا شب معراج تو یہ عذر کیا ہم مسافر ہیں یہ دنیا ہے حقیقت میں ہر جل کے اب سو رہو باتیں نہ بناؤ صاحب | خوب ہوتی ہو بسر اہل خرابات کی رات ہے یہ اللہ دہمیر کی ملاقات کی رات ہو توقف ہمیں اس جا تو فطرات کی رات وصل کی شب ہو نہیں حرف حکایات کی رات |
|---|---|

بلدہ القدر ہے وصلت کی : عالمات امیر
اس سے بہتر ہے کہاں کوئی مناجات کی رات

| | |
|--|---|
| بڑھ کے کچھ کہیے سے بھی ہو عز و شان کجائے دوست کیا زار میں بکری ہے ظالم نے میان کوئے دوست دور کئے ہیں ہم لے ساکنان کوئے دوست کی شقت جسے پہنچا وہ میان کوئے دوست باغ جنت پر بھی دیتا ہوں اسے ترجیح میں رہتے ہیں تسبیح میں تقدیس میں تبدیل میں و فلک و مثل زر گس در سے ہو چشم شوق جھک گئی گردن گریبان کی طرف جب کوئے دوست ہو یقین ہو رجعت خورشید سے جلدی سحر گلشن جنت کی کیا پردا ہو اور ضوان انھیں بلیوئے چھپے جب باغ میں جا کر سنے اے ہما بیفائدہ تو نے قدم رنجہ کیا دیکھو ان کو واعظ کسے سنتے ہیں دل سے سنا جب کھلا تفسیر سے مضمون جنات نعیم میرے نکونے جو دریا موج زن ہو رات دن | ہیں غزالان حرم صید سگان کجائے دوست پھٹ پڑے دشمن بہ یارب آسمان کجائے دوست دو جگہ ہو کج بھی تھوڑی سی میان کجائے دوست مشکلف چلے نشین ہیں ساکنان کوئے دوست کون ہو مجھ سے زیادہ در میان کوئے دوست قدیو کج کم نہیں ہیں ساکنان کوئے دوست جلد دکھلا دے بہار بخیران کوئے دوست نخن اقرب سے ملا ہو نشان کوئے دوست حکم حید ہے صلے پاسبان کوئے دوست ہیں جو مشتاق بہشت جاوداں کجائے دوست یاد آئے ہو کج کیا کیا پاسبان کوئے دوست مستی ان ہو پونے ہیں سگان کجائے دوست وصف تو فردوس کا کر میں بیان کوئے دوست میں سمجھا ہی یہ قرآن میں بیان کوئے دوست مردم آبی بنے ہیں ہر وان کوئے دوست |
|--|---|

رنگ فق صبح کو کیوں ہونہ سحر کی صورت
 دل شکستہ میں وہ ہوں خط جو کبوتر کو دیا
 ہوش اڑے تھے جو اڑے تھے خبر و صلت
 چمن دہر سے کیوں قطع نہو نخل مرّا
 جھٹک گیا بار محبت کے اٹھانے کے لئے
 دیکھتے ہی مجھے چورنگ کیا قاتل نے
 سایہ آسمان سے کو چے میں ہو سب مجھے رسم
 بازہ رکھ کس کے گرہ میں کہ بہت تھوڑی ہے
 رات دن کعبہ دل میں ہو بٹونکا مجمع
 شکوہ کس کس کا لہی میں شب ہجر کروں
 اس نراکت پہ میں جان سے صدقے قاتل
 وہ تہمت ہوں مذکور متع کا ہے کیا
 طرفہ آنکھوں کو دکھائی ہے تماشا تری بزم
 عمر گزری ہو مری وادی غربت میں مگر
 شہر شوق ہی کافی ہے کبوتر کیسا
 سچ لے دیدہ تر مر رع دل کو ایسا

پھرتے ہیں شام سے شب بھر وہ قمر کی صورت
 اگر بڑا اڑتے ہی ٹوٹے ہوئے پر کی صورت
 نیند کیوں اڑ گئی آنکھوں سے خبر کی صورت
 پتا پتا نطفہ آتا ہے تبہ کی صورت
 ابھی کھنچ بھی نہ چکی تھی اسے سر کی صورت
 تیغ ابرو بھی چلی تیر نظر کی صورت
 راہ دیوار بھی دی گئی مجھے در کی صورت
 آبرو ہے جو خدا داد گھر کی صورت
 کیا سے کیا ہو گئی اللہ کے گھر کی صورت
 منہ چھپا لیتے اجل نے بھی سحر کی صورت
 ہاتھ میں تیغ چمکتی ہے کمر کی صورت
 صورت گل بھی ندیکھی کبھی نور کی صورت
 پتلیاں دوڑتی پھرتی ہیں نظر کی صورت
 اب تک یاد ہے کچھ کچھ مجھے گھر کی صورت
 اڑ کے نامہ مرا پوسے گیا خبر کی صورت
 نخل ماتم بھی پھلے پھوٹے شجر کی صورت

قبر میں سپین سے یار و کی گزرتی ہے آسمیر
 پانوں پھیلانے ہوئے سوتے ہیں گھر کی صورت

کیا بڑی بات ہو رہا جو یہ بات کی رات
 ہے وہ رُف عرق آو دکہ برسات کی رات
 کہتے کس طرح کئی قبلہ حاجات کی رات

بات کرنے میں تو جاتی ہو ملاقات کلی
 ذرے افشائے نہیں کر مک شب تاسے کم
 زار ہائے نف میں پھنس جلیے تو اتنا پوچھوں

ردیف حبیم

کل تک ترا تما موت کا ہو انتظار آج
 گذرا ادھر سے کیا کوئی محل سوار آج
 نکھر اہو ہے رنگ عروس بہار آج
 کل تو ہوئے تھے قتل مہنگے ہزار آج
 کل کا نکلتے ہیں وہ مجھ سے غبار آج
 بیٹھے ہو پاس آکے کہو کیا ہے یار آج
 سمجھے تھے ہم تمام ہوا انتظار آج
 رہ جائے آبرو درمی پروردگار آج
 شاید کہ پی گئے ہیں بہت بادہ خوار آج
 اکھڑتا ہے تیرے کو پیے میں سکنا آج
 شب بھر رہے فساد گیسوے یار آج
 احوال بھی تو وقت پر ہمت نہ ہار آج
 شاید چمن سے ہوتی ہے رخصت بہار آج
 باقی رہے گا ایک نہ دامن میں تار آج
 باقی کین کین ہیں جو نقش نگار آج
 مایوس ہو گیا دل امیدوار آج

گئے سے تیرے یاس ہوئی مجھ کو یار آج
 جنون کی قبر سے جو اٹھا پھر غبار آج
 تم بھی بناؤ کر کے چلو سیر باغ کو
 قاتل جو یوہین روز ترقی ہو حسن کی
 بان سچ ہو قید بوسہ گیسو کی ہر سزا
 کل تک تو میرے لئے سے تم بھگتے تھے
 حسرت سے بعد مرگ بھی آنکھیں کھلی رہیں
 نظر بتوں کو مرا امتحان ہے اب
 قاضی برہنہ سر ہے تو زخمی ہو غضب
 مشتاق قتل کون ہوا رات کو نشا
 ہمدرد رہا بفرقت تو

کھینچے ہوئے ہیں تیغ وہ بڑھ بڑھ کے رکھ قدم
 روتا ہے باغبان در گلشن پہ زار زار
 کانٹوں میں لے چلا ہے جنون مجھ کو کھینچتا
 کل تک انھیں بھی صاف مٹا دیا گمان
 قاتل نے ہاتھ روک لیا کیا غضب کیا

دوروں کے چلیان بچھے آتی ہیں کیوں امیر

کرتے ہیں یاد کیا وہ مجھے بار بار آج

گلشت کر رہا ہے جو وہ گلزار آج

پھرتی ہے باغ باغ سلیم ہزار آج

ہو نیا عالم ہی اس عالم سے وہ عالم جدا
 جب قدم رکھا زمین پر آسمان پر جا پڑا
 نامہ بر میں جانتا ہوں پر تباہ کیا نہیں
 اور ہی کچھ ہیں زمین و آسمان کوئے دوست
 بار بار جہنم کیا ہوا امتحان کوئے دوست
 دل میں ہول تک نہیں آتا نشان کوئے دوست

چاہتے ہو داب لو اسکو بغل میں ای امیر
 بوستان جدی کی ٹھہرا بوستان کوئے دوست

ردیف ثنائے مثلثہ

گر پہ بے سود ہونا ہے دلِ ناشاد عبث
 طعش گئی روح بدن سے تری شمشیر کے ساتھ
 ایک رنگ آتا ہو یا نضعف سے اک جاتا
 بندہ ہوں تیری محبت کا میں جاؤنگا کمان
 ایک مشتاق شہادت بھی تو جو ہر نہ ہوا
 وہ گل آیا جو نہ آئے گا کبھی گلشن میں
 دہی دیگا وہی جسے یہ کہ ہے بیداد
 لاکھوں گھر اور ہیں لبین مرے کیا رکھا ہو
 عمر رفتہ پہ تاتغ سے نہیں کچھ حاصل
 شمع در دلِ عشاق یہ کہتا ہے وہیت
 بال بال اُسکا گرفتار بلا ہوتا ہے
 جان دی کام میں عشوق کے سب کچھ پایا
 دادرس کو بیداد عبث
 حوصلہ دار لگانے کا ہے جلا د عبث
 رنگ بھرتا مرے نقشے میں ہو بہزاد عبث
 بند کرتا ہے قفس میں مجھے صنیا د عبث
 تجھ میں جو ہر ہیں یہ ای خضر فولاد عبث
 سرود اٹھتے ہیں تعظیم کو شمشاد عبث
 دوڑتی پھرتی ہو ہر سو مری فریاد عبث
 کرتی ہے خانہ خرابی اسے بریاد عبث
 وہ ہمیں بھول گئے کرتے ہیں ہم یاد عبث
 بندے اللہ کے ہو مجھے ہو فریاد عبث
 بندہ عشق کو سب کہتے ہیں آزاد عبث
 کون کہتا ہے کہ تھی محنت فریاد عبث

انبیاء تک ہے پا بند شریعت کے امیر
 ظہری قید سے گھبراتے ہیں آزاد عبث

| | |
|---|---|
| خیال زلف میں کتے ہیں ہم تری کا سفر یہ خوف ہے تری ابرو کی تیغ کا قاتل عجیب ہے تجھ کو قریبوں سے چشمِ داورسی ہمارے رونے پہ آتی نہیں کسے رقت یہ خوف ہے تری تیغ نگہ کا دریا میں نقطہ نہ دیدہ ترے گون ہو چشمِ حجاب | لیٹ نہ جائے کسین اُڑ کے مار رہن موج کہ آج تک نہیں جانا ہو رشتہ تن موج مٹنے نہ بھر میں گوشِ حجاب شیون موج حجاب روتے ہیں آنکھوں پہ کھلے دامن موج کہ چشمِ مردم آبی ہے زیرِ جوشن موج خمیدہ شرمِ مرثہ سے ہوئی ہو گردن موج |
|---|---|

اُڑ رہا ہے مجھے بھر کس خطا پہ آکسیر
حجاب کا نہ مخالف ہوں میں نہ دشمن موج

| | |
|--|---|
| دینار کی نہ ہو کدورم کی ہو احتیاج خطِ عذار یا ر قسم بے رقم ہوا دل اُنکے کیفِ مومین ہیں جامِ جانِ نما اُنکو نکلے ساتھ عشق میں لازم ہوا بھی ہم سچتے ہیں آنسوؤں سے اپنی کشت کو بے احتیاج کوئی نہیں اس جان میں ہر سنگِ سجدہ گاہ ہے شوقِ سجدہ میں کبھک میں ہوں طالبِ نانِ تجسے امی فلک | بس تیری اک نگاہِ کرم کی ہے احتیاج اس خط کو کیا دواتِ قلم کی ہے احتیاج کب سیکشون کو ساغرِ جم کی ہے احتیاج جو ہو سپاہِ اُسکو علم کی ہے احتیاج اگر ابر کسکو تیرے کرم کی ہے احتیاج ناوک کو پر کی تیغ کو دم کی ہے احتیاج ساجد کو دیر کی نہ حرم کی ہے احتیاج ہاں ہو اگر تو سنگِ شکم کی ہے احتیاج |
|--|---|

وعدہ کیا ہے اُسے تو آئے گا وہ آکسیر
کچھ اُس سے قول کی نہ قسم کی ہے احتیاج

ردیفِ حائے حطی

| | |
|---|--|
| آز ماؤ دل کو صاحبِ آزمانے کی طرح دیدہ و دل میں سے رکھا ہو کیا اسی تخمِ اشک | کر و ٹین تم تو بدلتے ہو زمانے کی طرح رنگِ پیدار میں میں مل کے دلنے کی طرح |
|---|--|

| | |
|---|---|
| <p>چھا لوج چھڑ کرتی ہو پھر نوک خار آج آئینہ کھلتا ہے ہرن کا شکار آج کل پی پتی جو شراب ہے اُسکا شمار آج کدو رہے خموش چراغ مزار آج مشاق صبح خود ہے شرب انتظار آج کچھ موت تو نہیں تھے سر پر سوار آج اُٹھا ہے کس کی خاک سے بار غبار آج ہر نقش پابنے گا چراغ مزار آج گھر بیٹھے آپ کھیل رہے ہیں شکار آج بھر بھر کے دیکھتے ہو کسے بار بار آج ساقی چمن میں تیری پڑی ہو بیکار آج بیفادہ ہے موت کا بھی انتظار آج دل کو کسی طرح نہیں آتا قرار آج نگلا ہے پیش خیمہ ابر ببار آج اللہ دے جوشِ رحمت پروردگار آج کیا کام آگیا ہے دل بے قرار آج دکھلائے کیا مشیت پروردگار آج</p> | <p>پھولے گا خونِ دشت میں پھر لالہ زار آج بولے وہ عکسِ دیکھ کے چشمِ سیاہ کا تڑپا رہی ہو ہجر میں لذتِصال کی جاگا ہوں عمر بھر کا ذرا بتو سو رہوں میری تڑپ کو دیکھ کے ایسی ہے بقرار جھنجھلا کے بوسہ لب جان بخش برکما حورینِ جان میں بیٹھی ہیں امنِ سیرت کر گرم خرامِ رات کو ہو گا لحد پر یار بسیلِ نظر سے راہ میں لاکھوں ہیں مرغِ دل منظور کس کا قتل ہے تیغِ نگاہ سے میکش ہیں زیرِ سایہ انگور نالہ کش وہ کیا شبِ فراق میں کوئی نہ آئے گا ہیلو میں غیر کے ہو مقررہ جانِ جان کل تک سواری آئے یقین ہو بہارگی سر پہ ہے ابر ساقی و طرب ہیں سامنے قدموں پہ اس کے ہکو تڑپ کر گرا دیا کل تک جو کچھ دکھایا ہو دیکھا ہو دیکھے</p> |
|---|---|

روتے ہیں بھوت بھٹ کے کیوں آئے امیر
دیکھو تو ٹوٹی ہے کوئی کیا نوکِ خار آج

| | |
|--|--|
| <p>یہ شعلہ وہ ہے جو بجائے برقِ خرمنِ موج سرِ جاب ہے او پنجا بلند گردِ موج</p> | <p>جسے تھما ہے رُخِ آئینہ درِ موج یہ انتظارِ ساحل پہ کس کے آنے کا</p> |
|--|--|

| | |
|---|---|
| یہ ماجراے شام ہے وہ ماجراے صبح مثل شفق ہے سُرخ سرا پار دے صبح بعد سوادِ شب ہے ظہورِ خیالے صبح ڈرتا ہوں کوئی اور نہ فتنہ جنگلے صبح تاثر ایک دن نہیں کرتی دعاے صبح کیون آتشِ شفق سے نہ بجلو جلاے صبح کرتلہ چاک چاک ہمیشہ قباے صبح | پوچھو نہ کچھ جوانی و پیری کی سرگذشت صبحِ شب وصال یہ روتا ہوں مین لو شادی کی رکھ اُمید جو غم کا ہو سامنا مشکل سے ہوتی ہے شبِ فرقت اگر تمام صورتِ شب وصال کی اتنی ہو کب نظر ہوتے ہی صبح گھر سے سدھارا وہ مہروش میرے خون کا پیچہ خورشید مین ہو رنگ |
|---|---|

بجائے دخل غیر شب وصل اے آمیر
دروازہ بند کیجئے آنے نہ پائے صبح

ردیفِ خالے معجزہ

| | |
|--|--|
| کیا کیا جلا ہے دیکھ کے رنگِ شرابِ سُرخ ہر رنگ اصل فرع نہ ہوگی کسی طرح لشتہ جو تھا مین ایک بتِ سُرخ پوش کا ہم دل جلو کا سینہ ہے میخانے کا جواب رہتا ہے دل مین بادہ گلزنگ کا خیال غازہ جو اُسے رات کو متھ پر لگا لیا فرق مین یاد وہ سُرخ گلگون جو آگیا قاصد سمجھ گیا مین یہ ایسا ہو قتل کا چھوٹے جو اپنے دستِ نگارین سے وہ نگا چھٹا ہے نورِ عارضِ گلگون سے ہقد ابھر جو اُس نگار کا جو بنِ ثباب مین | انٹھے سے ہو گیا ہے سُرخ آفتابِ سُرخ گل جو ہزار سُرخ ہو گا گلابِ سُرخ ہاتھ آئی حشر مین مجھے فردِ حسابِ سُرخ وان ہو شرابِ سُرخ یہاں ہے کیا بِ سُرخ ساقی ہے نہ کیون مری چشمِ پُربابِ سُرخ ماندا آفتاب ہوا ماہتابِ سُرخ خون روئے اسقدر کہ ہوا فرشِ خوابِ سُرخ شجرِ ف سے کھا مجھے اُسے جوابِ سُرخ یا قوت کی طر ح سے ہو دُر خوش آبِ سُرخ ہو جاتی ہے سفید بھی اسکی نقابِ سُرخ دریائے حُسن مین نظر آئے جابِ سُرخ |
|--|--|

صورتِ آئینہ احوال تا کجا دیدار رخ
دردِ دل دل تو وہ عاشق کا سنتے ہی نہیں
ناوک انداز نگہ اچھی نہیں یہ تاک جھانک
باد وہ خوار و کمکو کیا غور شید محشر کا ہر خوف
بیب کبھی آتا ہے دل میں تیری چوٹی کھیاں
چشمِ فغان نے کتنی کتنی ہے اگر ارشاد ہو
ایک بار احوال برقِ تکلیف اور کر جھگڑا مٹے
تم تو آتے ہی قیامت کرتے ہو صاحبِ بیا
و جنوں بل و رہی کھلا کوئی عالم و وسیع
رے کبے کے نہیں اٹھتا سرِ ناپاں لے
چار دن کو کیسی طبعِ آشیان احوالِ عنایب
و کمان اہودادھر بھی سرسری کوئی نگاہ
ل کو آجاتا ہے باد و زون مرگانے چین

خاک چھان اب کو چھ گیسو میں شانے کی طرح
اور جو سنتے ہیں تو سنتے ہیں فسانے کی طرح
آز نہ جائے دیکھنا کوئی نشانے کی طرح
چھار ہا ہے ابر رحمت شامیلے کی طرح
چوٹ پڑتی ہو جگر پر تازیانے کی طرح
ہم بھی کچھ نیرنگ کھلائیں ملنے کی طرح
پھونک دے بجو بھی میرے آشیانے کی طرح
دل میں آتے ہو تو آؤ گھر میں آنے کی طرح
ننگ ہو مجھ پر عالم قید خانے کی طرح
اسمین بھی کچھ کچھ ہو تیرے آستانے کی طرح
اوالیوں پر کاٹ دین جن آشیانے کی طرح
تیرے شتاق ہم بھی ہیں نشانے کی طرح
خیم میں اچھی ہے یہ مانگے لگانے کی طرح

کتنے بیدار اس زمانے کے اطمینانِ امیر

حال بیماروں کا سنتے ہیں فسانے کی طرح

تار و زحشر شام نہوائے خداے صبح
جنت میں جیسے شام نہیں ہواے صبح
کیا سرد سرد چلتی ہو ساقی ہواے صبح
کیا دور ہے جو شام ہو پیدا بجائے صبح
اللہ رومے زشت نہ اُنکا دکھائے صبح
آنکھیں سفید ہو گئیں اپنی بڑے صبح

بیدار وہ رشک مہر مجھے کھائے صبح
پیرِ رخاں کی بزم میں بخت سیہ کمان
ہنگامہ میکشی کا مناسب ہے گرم ہوا
ایسا کیا ہے چرخ نے کو تاہ روز وصل
اہلِ جہان بخیل ہیں مسک ہیں نخس ہیں
ایسا شبِ فراق کیا ہم نے انتظار

نہ رہی رونق بزم شعرا میرے بعد

اگلی غفلت کو غفلت نیند کو آتی ہے نیند
موت کو ہمراہ لے لیتی ہو تب آتی ہو نیند
آخر طالع کو میرے روز چمکاتی ہو نیند
پرجوم نہج ہو گئے نہیں پانی ہے نیند
جیسے ہنس پڑتے ہیں لڑکوں کو جو آجاتی ہو نیند
یوں اچھٹ جاتی ہو وہ جیسے اچھٹ جاتی ہو نیند
زم بستر پاکے کیسے پانوں پھیلاتی ہو نیند
کام کیا راست کا کہیں تکلیف فرماتی ہو نیند

موت پھر جاتی ہو انکو نہیں اگر آتی ہو نیند
 بھر میں بھرتاں جو آتی ہو تو گھبراتے ہیں
 دیکھتا ہوں انکی پلکوں کو جو آ جاتی ہو نیند
 بھر کی شب ایک تو یوہن نہیں آتی ہو نیند
 درد دل کتا ہو میں جب بات کو کہتے ہیں وہ
 تیرے جلو کا اگر انکو نہ بندھتا ہو خیال
 ایک دم کو تو کرم فرما اگر ہو سب میں
 جاگتے ہیں جو فرشتو کو نہیں آتا نظر
 جلتے ہو بند کیوں ہوتی ہیں آنکھیں قریب
 لیٹا ہوں روزیہ امکدین مشتاقِ جمال
 غفلتِ پیری ہو اب تھی نوجوانی تاکِ تنگ
 غافلونکو اور غافل میری صحبت نے کیا
 ڈرتی ہو میرے سہ خانے میں جوتے ہوئے
 خواب میں ہر شب نظر آتے ہیں کیا کیا ماہر
 چشمِ داہو شام سے ہر چند دروازے کی طرح
 عین غفلت میں ہیں خوش سطر یہ اہل جان
 سخت جان ہوں پھر میں پڑتی ہو گتخِ جل
 یہ قہر کیا محض میں اسکی جا کے سواتے ہیں یا توں
 بھر میں آرام کیسا ہم بھی شب بیدار ہیں

ہے روئے مرہ سفید رخ آفتاب سُرخ
بلور کی پیالیوں میں ہے شراب سُرخ
جوڑ لگے میں سُرخ کمر میں جو ڈاب سُرخ
پانی ہو کیون نہ طشت میں شہاب سُرخ

پر تو سے تیرے شانِ جمال و جلال کے
مخمور آنکھیں یہ نہیں ساقی کی میکشہ
خو زریاں ٹپکتی ہیں قاتل کی وضع سے
منہدی لگا کے ہاتھ جو دھوئے وہ گلبدن

مطلب نہیں امیر کو عروہ قصور سے
ساقی ہو سبزہ رنگ الٹی شراب سُرخ

دیفت دال مہملہ

یاد آئیگی بہت میری وفا میرے بعد
چمن سے سوئیگی سب خلق خدا میرے بعد
کوئی پاؤ گے نہ مشتاق بلا میرے بعد
کہ کرے کوئی کسی سے نہ وفا میرے بعد
تین دن اُس نے لگائی نہ خامیرے بعد
اگل ہوئی شمع مزارِ شہدا میرے بعد
ہے وہ عالم میں تو انگشتِ نامیرے بعد
یاد کرنا نہ بچے بہرِ خدا میرے بعد
چمنِ حسن میں جو پھول کھلا میرے بعد
نہ جا پڑے جوارنگِ خامیرے بعد
نہ رہے جو ہر شمشیرِ جفا میرے بعد
دشت میں کوئی بگولا نہ اٹھا میرے بعد
بار سے کھنچ نہ سکی تیغِ ادا میرے بعد
ایک قلم چھوٹ گئی مشقِ جفا میرے بعد

کون اٹھائے گا تمہاری یہ جفا میرے بعد
ہوں وہ نالان کہ ہوتے لیے مرنیکی خوش
جتنا جی چاہے بلاؤں میں پھنسا لو مجھ کو
ہے وصیت مری ہر قد یہ لکھدین احباب
شکر ہے کچھ تو محبت میں ہوا رنگِ اشرا
کون ماتم میں ہے یوں دل کا جلا بھولا
خسف میں ہوں مجنون بھی مہ تو لیکن
فر گیا ہوں میں صنم تیری فراموشی پر
تھا وہ بلبل کہ جگر میں مرے کا نٹا کھٹکا
خون مرا کر کے بہت ہا تھلے قافل نے
تھی مرے دم سے فطرت اُسکے ستم کی تیزی
میرے مرتے ہی ملا خاک میں قیامِ جنوں
نگہ ناز سے مارا نہ کسی کو اُس نے
خوش خطوں نے نہ کسی کو بھی کیا زیر و زبر

سر پھر گیا کسی کی ہلک یاد آگئی
عالم تمام بحث عقول عشرین ہے
سوداے زلف مین مین عزیز جہان ہوا
دیکھا کبھی بھنور کو جو چکر مین جس کے گرد
کیا سیر ہے کہ ایک زمانہ ہو دس کے گرد
یہاں مزہ ملا کہ پھر اسانپ دس کے گرد

حسرت ہو دید گنبد مولا کی اسے آمیر
نکھونکی پتیلیاں ہوں تصدق کھس کے گرد

ہو نچا نہیں کوئے بت دعاہ مین قاصد
اک چاند کے ٹکڑے کو کھامین نے خط شوق
مکتوب مین اس چادر بخدان کی ہو تعریف
س بت نے نکالا تھا اگر مجھ تک آتا
کیسا چین کو چہ جانان مین گیا جلد
لیکھ خبر یار پھرے جلد الٹی
خط لیکے گیا ہے کئی گزرے ہیں عینے
خط اس نے کھا سچ ہے یہ کتنا تو قسم کو
دھیلی ہے کمر کس کے ذرا باندہ دوبارہ
نظر پڑھتے ہی ہوتے وہ ادھر آپ روانہ
کیا جانے کہاں بیٹھ رہا راہ مین قاصد
لیجا مرے نامے کو شب ماہ مین قاصد
ڈر ہے نہ کہیں ڈوب مرے چاہ مین قاصد
اکیون بیٹھ رہا خانہ اللہ مین قاصد
ٹھہر نہ کہیں مثل صباراہ مین قاصد
بھیجا ہے بڑے صدمہ جانکاہ مین قاصد
آتا ہے ادھر دیکھے کس ماہ مین قاصد
چل حضرت عباس کی درگاہ مین قاصد
اگر جاے نہ خط کھل کے کہیں راہ مین قاصد
ہوتا جو اثر کچھ بھی مری آہ مین قاصد

بھیجا تھا آمیر اسکو تو اس بت کی گلی مین
سیدھا گیا اللہ کی درگاہ مین قاصد

ردیف دال مہلہ

خجستہ قاتل نکرا تاروانی پر گھنٹ
شمس کے مانند کیا آتش زبانی پر گھنٹ
سخت کم ظرفی ہواک دو بوند پانی پر گھنٹ
صورت پروانہ کر سوزہ نہانی پر گھنٹ

| | | |
|--|---|--|
| | <p>ہجر جانان میں جو سوغمزون سے آتی ہوا امیر خفنگان خاک کی صورت سلا جاتی ہو نیند</p> | |
| <p>ہلکو اُس چہرہ پر نور کا ہے نور پسند تیرے مجروح کو ہے زخم کا انگور پسند کیون نہ ہو ہلکو سواد شب دیو پر پسند اپنے کانوں کو تو ہے نغمہ منصور پسند میر نے رخنو کو نہیں مرہم کا فور پسند ذکر لیلیٰ کا نہ شہین کا ہے مذکور پسند شہترہ کو ہے سواد شب دیو پر پسند جس طرح مست کو ہو بادہ انگور پسند خود ہوا دار پہ رہنا تھے منصور پسند آئے کو نہ کرے وہ بُت مغرور پسند یہ طریقہ نہیں مجھ کو کسی دستور پسند</p> | | <p>چشم موٹی کو رہے برق سر طور پسند جتنے میوے چین ہر مین ہیں اُن سب میں شکل ملتی ہو تری زلفِ سیہ سے کچھ کچھ اور نغموں سے نہیں بنم جہان میں کچھ کام کاش جراح چھڑکے کہیں تھوڑا سا تنک تیری تعریف کے ہیں کان ہلکے شتاق تیرہ دل چاہیں کیوں ہلکے جہانیں اندھیر ہوں میں شاعر ہی مجھے شعر سے رغبت ایسی کیون کسی بات جو کہنے کی سزاوار نہ تھی اک نظر میرے دل صاف کو دیکھے جو کبھی کات کر راہ مرے گھر کی چلے اور طرف</p> |
| | <p>تنگ آیا ہوں بدت اہل وطن سے مین امیر کیون نہ ہو لگو وطن سے سفر دور پسند</p> | |
| <p>ہو عنکبوت گھات میں جیسے گس کے گرد رہتا ہے پھول والو کا میلا نفس کے گرد یہ قافلے کا قافلہ ہے اس جس کے گرد ساغر بکف پھرا ہوں میں برسون عس کے گرد مظلوموں کا جو مہم ہے فریاد رس کے گرد بیمار بن کے پھرے مسیحا نفس کے گرد</p> | | <p>افت ہو یوں جہان میں اہل ہوس کے گرد پھولوں کا ڈھیر روز لگاتے ہیں گل فروش گھبرے ہیں درد و غم دل نالائکوں عشق میں ساقی وہ بادہ خوار بلامت پسند ہوں گھبرے ہیں تیغ یار کو ایزد کشان عشق نہ وہاں سر میں لفت لب کا یہ حکم ہے</p> |

| | |
|---|---|
| <p>دونوں نے نہ درد دل مٹایا کیا ناد علیٰ میں بھی اثر ہے ڈرتا ہوں نہ صبح ہوش وصل ہم کو بھی ہو کچھ اُمید تکیں پتیاں کو جڑ ہمار ہی پہونچی حاجت نہیں اُنکو نور تن کی کھٹکے وہ نہ آئے کُفایتے کو پی جا بیٹھے گھول کر کسے آب اے ترکِ تلین بلا میں سر سے ڈرے تمہیں کنکھنوں سے لازم اکیر کا شنفہ سکو سچوں</p> | <p>گنت ہے کاہے کشتہ دار تعوید چاروں ٹکڑے ہیں چار تعوید ہے ہمدرد زہر نگار تعوید کھوئے جو تپِ خیار تعوید گاڑا تہ پائے یار تعوید بازو پہ ہیں پانچ چار تعوید دیکھا جو ہر مزار تعوید ہے نقشِ نہ خاکسار تعوید اک تیغ کا خط ہزار تعوید لایا تو ہے سادہ کار تعوید کھوئے جو تراغبِ ر تعوید</p> |
| <p>مجمع ہے امیر کی محراب میلے کاہے اشتہار تعوید</p> | <p>مجمع ہے امیر کی محراب میلے کاہے اشتہار تعوید</p> |
| <p>چوٹی میں اُڑے یار تعوید یاں حب کے تو پانچ چار تعوید ہے بارِ سیاہ اُسکی چوٹی گھراؤں کے گئے تو ہمنے گاٹے کھے مرے خون سے جو عامل جاتی نہیں جس کی تپِ حار قاتل نے کھا جو کوئی بُر نہ چاندی ہوئی اُسکی جب دیا علم</p> | <p>لامیر سے ہی سر سے مار تعوید وان نبض کے ہیں ہزار تعوید سن ہانپ کا زنگار تعوید چاروں کونوں میں چار تعوید دکھلائے نئی بہار تعوید ناحق ہے گلے کا مار تعوید سمجھا میں جگر کا تعوید سوئے میں منڈے سنار تعوید</p> |

ہزار شمشیر قاتل کو روانی پر گھمنڈ
 بار اٹھانیکا ہو اسکے حوصلہ ای جان زار
 ذبیت شاہی سے آتی ہے صدا شام و صبح
 دیکھو نادان کہ پیری کا زمانہ ہو قریب
 چار ہی نامے ہمارے سن کے چوکی لگ گئی
 عفو کے قابل سے اعمال کب بہن ہو کریم
 شمع محفل شامت آئی ہو تری خاموش ہو
 طبع شاعر کے زور و ن پر کرے کیونکہ نہ تاز
 چار موجوں میں ہماری چشم تر کے رہ گیا
 دیکھنے والوں کی آنکھیں آپنے دیکھیں نہیں
 عاشقِ ممشوق اپنے اپنے عالم میں ہیں بست
 تو سہی کلمہ ترا پڑھو اسکے چھوڑ دیا صنم
 سبزہ خط جلد یا رب رخ پر اسکے ہونود
 گور میں کستی ہو عبرت قیصر و فقور سے
 ہے یہی تازیابِ خنجر جلاد میں

رہسوں کو بھی ہو اپنی سخت جانی پر گھمنڈ
 اب تلک تجھ کو ہو زورِ ناتوانی پر گھمنڈ
 اور کرے چار دن اس ار فانی پر گھمنڈ
 کیا لڑکپن ہے کہ کرتا ہو جوانی پر گھمنڈ
 تھا بہت بیل کو اپنی خوش بیانی پر گھمنڈ
 تیری رحمت پر ہو تیری مہربانی پر گھمنڈ
 دل جلونکے سامنے آتش بیانی پر گھمنڈ
 حب کو ہوتا ہے جوانی میں جوانی پر گھمنڈ
 ابر نیسان کو یہی تھا در فشانی پر گھمنڈ
 حق بجانب ہو اگر ہے سن ترانی پر گھمنڈ
 دان نزاکت پر تو یان ہونا تو انی پر گھمنڈ
 زاہد و نکو ہے بہت بسیج خوانی پر گھمنڈ
 خضر کو ہے اپنی عمر جاودانی پر گھمنڈ
 کیوں نہیں کرتے ہوا ب صاحبقرانی پر گھمنڈ
 چشمہ حیوان نہ کر تو اپنے بانی پر گھمنڈ

حال پر اجدا دایا کے تفاخر کیا امیر
 ہیں وہ نادان جنکو ہے قصے کہانی پر گھمنڈ

ردیف دال مہل

قسم ہے نہ کچھ حصار تعوید
 یافتہ روزگار تعوید

کیا رو کے قضا کے دار تعوید
 جوئی میں ہے مشکبار تعوید

سگ صاحب کف آیا ہماری لاش کے اوپر
تفاخر تھا بہت قاتل کو اپنے زور بازو پر

خبر تکو نہیں ہوا سگ جانان تعجب ہو
پڑا خط بھی میرے تن پر میری سخت جانی

اکمیر انجام کا کب دھیان رہتا ہے محبت میں
مسلمان ہو کے ہم عاشق ہوئے اک طفل ہندو پر

رباعی اک نئی ہوتی تھی موزون چار ابرو پر
نشبیں زاغ نے آکر بتایا شاخ آہو پر
کہ صدقے ہو ہما پھر پھر کے شاہین ترانو پر
: عا بنے پڑھی جب ہاتھ رکھ کر اسکے بازو پر
جین میں رستہ بن گیا بلبلین بھولو کی خوشبو پر
کہ رکھتا ہو وہ پیشانی کے بدلے ہاتھ ابرو پر
خیال آیا جزانو کا تو مارا ہاتھ زانو پر
گرا نکھین دشت میں ملتا ہوں نقش پا کے آہو پر
کہ تودے کا گمان ہوتا ہے بھکوپنے پہلو پر
حباب نکو نہ سمجھو ہیں یہ تنجائے لب جو پر
کہ تن پر خط نہیں پڑتا کوئی اس دست و بازو پر
بڑی مشکل سے پایا قبضہ اسکی تیغ ابرو پر
جایا طائر رنگ خانے رنگ بازو پر
نہ سوچا کچھ بڑے حیرت کے پڑے حیرت آہو پر
نہ کیونکر آبرو ہو اگلہ کی موقوف آنسو پر
چھپے ہم خاک کے پیچھے گئے افلاک کے اوپر
سوار اسی قیس تو بھی کیوں نہیں ہوتا ہو آہو پر

فقط کتا نہیں میں شعرا میں
نہیں خیال سیہ جو نہایا ان اسکے ابرو پر
وہ شاہ حسن تل بیٹھے تو یہ اوج شرف بخشے
مرض میں اسکے گھر جا کر عبادت کا مزہ اٹھا
منظر مغر جان تک ہو جو سر کاغذ دل ٹھوہر
سلام اس ترک کا لینا ہے ایسا قتل کا شایہ
ہو امیں سیندن فرقت میں سینہ کر کے یاد آٹھا
حشت ہو بھکو و حنیو نے افس ہے ایسا
خیال ناوک مرگان نے یہ سولخ ڈلے ہیں
گرے تھے نہر گلشن میں کبھی دوا تنگ گم اپنے
ہنایت تنگ ہو قاتل ہماری سخت جانی سے
کیا دیکھو اگر خاک خاک اپنی بنی و رسمہ
لے بازو اگر اس ترک نے دست حنائی سے
ہمت کرا تھا مجب سائنے آیا وہ صید فکں
صدف کی کیا حقیقت ہو اگر ہمیں نہو گوہر
پس مردن یہ بخشی ہو رفت بقیہ رہی ہے
بڑھا جاتا ہے تجھے دیکھو کوسون ناقہ علی

| | |
|---|---|
| ہوا ایک سپر نہ تیغ غم کی لوتا رنظم مری اگر ہے کیون رشک سے دل جلے میرا چوٹی نے ترے جو سر چڑھایا بازو سے صنم کمان کمان تو | ہیکل میں جو ہون ہزار تعویذ دورے کا امیدوار تعویذ ہو اُس سے جو ہکنا ر تعویذ ہے صاحب افتخار تعویذ اللہ رے تراوقار تعویذ |
|---|---|

اللہ رے امیر سوز و فرقت
جل جاتا ہے برق دار تعویذ

ردیف لے مہملہ

اکا ہے پھول لے کا یہ گویا شاخ شبنم پر
گرے سر دلب جو ٹوٹ کر سر دلب جو پر
عوض تعویذ کے باندھا ہے اُسے اپنے بازو پر
یقین ہو صید ہو ڈالا ہو گھوڑا ہنسنے آہو پر
اگر تیکے سے اٹھتا ہو تو آرتا ہے زانو پر
بڑھا کر دست نرگان کھدیا ہر تیغ اردو پر
کبھی شمشیر کے نیچے کبھی شمشیر کے اوپر
مسلمان کیا سمجھو طعنہ زن ہوتے ہیں ہندو پر
بہائے ابرنے دیا مرے ایک ایک آنسو پر
اگر برسات میں شب کو نظر پڑتی ہو جگنو پر
کہ اپنے دل کی اشرفی باندھیں بازو پر
کہ اس جیلے سے رکھ دوں ہاتھ در جگنو پر

دلِ پرداغ کا مسکن نہیں ہو اُسکے گیسو پر
ہجوم ایسا ہوا گلشن میں اُسکے قد و جو پر
الٹی شکر تہ میرے خط شوق نے پایا
کمان جاتا ہو اپنی فکر سے اُس چشم کا مضمون
سنبھل سکتا نہیں ہو سر دور نا توانی سے
امید قتل ترک چشم سے کچھ تو پڑتی ہے
یہ شوق قتل تھا ہکو کہ مقتل میں گلا رگڑا
پرستش سے بُت پندار کی انگوٹھ کو بفرست
مرے رونے نے فرقت میں ملایا ایک عالم کو
چمک جاتا ہو دردِ دل زیادہ پھر ساقی میں
اگر رخصت ہی ہو مد نظر اتنا ٹھہر جاؤ
دربارِ جانان پہ مطلب تھا یہ میرا نعرش پائے

| | |
|--|---|
| <p>جہنم اُٹھ دیکھا مجھ کو نکل کر گئی کس طرف موت کبخت گل کر نہ گھٹ کر ہوں قطرہ نہ دریا اُبل کر گرمی میرے دل میں زبان سے نکل کر تقنا سر پہ آئی ہے صورت بدل کر پشیمان ہوا میرے دل سے نکل کر کہ قدموں پہ گر تپتی ہیں نظریں بھسل کر کہا میں نے بھی شمع و آن کو بیل کر مگر تو ہی اے داغ پہلے پہل کر تو بیگان سے لیجا نیک کا دل بدل کر گنیں آنکھیں اُن سے بھی آگے نکل کر ذرا آدمیت سے بیٹھو سنبھل کر خدا ہے جو ہمت تو نذر اجل کر رہتی ہے دریا سے نکل کر گلے پر مرے گر پڑی تیغ اُگل کر دکھاتا ہے سورنگ صورت بدل کر صدا غم نے دی دیکھ ظالم سنبھل کر</p> | <p>یہی سوز دل ہے تو محشر میں جل کر پڑی مجھ پر ادھی وہ تواد جل کر نہ وحدت سے مطلب کثرت سے مطلب ترسی بات بھی تیرے نادک انگن جو شام شب بھر دیکھی تو سبھی جہان میں نہ کی قدر غم جب کسی سے نخ اُس بُت کا شاید نکلتا ہے پتھر جلا تھا مراد دل جو پروا نہ آسا جلانے کو دل داغ سینہ ہے مائر جو کھینچے گا بھی تیرے سینے سے ظالم آنکھیں آتے دیکھا تو دُورین نگاہیں یہ میری طرف پاؤں نفل میں کیسے غریب اس قدر نقد جان کیوں ہوا ایل بشر کیوں نہ ہو بوطن ہو کے مضطر وہ بسمل ہوں جب ہاتھ قاتل نے کھینچا مراد دل بھی اُس سینہ را بنجن سے قدم جب خوشی نے در دل پہ رکھا</p> |
|--|---|

امیر اہل مسجد سے اظہار تقویٰ
ابھی آئے ہو میکہ سے نکل کر

| | |
|--|---|
| <p>دوبڑے گراسر پہ شانے سے دھل کر یہ خط تینے بھاڑا کہ قاصد نے جل کر</p> | <p>دکھائی ادا طرفہ ظالم نے جل کر ارادہ ہے خود اُن سے پوچھوں میں جل کر</p> |
|--|---|

| | |
|---|--|
| <p>سہی قد یاد آتے ہیں جو گلشن میں خرامان بھی بھراتی ہیں آسمان کھین مری قمری کی کو کو بھر</p> | |
| <p>دنیا بات ہو نٹھوں میں منہ سے نکل کر زمین رحم کر تو ہی پہونچا دے ٹل کر سر راہ بیٹھی ہیں یریاں نکل کر زمانے کو بدلو نہ آنکھیں بدل کر یہ مطلب کہ چو پٹ ہو کوئی پھسل کر ترپتا ہے سایہ بھی کر دت بدل کر کہ مجھ سے کہاں جا رہی گی تو نکل کر کوشا عروں سے کہ پھولیں نہ پھل کر زمین آسمان بن گئی ہے اُچھل کر نشانہ اُڑا رہا ہے کیا رخ بدل کر کہ تارے چھپے پھر فلک پر نکل کر گل آئے ہیں پوٹناک میں عطر مل کر شفق بنگیا خون مسیلا اُچھل کر جوانی پہ اسے ترک اتنا نہ بل کر کھڑا ہو رہا دور مطلب نکل کر ہوئی پردہ ہر بات میں نہ نکل کر کہے ہو گئی داغ ساغر میں جل کر</p> | <p>کیا قسم جب کچھ کہوں اُن کو جل کر کرا میں غمیف اُٹھکے کو بچے کو چل کر نئی سیر دیکھو سو سے قاف چل کر ادھر کی نہ ہو جائے دنیا ادھر کو وہ کرتے ہیں باتیں عجب حکمی حکمی وہ مضطرب ہوں میں کیا مرے ساتھ کھڑوں یہ کہتی ہے وہ زلف عمر خضر سے گلستان نہیں ہے یہ بزم سخن ہے غضب اوج پر ہے مری میقراہی پڑا تیر دل پر جو منہ تو نے پھیرا نہ آئیں گے وہ آج کی شب بھی شاید جلو و حشیو بزم گلزار اُسکے چھپا کب بہت خاک غلام نے ڈالی کہ بال ہی ہے نہ لچکے یہ ڈھے حضور اُنکے باتیں جو کین ڈرتے ڈرتے چھپے حرف گبری سے سب عیب میرے دہ ہوں ڈالہ سان موختہ بخت میکش</p> |
| <p>کے شعر آسمیر اُس مکر کے ہزاروں کر رہ گئے گئے پہلو نکل کر</p> | |

شبِ تار ہو جائے گار روز روشن
 کرے وہ جو بندے کی اپنے خلقت
 ضعیف تو کو ہے باعثِ زیست بستر
 ذرا گرم نظروں سے دیکھے جو ساقی
 لگا رہنے دودر سے بیتاب دل کو
 گرین گرم آنسو جو دریا میں میرے
 عجب خاک تیرہ بھی ناگن ہو مودی
 مے گرم نے کر دیا گرم ساقی
 یقین ہے کہ پھر جان ہی لین یہ مودی
 جو وہ اُمّی چلے اہل نخل تو کیسے
 رقیبوں سے کیا راہ ہے ڈاکیوں کو
 وہ بخون ہوں شیکو جو صحرا میں بھٹکوں
 ابھی جان دیدوں جو دے جھکو مٹی
 اٹھا ایدل آنکھوں سے اتنا نہ طوفان
 نظر چشمِ دل کو وہ بے پردہ آئے
 جھنکائی لکھ لکھو ن کو فلک نے
 مرے آنسوؤں نے مجھے بخشوایا
 کہو میرا مرنا نہ اُس گلابِ دین سے
 وہ لاغر تھا میں ہفت قلم میں ڈوبا

زمانے کو بدلو نہ آنکھیں بدل کر
 تو یوسف جوان بھڑیوں میں ہو کر
 کہ کتاب ہے عکس آئنے سے نکل کر
 ابھی مے سے پتلا ہو تیشہ گھیل کر
 کہاں جائے بازو سے پھیلی نکل کر
 صدف میں گھر پھر ہو قطرہ گھیل کر
 کہ بے غم ہے بچوں کو اپنے نکل کر
 صراحی بلا کوئی شومے سے جھیل کر
 جو بیٹھیں کبھی شیش چمک نکل کر
 بکڑے سپند اُسکا دامن جھیل کر
 کہ دیتے ہیں محسوس خط اُس کا بدل کر
 چرخِ سر راہ ہو گھانس حل کر
 غیبِ اُردو شکر کے دل سے نکل کر
 کنوئیں بیٹھ جاتے ہیں اکثر ابل کر
 جلایا جو پردوں کو آنکھوں نے جل کر
 پڑی کس ٹیکے میں نازوں سے مل کر
 بڑے کام آئے یہ لڑکے چل کر
 مٹا ہے نہ رنگِ خنا ہاتھ مل کر
 گرا آنکھ سے ایک آنسو جو ڈھل کر

امیر آسمان بھی کھلاڑی ہے شاطر
 دکھاتا ہے کیا کیا یہ نقشے بدل کر

جو برسات میں تادریار پہونچے
تو قہ ہے دھوکے میں اگر وہ پڑھ لیں
کہیں محتسب چونک اٹھے نہ غش سے
یہ ہمدومہ دلالہ و گل نہ سمجھو
زمین پر نہیں پائون رکھتا ہر قاتل
وہ نیرنگ پرواز ہے عمر انسان
نکالا جو پیر معنی نے تو غم کیا
کھینچے دل نہ کیونکر حسینوں کی جانب
دہم نہ کر ہے دھیان کس خبر و کا
پڑا ہے جو بے آب چاہ زرخندان
نفس وار کی ایک جا آمد و شد
حسین کیون نہ جوش جوانی کو روئیں
وہ مقتل ہے تیرا کہتے ہیں قاتل
نہ جائے کبھی وار قاتل کا خالی
یہ خواہان ہے مثل نگین بے نشانی
مرے قتل سے وہ کمر کب ہے منکر
یہی سوز غم ہے تو اشکون کی صورت

ہر سانس کیا خود گرے ہم پھسل کر
کہ لکھا ہے نامہ انجین خط بدل کر
نہ جا بوسے سے میکہ سے نکل کر
دکھاتے ہیں جلوے وہ شکنیں بدل کر
کو خون دامن پکڑے اچھل کر
دکھاتی ہے یہ تین شکنیں بدل کر
بلائے گی پھر دختہ رز پھل کر
جو پارہ بھی دوڑے کنوئیں سے نکل کر
کہ ساپنے میں آتے ہیں مضمون دھل کر
ہوا کیا عرق تیرے رخسے نکل کر
کہ مقصود اپنا ٹھکانا تھا چل کر
کہ جو بن مٹا اشک کی طرح دھل کر
یوان دوڑ کر گھٹنیوں طفل چل کر
جگر دہ رہے روکے دل اچھل کر
نہ جائے کہیں نام ہم سے نکل کر
خطر کیا ہے بیٹھی ہے کیون ناف ٹل کر
کسی دوز بہ جانے گا دل پھل کر

آئیں اپنے تن کی بڑھی یہ حرارت

کہ جن ہو گئی خاک سائے سے جل کر

روانہ کب روغان قاز مل کر
وہ در تک بھی آئے نہ گھر سے نکل کر

نہ جاتا تھا اس تک کہ تو تر دہل کر
تھکے مدون راہ میں جکے جل کر

ننگ ہے قید سے پائیگی رہائی زنجیر
 کھینچتی ہے مرے پائوں کی دہائی زنجیر
 ہو گئی مجھ کو مری آبلہ پائی زنجیر
 تیشہ دل میں ہمارے اتر آئی زنجیر
 پائوں میں پھولی نہ سمائی زنجیر
 موج گل آئی تو سمجھائیں کہ آئی زنجیر
 چاہیے ہو مری گردن میں طلائی زنجیر
 نے پری کو بھی پنچائی زنجیر
 یار نے توڑے تیرے

ہتکڑی ہاتھوئیں پائوں میں پنچائی زنجیر
 نقرئی طوق ہے زیبا تو طلائی زنجیر
 طوق گرداب نے موجوں نے پنچائی زنجیر
 آہن برق سے کیا تو نے بنائی زنجیر
 طوق گل رنگ لہو سے ہے خنائی زنجیر

اپنے دیوانے کے مہ فن پہ جو آیا وہ آسمیر

جاے گل سایہ گیسو سے چڑھائی زنجیر

داسے بیرحمی کہ پانی بندھے بیمار پر
 بال کھوے پر یان پھرتی ہیں سر دیوار پر
 چڑھ گیا سایہ پری بنکر سر دیوار
 بوجھ ان ساتوں چھتو نکا ہو ہی دیوار پر
 ڈٹے ڈٹے سایہ رکھتا ہے قدم دیوار پر

ہو خوشی مجھ کو جزندان سے رہائی کی توبہ
 تری باتوں سے پریرو نہیں نالان میں فقط
 دخلنے کی طرح وادی وحشت میں بچ فیل
 یاد گیسو نے دکھایا ہے تماشا کیسا
 سہری کے گل عارض گل میں دیوانہ تھا
 بد خانہ نظر آیا مجھے وحشت میں چین
 اچھری دست خنائی کا میں دیوانہ ہوں
 پائوں پر نئے گرمی ہو کے پریشان کامل
 پنہ ابرو کا وہ دیوانہ جو سمجھا مجھ کو
 لیجئے یوں ترے وحشی کو قیامت میں ملک
 اک حسین کا ہوں میں دیوانہ تکلف ہو ضرور
 تیرا وحشی جو کبھی جانب صہرا گذرا
 ہر گھڑی نعل در آتش ہوں جاو آہنگ
 ای جہن پائوں میں مجروح تو گردن میں خراش

تنبہ قاتل بھی نہیں چلتی کبھی مجھ زار پر
 جا بجا سبزہ نہیں اسے دل یہ قصر یار پر
 ہوں وہ وحشی جب قدم رکھا درد لدار پر
 جو ہفت افلاک ہیں انسان کے جسم زار پر
 یہ مہ بیت اخگر پر چھائی ہو بوسیدگی

| | |
|--|---|
| <p>ستین سے جو ہوا دست شکر باہر ڈر سے آسکتے نہیں میرے سیہ خانے میں داغِ اُلفت مرے لمین کوئی چھپ سکتا ہو غیر قاتل سے جدا ہو نہیں آتلبے یقین کیا ہو خط کا جو اُس چاہِ ذقن پر ہے ہجوم شوق ہو تا جو نہ اُس چاہِ ذقن کا رہبر ایک گھر میں نہیں رہ سکتے ہیں یادِ انسان ہوئی دیوانہ جو رکھتا ہو نہیں ندان میں قدم مجرِ چشم سے کیوں دانہ اشک آئے نہ تند ہوں وہ جانبا زین آیا تو بے استقبال جا ہتا ہے کہ وہ بے پردہ ہو انگھونکی حضور فاصدی کیا جو خط اُس تیر فکر کو میں لکھوں شیخ صاحب نے جو زند کی شنی ہے آمد سجھوں چڑھا آج عرش جان بھی دی سر بھی دیا بادِ خوار دن کا زمانے سے جلا ہے عالم</p> | <p>میں یہ سمجھا کہ ہوا میان سے خجہ باہر ماہ و غور تید چلے جلتے ہیں باہر باہر شیخ فانوس کا نور ایک ہے اندر باہر ہو گا ساگ کو چہ قصاب سے کیونکر باہر مور و زن سے نکلتے ہیں برابر باہر کبھی ظلمات سے ہوتا نہ مسکندر باہر حشر کو ہونے ہر اک قبر سے ستر باہر غل یہ زنجیر مچا پاتی ہے کہ باہر باہر کہ سپند آگ سے آتا ہے چٹک کر باہر تیر ترکش سے چلا میان سے خجہ باہر اتنا جا سے نہو کوئی کیو تر باہر چاہ سے ڈر کے نہو کوئی کیو تر باہر کیسے گھبرائے پڑے پرتے ہیں اندر باہر کب ہوا تجھ سے میں اے ترک شکر باہر بھٹیان ہوتی ہیں آبادی سے اکثر باہر</p> |
|--|---|

روح سے قدر ہے اس پیکرِ خاکی کی اکسیر
کیا حقیقت ہے صدف کی جو ہو گوہر باہر

| | |
|---|--|
| <p>موج و مشتے ہزاروں کو پھٹا زنجیر ہے ہمارے دل صد چاک کا قصہ زلف آج منت ہوئی پوری تر سے دیوانے کی آج جنوں مان خدا کو نہ کرو می کر مجھ پر</p> | <p>رنگ لائی تری گردن کی طلائی زنجیر شانہ ہو کون جو چھوڑتا ہے پرانی زنجیر ملک الموت نے پانوں کی بڑھیا کی زنجیر عرش بل جالیگا میں نے جو ہلائی زنجیر</p> |
|---|--|

لالہ داغی کبکدیکھے خندہ زن کسار پر
گر پیرے دیوار بھٹ کر سایہ دیوار پر
سیل کی ہر چال کسان راہِ ناہموار پر
نوجہن میں رہ گئے صیاد سے دوچار پر
بوتلوں کے ٹکڑے ہیں میخانے کی دیوار پر
ابر کے بدلے اُداسی چھا گئی گلزار پر
زہر کھایا ہے تھکے سبزہ رُخسار پر
کیا اُگاہے نخل ماتم قمعہ دیوار پر
سورہ جن بڑھ کے دم کرتے تے بیمار پر

وج دولت میں بھی کتنے شاد ہیں کتنے حزن میں
ہو نہیں وہ محروم راحت گر نہ پاؤں شخواب
ہو بلند و پست کی کب تیغ قاتل کو تمیز
ہوں وہ طائر لذتِ غم کب ہوئی پوری نصیب
اس لیے تا دور ہی سے دیکھنے والے ہوں
گر کے گلشتِ چین گھر کو چلا جسدِ وہ گل
ہو یہی باعث جو ہو رنگِ بدِ طبع کا سبز
تیزہ قاتل سرِ بزل پہ خندانِ غم تن
اچھری آتے سلیمان بھی عیادت کو اگر

تیز بڑتی ہو نظر اس ترک کی تجھ پر ہر سیر
نکل رہا ہے باز کیا کنجشک کے آزار پر

جو مے پانوں سرگوشہ دامان جھاک کے
جس قدر چلتا ہو انسان سے انسان جھاک کے
رہ گئی ہے کمر گنبد گردان جھاک کے
آئین پھر خانہ درویشِ مہلطان جھاک کے
ہوتے ہیں مجھ سے بغلیکِ سلیمان جھاک کے
لے قدم دوڑ کے رسمِ سرِ میدان جھاک کے
بید مجنون ہوئے شمشادِ گلستان جھاک کے
پانوں میں میرے پھنسلے گریبان جھاک کے
پست دروازے سے آتے خود انسان جھاک کے
جو دم لیتی ہے قدم شاخِ گلستان جھاک کے

ہوا اگر ناز سے وہ بزم میں رقصان جھاک کے
مرتبہ پیشِ خدا ہوتا ہوا سنا ہی بلند
خاکسارانِ زمین کا یہ یہ شوقِ پابوس
رفتِ قصرِ تواضع سے اگر واقف ہوں
میں وہ عاشق ہوں صفا کیش پر بردون کا
دیکھ پائے جو آئی ٹھاٹھ سے تیکو اے ترک
تم وہ لیلیٰ ہو جو آئے تو برائے تسلیم
بیڑیاں بھی جو کٹیں ہوں وہ اسیرِ لاغر
سرکشی اہل تواضع سے کوئی چلتی ہے
تو وہ گلروہ ہے اگر باغ میں رکھتا ہے قدم

ہ گئی گل کر کے میری شمع بالین کو صبا
 بے نقاب آؤ چمن میں تم تو ہر برگ حنا
 ہوں وہ لبائل یہ کیا گلشن کو دلفریب
 رکرنے کی نہ قاتل کو ملی گلشن میں با
 بلغ سے پہونچا میں وحشی بے تکلف کے
 مے سے کپڑے زادان خشک کے کیا ترکیہ
 وہ حسین ہو تو ہوا زندان میں جسم جلوہ گر
 بیٹھتے ہر پر ہوا بارل ہما
 نہیں ہوسے یہ گلشن میں نمود
 کی نظر قاتل نے جب میری طرف کی مین آہ
 زیر و بالا یہ کیا مرغان گلشن نے ہجوہ
 آنکھ اگر آئینہ وحدت نہا سے ہودو جا
 باغ سے باہر تو کیا جاؤنگا میں بے بال پر

کوئی اونا نادان روتا ہے سر بیمار پر
 ہاتھ رکھ دے بڑھ کے چشم ز گس بیمار پر
 دست گلچین پر گیا شربت خاں پر
 دوڑ کر خود رکھ دیا میں نے گلا تلوار پر
 پانوں بھی رکھنا نہ مثل بوسے گل دیوار پر
 کے ہمنے آگ رکھ دی جبہ و دستار پر
 یہ گئی تصویر یوسف ہر طرف دیوار پر
 جو کبوتر اڑے آ بیٹھا تری دیوار پر
 انگلیاں اٹھنے لگی ہن عند سب زار پر
 وار رو کے سیکڑوں تلوار کے تلوار پر
 اور اک دیوار اٹھی باغ کی دیوار پر
 ہو پر طوطی کا عالم سبزہ زنگار پر
 ہر گھوٹے پہونچون بھی تو پہونچون باغ کی دیوار پر

شمع سان گریان ہو قاتل میرے بالین پر آسم

موت کو روٹے ہوئے دیکھا اسی بیمار پر

لڑتے ہیں عشاق کیا کیا ابرو سے خمار پر
 جلوہ گر ہے خود وہ اپنے طائب دیدار پر
 دیکھ کر جھالے سراپا میرے جسم زار پر
 شان اسکی ہو کوئی قاغ ہو کوئی زیر بار
 سمجھے ہم پہونچی جواہر و تک پاک اس کھ کی
 بند آنکھوں کی دکائیں ہو گئیں ہنگام مرگ

روز یاروں کے گلے کتنے ہن اس تلوار پر
 صوکے کی ٹٹی ہے پردہ یار کے زخماں پر
 کیسے جھجھلائے وہ اپنے موتیوں کے ہار پر
 چھت جو بنتی ہو تو کزبان پرتی ہن دیوار پر
 باڑھ دیکھ کر کدے اٹھکی ترک نے تلوار پر
 آخر شب کیا داسی چھا گئی بازار پر

رُخ یار آئینگا آنکھوں میں گلستان ہو کر
 عید سے عید ہوئی یار پہ قربان ہو کر
 دیکھنے آئی ہن بریاں تجھے انسان ہو کر
 ہن قرآن میں شیرازہ قرآن ہو کر
 چشم مردم میں کھٹکتا ہونین انسان ہو کر
 ناز پر یوں کے اٹھاتا ہوں سلیمان ہو کر
 بجھی کریتے ہن آنکھیں وہ پشیمان ہو کر
 احسارہ گئی انگشت بدندان ہو کر
 جسم پیوند زمین ہوتا ہی بیجان ہو کر
 چشم عالم میں بھرون خواب پریشان ہو کر
 سیکڑوں دانے لگے خاک میں پیمان ہو کر
 جمع بھر دل نہیں ہوتا ہی پریشان ہو کر
 جلد یار خون یہ قاتل نہ انجان ہو کر
 جلوہ گر ہو شفق شام غریبان ہوا
 جل اٹھیں شہر طاؤس چراغان ہو کر
 دہن زخم میں جم بیٹھتے دندان ہو کر
 ہ گئیں رخسار دیوار گلستان ہو کر

غنچہ سَن میڈ دلا سر گریبان ہو کر
 روحیں کشتو کئی گلے ملتی ہن شادان ہو کر
 پتلیاں کب تر می ٹکھن ہن وغیرت جو
 عشق حاضر میں سے تار نظر چاہتے ہن
 ناتوانی نے مری محکوب سنا یا کا
 ہم کے محمود میں ہون بندہ فرمان ایا
 ابھی اتنا ہے حجاب اٹکو جو کچھ کہتا ہوں
 جگلیا اگتے ہی دانا جو مری قسمت کا
 ہو جڈا تسے تو کیا خاک ہے عاشق میں
 ہون وحشی مجھے نظروں سے گرے جو جہان
 دل ملا خاک میں ایسا کہ ملا بھر نہ پتا
 اگل ہوا غنچہ تو آوازیہ اُس سے آئی
 کچھ اٹھا یا نہ تڑپنے کا مزہ تڑپا کر
 خون دل کو چھ گیسوے سیہ میں جو بے
 ہو تماشا جو مرے داغ چمن میں چمکین
 چاہتے ہن نہی توار کے جو ہر او ترک
 باغ سے ہلکونکا لا تو ہماری آنکھیں

موسم گل میں تھا ضابطہ جنون کا یہ امیر
 چاک ہو پیر ہن زیست گریبان ہو کر

ذرہ چاہتے تھکا دے مجھے صحرا ہو کر
 کف یا اٹھ نہ سکے نقش کف پا ہو کر

ذرا ایسا میں ہوا بادیہ پیمیا ہو کر
 اس قدر تھک گئے ہم بادیہ پیمیا ہو کر

| | |
|---|---|
| قد غم گشتہ پہ کس طرح نہ روئیں انسان اکی ہیری تولی خاک میں تعمیر حیات ہے یہ ایما کہ چلا جاتے ہیں زیر زمین اکدو مٹیاد سے کیا ہاتھ بڑھانے سے ہو کام | سب سمجھتے ہیں کہ گرجاتے ہیں ایوان جھک کے چار دیوار عناصر مہرے ویران جھک کے چلتے ہیں موسم ہیری میں جوانان جھک کے خود نہ پائے لگی تجھے تلخ گلستان جھک کے |
|---|---|

| |
|--|
| یاد رکھ مصرع استاد یہ ہر وقت آئیں دوست دشمن سے ملے چاہیے انسان جھک کر |
|--|

| | |
|--|---|
| دل کو رہتی ہو جو یاد دے جانان رات بھر باید زلف یار میں جمعیتِ خاطر کہاں ان دنوں ہوتے ہیں یوں اپنے بیلوں نہار کچھ شبِ فرقت نہ پوچھو حال اشک و آہ کا بندہ گیلے شام سے کس نے فاشنا نکا و میان باغیان تاج تاجو مجھ گریبان سے کیوں چین بر جبین نیت بد ہے تو کار نیک سے حاصل ہو کیا عالم افلاس میں کیا نہوشنی کی احتیاج اور بیماری میں ہوتا ہے شریکِ درد کون تیرے وحشی کی سواری کا ملا کچھ تو چتا آتش شوق اور میرے قصہ خوانِ تیر کی کی عبادت صبح تک بھیجائیے ہم بھی سلام پوچھتے ہو کیا شبِ فرقت کی تاریکی کا حال ذرہ و پروانہ آساگر کششِ ایام سے کشور و نین لکھ کے خطا جاب کو بھیجے آئیں | ہم بھی حافظ کی طرح پڑھتے ہیں قرآن رات بھر خواب آتے ہیں نظر ہمو کو پریشان رات بھر یاد رخِ دل بھر خیاں لب پچان رات بھر برقِ نیکی صبح تک برسا ہو باران رات بھر جگنوؤں سے بے مرے گھر میں چراغان رات بھر مثل شبنم باغ میں ہوں تیرے مہمان رات بھر جلتے ہیں درد بھی مثل نگہبان رات بھر بے چراغ خانہ اپنا ماو تابان رات بھر شمع رہتی ہے مرے بالین پر گریبان رات بھر چھوٹے ہیں شعلیں غولِ بیابان رات بھر کیوں سنایا ذکر بقیس و سلیمان رات بھر حکمِ حیدر تھی جو آوازِ نگہبان رات بھر اپنی آنکھوں سے ہے ہم آپ نینان رات بھر تین پریشان حال دن بھر ہم تو موزان رات بھر کسی کی طرح کیے خائے نے میدان رات بھر |
|--|---|

کیا ہے ٹوٹ کے شیشے نے زور پتھر پر
 مین جسکے پائون پڑا پائون رکھ دیا سر پر
 ہمانے سایہ پروں سے کیا کبوتر پر
 حباب بن کے رہو نگا مین آب کو نثر پر
 چھڑک لیا تھا نک مین نے شیر مادر پر
 کہ جو ہرون نے بچھا یا ہے جال خنجر پر
 پڑا ہوا ہے فقط رخت خواب بستر پر
 جھری کو کرتے ہین در پردہ تیز پتھر پر
 یہ قول گردیتی ہے روے گوہر پر
 گرے ہین سیکڑون میخوار ایک ساغر پر
 ترے جیب کا سایہ مرے پیمبر پر

دل شکستہ نے اُس بُتے دلوں کو نرم کیا
 بدنگ سایہ رہا پائال ساری عمر
 کھجا جو خط مین سگ یار کو سلام نیاز
 ہوائے بوسہ لب ہو بھی تو مرگ کے بعد
 ازل سے طبع راحت پسند رکھتا ہوں
 پتھر رک رہا ہے مرا مرغ روح امی قاتل
 وہ زار ہوں کہ جو لٹیوں تو شکستہ تہلے
 نگہ کو دیتے ہین گردش جو کسے مین یہ ترک
 جو آبرو کا ہے خواہاں تو خاکساری کر
 صدفِ شہ کو بھی ہو تاک چشم ساقی کی
 چلا ہے نامہ مرا لیکے نامہ بریار

سوال سے ہے یہ نفرت نہ ماتمہ اٹھاؤن امیر

پڑھوں جو فاتحہ مین تربت تو انگر پر

گمان ہوا کہ شکن پڑ گئی ہو چادر پر
 بڑی بلا تو پڑے گی یہ اہل محشر پر
 نثار سورگ جان ایک نوک نشتر پر
 ہوا یہ رشاک کہ آئے چلے یہاں سر پر
 وہی مزہ ہے ابھی تک زبان خنجر پر
 قدم ٹھہر نہیں سکتے ہین آب گوہر پر
 خطر ہے ضرب نہ آجائے اسکی پتھر پر
 قولات مار دون مین دولت سکند پر

وہ ناتوان ہوں جو لیتا کبھی مین بستر پر
 پھر بچے حریف کھولے ہوئے وہ زلف ناز
 کچھ اسین شان نکلتی ہو تیرے مرگان کی
 کیا عدو نے جو گیسوئے یار مین شان
 پایا تھا جوش جنون مین کبھی لہو میرا
 ہوا توں اہل دول سے یہ ثابت
 مین سخت جان وہ کرتا ہو سنگسار بچے
 ملے جو خدمت اٹمینہ دار می خوابان

| | |
|---|--|
| <p>ہم مریضوں سے یہ اغماض سچا ہو کر لذت درد سے جینے کا مزہ ملتا ہے بعد مرنے کے بندھی ہو مے نالوں کی ہوا سرد و گل سے تمھیں تشبیہ میں کب تیا ہوں یاد کس ترک کی آئی کہ مرا زخم جگر بالا ماہ کا دل شوق سے ایسا پھلا اوپر اٹتے ہیں کبوتر تری ٹکڑی کے غضب حسرت دست خالی میں ہم ایسا روئے دل سینو کی محبت میں لگا ہے رہنے دیکھ لے وہ جو کڑی آنکھ سے گلشن کی طرف لیجئے مال امیروں سے فقیر و نکمے لیے آکے وحشت میں جو کہتا ہو نین سہ جانا بید ہن بنتے ہو تا قم سے جلانا نہ پڑے نہ محبت نہ تلف نہ عنایت نہ وفا لیکے وہ تیر و کمان جاتے ہیں جب شہر کل</p> | <p>کیسے نادان بنے جلتے ہو دانا ہو کر چھتر تاکوں ہو مجھے زخم دل کا چھتا ہو کر گنبد قبر اڑے کیوں نہ بگو لا ہو کر لال آنکھیں نہ کرو آگ بگو لا ہو کر رہ گیا دیدہ بسل کی طرح دا ہو کر آرہا کان میں اس مہر کے بالا ہو کر جا لگے چرخ سے کیا عفت ذریا ہو کر یہ گیا آنکھ سے دل خون متا ہو کر غرق کر دے نہ یہ قطرہ بجے دریا ہو کر جد ہر دانہ انگو ر ہو مسینا ہو کر لوٹے دولت دین غالب دُنا ہو کر از عنونکے اٹھاتا ہے وہ ہلے ہو کر غوب دم دیتے ہو مرد و نکو سچا ہو کر تم ہی کدو کہ رہے پھر کوئی کسکا ہو کر تاف سے آتے ہیں جن آہوئے صحرا ہو کر</p> |
|---|--|

خرمین جان و جگر مزاج امید آمیز
دل نے بھونکا شریر آتش سودا ہو کر

| | |
|--|---|
| <p>کبھی تو بھول کے رکھتے قدم سرسبز جو فوج بھی ہو تو احسان نہ کہ شکر پر وہ مست ہوں کہ رگڑتا ہوں سینہ بھر پر وہ مست جب کبھی گذر ہو میکے کی طرف</p> | <p>بڑا ہوں صورت نقش قدم ترے در پر یہ ذکر خیر ہے گا زبانِ خنجر پر وہ غنیمت ہوں کہ چٹکتا ہوں سر کو چھری پر ہمکے کے دست سب جوا پڑے ساغر پر</p> |
|--|---|

| | |
|--|--|
| <p>کئی ہو ٹھیک ان کے بدن پر قبائے ابر سر پر ہے اُن کے سایہ بال ہلکے ابر بجلی گرے تڑپ کے جو مانگوں دعلے ابر بُلبُل تو بے گل کیسے طاؤس بے ابر چھائی ہے کیا چین میں اُد اسی بجائے ابر کیونکر چٹھے نہ قبر پر میری ردائے ابر پانی کو دوڑتے ہیں عبث لکھ بے ابر پھر کس طرح نظر میں ہماری سہلے ابر کاغذ پہ کاغذی کوئی جیسے اٹھائے ابر کدو کہ آبر و کو نہ اپنے مٹائے ابر خشیشہ بھرون جو موسے تو پتھر گرائے ابر دامن میں زانو کے نہ دھبہ لگائے ابر</p> | <p>دیا باقی ہیں مری ٹکٹوں کی پتلیاں ساتی ہیں بادہ خوار ترے بادشاہ وقت سر نہ کیا گوشت وہ برگشتہ بخت ہوں میں بھریار میں نہ کروں نالے امی فلک کئی خزان بہار گئی رنگ و بو گمان اک برق و ش کی یاد میں رو رو کے مر گیا دل میں ہمارے آگ لگا کر فراق میں ہر دامن مرزہ میں سمندر بھرے ہوں جب خط اس طرح ہو روئے کتابی یار پر بجائے میرے دیدہ گریان سے سامنا چھ دست سے پھری ہوئی ہوئے باغ برسات میں یہی ہو اگر میٹھی کا لطف</p> |
|--|--|

ہم بیکسون کا کون عزادار ہے اسیر
مان نیلگون ہو دوش ہو ایر دلے ابر

| | |
|--|--|
| <p>بوسہ یاد شام کچھ تو دو خدا کی راہ پر سایہ کرتا ہے ہما شہر سے فرق شاہ پر آب گلا میرا دبا لے خواہ کڑے خواہ پر شک اگر ہو مہر ہم کر دین کلام اللہ پر جھانیاں ہکو نظر آتی ہیں روئے ماہ پر جلیسے ہر وقت انسان کی نظر اللہ پر ای فلک وہ آج تک آتا نہیں ہو راہ پر</p> | <p>اوی تو لازم ہو چشم لطف دولت خواہ پر جانور بھی ہوتے ہیں قبائل دنگے مطیع پھنس گیا ہوں دام میں صیاد کو ہو اختیار بیٹھنے دو پاس لین گے بوسہ عارض اب چہرہ روشن سے تیرے کس طرح تشبیہ دین کاسہ در یوزہ آنکھوں کو بناتا ہے عبث کی مشقت ہو گئے ہم خاک جسکی راہ میں</p> |
|--|--|

مرے گناہوں کی گھڑی جو غیر کے سر پر
پسِ نفسانہ چڑھا خون بھی مرے سر پر
ہجومِ خلق سے دیوار اٹھ گئی در پر
جلوں وہ چال کہ پہونچوں نہ حشر تک در پر
بندھا ہر موتیو نکا پل یہ آب گوہر پر
توڑ کے شل پر کاہ جاؤں بستر پر

لیے ہیں دفتر عصیان کو کاتبِ اعمال
یہ مجھ کو حسرت دیدار یار تھی دمِ قتل
جو ایک دم کو بھی غرنے میں آپ آئیے
وہ ناتوان ہوں نکالے جو گھر سے یار مجھے
ہجومِ اشک سے دانستونکے عشق میں یہ کھلا
وہ ناتوان ہوں کہ آئے جو نیند کا جھوکا

امیرِ ظلمتِ عصیان سے رہ گیا پردم

سی رونے اہلِ عشرہ

اڑپ کے دل نے صدا دی کہ ہاں در در
گھٹائے در در جگر یا بڑھائے در در
کمان سے آئے الٹی دولے در در
کمان تلک کوئی یا ب چھپائے در در
اگر جان جلے یہ ہے انتہا۔

کہ در دینے میں بھی جو سوائے در در
ٹپکی نہ سر سے ہمارے بلائے در در
ہوا کمان سے یہ نیٹھے بٹھائے در در

سناسی سے جو نام دولے در در
ضاجو عشق کی ہو ہر طرح ہو نہیں اضی
نہ کوئی دوڑنے والا نہ مہربان نہ طبیب
زبان رُک نہیں سکتی ہو رنگ چہرہ ہونہ
ترپے دل کے یہ ہوتا ہے اب مجھے ناہ

یا ہے قسمت بد نے عجب مرض میں مض
ہوئی دوا بھی لکھے عالموں نے بھی تو یز
بھی دیکھا نہیں کسی کی طرف

ہمارے دل کا وہی در در امیرِ کلہ سمجھے

ہوا ہو عشق میں جو مبتلا ہے در در

پر کانے آگ سے ہیں مجھے لکھ لے ابر
رور وے چادر آب روان کی چڑھائے ابر
ہے کس کے غم میں گریبے انتہائے ابر

جلتا ہو دلِ فراق میں کیونکر خوش آئے ابر
بیکس وہ ہوں کہ میری سیر جو آئے ابر
میں نالہ در در آشنا سے وعد

سارے عالم میں پھرے ہم تم ملی امن کی جا
 واقعی کتنی ہے معشوقہ دُنیا بے شرم
 شمع سان ہوش غم سے نہیں دُنیا کو نجات
 دُھوپیں چل کے دکھایا ہو نیا تم نے فروغ
 رو برو اسکے جھپکتی ہو مسد و مہر کی آنکھ
 لکھناں چرخ پہ دیکھی تو سمجھے شب ہجر
 سلطنت کو تے درویش سمجھے ہیں دِبال
 سُرخ تو پی نہیں پہنی ہو مسے قاتل نے
 حسب ارشاد نبی فقر حقیقت میں ہو فقر
 دشت میں گرمی رفتار و بخار دل سے
 حائل کو غم بھر ہوں کیا راہ چلون
 کوئے جانان میں گرایا مجھے ای غمِ زلزلہ
 میکش پانوں اٹھائے ہوئے گلشن کو جلو
 محبت دل سے ہونے کی پر سی کا دشمن
 واعظِ شہر بھی رکھتا ہو کھنٹیا کا ٹکٹ

مہوئے جس شہر میں کیا کہ قضا ہے سر پر
 رُخ پر اُسکے ہو نہ برق نہ رہا ہے سر پر
 کیا تکلف ہے اگر تاج طلا ہے سر پر
 آفتابی ہے کہ داماں قبا ہے سر پر
 چاند سورج کی وہ چوٹی میں قبا ہے سر پر
 ترک کھینچے ہوئے خمیشہ خبا ہے سر پر
 سایہ بال چھا ابر بلا ہے سر پر
 خون ناحق کسی کشتے کا چڑھا ہے سر پر
 ابر رحمت کہ گلیمِ نفقہ ہے سر پر
 بجدان پانوں کے نیچے ہوں گھٹا ہے سر پر
 پانوں اٹھ سکتے نہیں بوجھ بڑا ہے سر پر
 بارک اللہ یہ احسان ترا ہے سر پر
 ساتھ چلتی ہے ہوا سرد گھٹا ہے سر پر
 سخت دیوانہ ہے جن اُسکے چڑھا ہے سر پر
 داہ غلامہ عجب جلوہ نما ہے سر پر

ہل دُنیا ہن عرض کے لیے دیندار امیر
 وقت سو گند کے قرآن کی جا ہے سر پر

ساتھ پرکان کے نکھانے ہیں ارمانِ دوچار
 جمع ہوتے ہیں جہان حافظِ قرآن دوچار
 رُخ کے حیران ہیں تو کیسے پریشان دوچار
 چاک ہو جاتے ہیں رستے میں لربان دوچار

اور بھی تیر لگا دل پہ مری جان دوچار
 ذکر اُس مصحفِ عارض کا بھی ہوتا ہے ضرور
 ساکنانِ حرم و دیر کو ہم دیکھ آئے
 جب نکلتے ہیں مکان سے وہ بد لکر پیر

| | |
|--|--|
| <p>ڈالتے ہو کوہ کا تم بوجھ برگ کاہ پر آہ کر اٹھتا ہے وہ بیدر میری آہ پر سکہ بٹھلاؤ زرخورشید و سیم ماہ پر کیا بڑی آواز ہے اس قامت کو تاہ پر چرخ سے اترینگے عیسیٰ سقف بیت اللہ پر موت کا قابو برا ہے گداؤ شاہ پر یہ عنایت پر عنایت بندہ درگاہ پر</p> | <p>اٹھ سیکھا کس طرح مجھ ناتوانے کو ہاجر شکر ہے اتنا تو اُلفت نے کیا پیدا اثر ہو وہ شاہ حسن ہین افلاک بھی زیر نگین دیکھتے کیا ہو دل نادان کو دیکھو رعد کو ہوں وہ بیمار محبت میں جو چاہو نگا علاج ہو تفاوت بویا و تخت میں تا زندگی شکر ہے اُنے بھی میرے گھر میں بھی ہوئے</p> |
|--|--|

دم میں مٹ جائینگے یہ مثل جاب اب امیر
ہین عبث مغرور منعم خیمہ و خرگاہ پر

| | |
|--|---|
| <p>آر با جو مے دامن میں گریبان چل کر رہ گیا چار قدم سوے بیابان چل کر تنج کی چال دکھاؤ سر میدان چل کر کچھے بادہ کشی آج گلستان چل کر لیجے مول کوئی لعل بخشان چل کر جال بچہ سے نکراے کبک خزان چل کر کیا کروں میں طرفِ روضہ رضوان چل کر پانی پانی ہے ترا خنجر بجان چل کر کبک و طاؤس کیونکر ہو پشیمان چل کر</p> | <p>کون وحشت کا ہوسلسلہ جہان چل کر تھا وہ دیوانہ کہ زندان کی محبت نہ گئی جمع عشاق ہین نکلو کرے لاش پہ لاش ابرا یہ بہت بیٹھ چکے مسجد میں قصداُس بزم کا کچھے کہ لے پوسے لب جانتا ہوں کہ بچھے یاد دلاتا ہو وہ جال بانغ باغ اُسکی گلی میں ہر مراغچہ دل سخت جان ایسے ہین عاشق کہ نکلتا نہیں دم تو خزان ہو جو گلشن میں تو تیرے آگے</p> |
|--|---|

دل بھرا آتا ہے احباب کی فرقت میں امیر
روئے خوب سرگور غسریبان چل کر

| | |
|---|---------------------------------------|
| <p>طرفہ دولت کا نشان زلف رسا ہو سر پہ</p> | <p>توشہ حسن ہے یہ ظن مہا ہے سر پہ</p> |
|---|---------------------------------------|

جواب خطوہ اُدھر سے آیا کہ دل کیا اسی آمیز زخمی
ہوا کی صورت گیا کہ تو تر پھر ادا ہاں سے خدنگ تھر

نہ کو بار طبع ہوا کہ میں ذرا تو چشم تیز داکر
جو اٹھکے پہلو سے بچن میں دھڑکتے ہیں عجبے جا کر
نہ سے کہد کہ بست فطرت پھنسا ہو کہ کتنے یون کر
قدم کو لغزش نہ لگا لگنت ہر عرشہ ہاتھ کو کوشش
جو اکٹھ کھولی تو کچھ نہ دیکھا کھو کھنساں سے ابھی
نہ پھول سن ندگی یہ غافل نہیں ہو کچھ اعتبار رکھا
بیاہ ہو طوفان بنباتی روارو میں ہیں گرم موجیں
چسپ کشتہ کھاتیرے مدفن یہ لالہ دگل نہیں شگفتہ
نہیں کھوئی جہاں میں باقی جھلکیاں بے رخ ہاں میں
ہمیں کا ہو رنگت یمن میں ابھی بواں سترن میں
بلا ہو حوصلہ ملے دنیا کہ جس سے چکر میں ہیں انسانا
جو آئینہ ہو تو توت جائے جو آنکھ ہودہ تو پھوٹ جائے
سخن روئے سے ملے میں ملے ذلت حصول کیا
یہ کسی تیغ خفا کا یارب ہر ایک لبر ہو رعب غاب
شبیبہ تر نظر ہو سکی کہ کوئی پوری نہیں اترتی
زمانہ ہو دل جلوئی غزل سپند سے کہ نہی قی ایدل
ہو نرم جانان میں حشر بر پا تو کجا دل کے تھکا ہوا
جواب کھنسی میں ہیں اپنا فوگر میں تھکاری گھنیں
ذلت کھنسی نے نیند ارا کی کہ چوٹ پھر یہ جب لگائی

خدا کا بندہ تو کو سجدہ خدا خدا خدا خدا خدا
ترپنے دو جو گئی دلو پٹک یا ہو اٹھا اٹھا کر
یہ کیا سمجھ پڑے ہیں تھر ارا دہ منزل فنا کر
کہ حری مائے نوجوانی ان آفتاب میں ہیں پھنسا کر
ہو نہ ہوا ہونے اتنا کہ ساتھ لیتے تھے جگا کر
کہ راہ لگی یہ اپنی اکدن عدم کا رستہ تھے بنا کر
ہوا میں باقی بچا ہوا ہو عباب دریا میں گھبرا کر
صبا نے گویا کہ تر تو تیر چراغ روشن کئے ہیں لاکر
مگر ترے قتل کہ میں لائیں مسیح مڑے جلا جلا کر
جو کھڑکے تباہی اس جن میں خیال و آواز شنا کر
کیا پریشان ان اندھوں نے کما زور کو خاک اڑا کر
خدا نے ٹھہرے کا دکھائے فروغ عافیت زاد کھا کر
جہن میں کچھ سے بل تو نہیں ہے بول گھلکھا کر
ہلال کی آؤ غیدہ گردن سپر چلتا ہو سڑکھا کر
مٹا دیے مصائب ازل نے ہزاروں نقشے بنا بنا کر
کوئی تو ہنگامہ تو بھی غافل اس سخن میں کبھی سیا کر
مگر ٹھہری ٹھکونے رُود کا دیے زانو ر باد با کر
فریب جی ہیں ان جاکھونے نے شبیبہ دکھا کر
صلیب گوش فرمیں آئی کہ خواب گین سے چشم داکر

| | |
|--|---|
| مجلس گور غریبان نہیں رہتی خالی جھانک کر روزِ یاس سے دیکھو تو ذرا عاشقِ عارضِ لبِ قید سے چھوٹے جسم ہوں وہ وحشی کہ ٹھہرتا نہیں دل روزِ مرا لُغ کے عشاق سے وابستہ کیسو ہیں سوا ہوں وہ بسمل مرنے رنجو کو مزہ درد کا ہوا | روز آ رہتے ہیں اسمن سے سمان دو چار در پہ ہیں خاک نشین بے سر سامان دو چار گئے کدس میں حلب کو تو بد خشان دو چار جب تلک طر نہیں کرتا ہوں بیابان دو چار لاکھوں ہندو نظر آتے ہیں مسلمان دو چار نہ بھرے جی جو نہ خالی ہوں نکدان دو چار |
|--|---|

امتحانِ مردم دنیا کا کیا ہم نے اسی

دیوِ خلعت جو ہزاروں ہیں تو انسان دو چار

| | |
|--|--|
| تھیں کو جانا تھیں کو سمجھے تمام عالم سے تنگ ہو کر ادا تو دیکھو کہ وقتِ زینت ہر ایک ویان بگاڑ سکے ٹھہر گیا ہوا ہے دلیں ہزار منت سے دردِ گفت قہم چائے مکانیں کھوں نہیں تک کہ ہوں زخمی جو سخت دل گر دشمن سے چھوٹے تو چھوٹے اور کو کس انداز بجو دریا میں تھ میرے ہر سیری تقدیر کی بُرائی نہان تھا آنا کہ ہونہ ظاہر بیان تھا جانا کہ سب کا مہر بہت فرنگی بچو کی صحبت کا شوقی و حاجو ہو ہو کر کسانِ بے خونین ہمارے کوئی آماجگاہِ آفت غضبِ انسان ہم صیبت کہ سب جوانسلفے ہوئی ہوئے تھے ہندو بچو کے عاشقِ شہید ہوئی کیا خبر اثر نہ جانے کسی طرح سے مرے مقد کی کوہی کا کیا وہ دوسم کشادگی کا کغیر ہوتا تھا اچھا میں گل | دوئی کا وحدت میں دخل کیسا ہے ہمیشہ انگ ہو کر بجھا رنگ جان میں مثلِ شتر جگہ بیٹھا خدنگ ہو کر کریہ ڈر ہی کہ اٹھ نہ جگہ مکانی تنگی سے تنگ ہو کر لگائے لڑتے ہو جگہ چھوڑے ہر ایک نے زن آفتگ ہو کر بزدل زخمی کرے مقرر جہادِ اخن سے سنگ ہو کر سجا ہو کشتی پرانت پیسے جوازہ پشتِ ننگ ہو کر وہ دلیں کے انگ ہو کر گئے تو چہرے کا رنگ ہو کر حرم کو تم سیدھی راہ جاؤ ستم نہیں گے فرنگ ہو کر بجھا جو طویلین اپنے کا تا وہ دلیہ بیٹھا خدنگ ہو کر کہ دیکھو کئی سے پاشیے ہم ہیں گردِ شین سنگ ہو کر نہ جانتے تھے کہ خون ہمارا لگا ہوئی کارنگ ہو کر فلکِ حق قبرِ سب بھی ہے وہ قبرِ نجلے تنگ ہو کر نوفصل ہوا اگر میں کھوں تو بھول غم ہو رنگ ہو کر |
|--|--|

نخلی نہیں ہر ہو کے وہ چتون حیل کے پاس
 جلاؤ کوئی ہاتھ چھری کا بھی آکے پاس
 کیا بوئے زلف یا بھی تھی کچھ صبل کے پاس
 حاجت نہ لیکے جاؤں کبھی باغیل کے پاس
 قافل کمان ہن تیری ادائیں فضل کے پاس
 کیا کیا کتار یاں ہن تھلری ادا کے پاس
 جب پوچھے قضا کو ہے انکی ادا کے پاس
 یارب ہو کس غضب کا فسوں میں تنہا کے پاس
 آئینہ دیکھتے ہیں وہ مجھ کو بٹھا کے پاس
 بننا مزار کا شستے نقش پاکے پاس
 لٹکا عجب ہے تری زلف رسائے پاس

نابت ہوا یہ گرم نگاہی سے یار کی
 توار کے تو دور سے کتنے لگائے وار
 سنبل کو پھیر کر جو پریشان کر دیا
 توفیق اتنی دے مجھے افلاس میں خدا
 انصاف کر کہ ہجر میں کیونکر میں جان دوں
 مجروح لاکھوں جنبش مژگان سے ہو گئے
 مرنے کی آس بھی نہ رہی عاشقوں کو اب
 بہتے ہیں ہاتھ باندھے ہوئے گل خان دہر
 نظارہ چاہتے ہیں ہم حسن و عشق کا
 آتی قضا جو حسرت پاؤں میں تو خیر
 لٹکا کے مار رکھتی ہے عشاق کو تے

پتھچہ پڑ ہے انھی گیسو کے دل امی

جاتا ہے دوڑ دوڑ کے یہ خود قضا کے پاس

یار ہزار رنگ کے بدلے چمن لباس
 اک روز فرش خاک ہو مسند کفن لباس
 اتر اوجھا جو پائے تیرا برہمن لباس
 پہنائے یوں لیا مجھے جرخ کن لباس
 پہنے نیا اتارے پُرانا چمن لباس
 اس راہ میں بھی لڑتے ہیں اہل لباس
 پائین ترا جوتا جبر ملک فتن لباس
 پہنیں کبھی نہ بھول کے اہل وطن لباس

پہن پہن پہن کے نئے گلبدن لباس
 کرتے ہو کیا لباس سے آرایش بدن
 کیا کیا بتو نکو دہر میں آراستہ کرے
 سچاڑوں میں اپنا جامہ ہستی تو دے کفن
 اگدو قریب آئی سواری ہمار کی
 زد کفن کا گور کی منزل میں خوف ہو
 میں قیمت مشک

یاد آئے مجھ غریب کی عربان تہی اگر

| | |
|---|--|
| ظالم کی کھنچاؤٹ میں بھی ہیں پیار کے انداز یاد آتے ہیں جگو ترسی رفتار کے انداز ہر بار کے یہ نازیہ ہر بار کے انداز دیکھو تو ذرا طالب دیدار کے انداز ہیں آب روان میں تری رفتار کے انداز پھرتے ہیں نظم میں کمر یار کے انداز ہاں باتوں میں البتہ ہیں رفتار کے انداز اچھے نہیں کچھ نرگس بیمار کے انداز | اگر کس شوق سے ملتا ہوں گے خیر قاتل جب چو کر میان بھرتے ہوئے جاتے ہیں آہو انصاف تو فرمائیے کیونکر میں اٹھاؤں آنکھیں تر نخر بھی ہیں دیدار کی طالب ہر موج سے اک لغزش مستانہ ہے پیدا کہن آنکھوں سے دیکھوں میں نکتِ گل کی عیسیٰ میں تری چال ترے نازکمان میں گھبر کے سہاجو جلا ہے سوئے گلشن |
|---|--|

کتنی ہے آمیر اس سے اجل میرے سر ہانے

اچھے نہیں بیٹے ترے بیمار کے انداز

| | |
|---|---|
| عمر خضر ایسی کہاں جانان دراز یا خدا عمیر شپ ہجران دراز کر کے دستِ ظلم وہ مڑگان دراز قد صنوبر کا ہے اے جانان دراز | ہے یہ تیری کارِ کل بیچان دراز ہر مصیبت میں رہی میری شریک سینہ خالی رہ گیا دل لے گئی کیون نہ دعویٰ تیرے قامت سے کرے |
|---|---|

اہل دنیا کی ہوس ہے اے آمیر

مثل موئے قیدی زندان دراز

ر دلیف سین مہلہ

| | |
|--|--|
| پہنچا جو اسکے پاس وہ پہنچا خدا کے پاس جس طرح آشنا کسی نا آشنا کے پاس بتخانہ بھی بنے حرمِ کبریا کے پاس فریاد کو ہمارا ہی چلے ہو خدا کے پاس | جاتا ہوں اس لیے صنم یوفا کے پاس یوں دل ہوا جو اس صنم یوفا کے پاس مہلو میں دل کے چاہیے تصویر یار کی بولادہ بُت مرنے مرے کے وقت نزع |
|--|--|

| | |
|--|---|
| گو یا کہین محفل نشین انجم مہ کامل کے پاس جاہِ دقن پر خال ہو زہرہ چہ بابل کے پاس ہو پختہ مقرر لوٹ کر سزاؤں سے قافل کے پاس | محفل میں ہر ہرہرہ جبین گرد آئے سارے نازنین کہا جس فرخ خال ہو جادو کی وہ مثال ہے مرتا ہوں خواب عیش پر بھولوں میں معن قتل اگر |
| | سُن جو امیر لیل کے تاج پھر نہ تو صدے سے ناقص پھر ناقص ہے بیٹھے اگر کامل کے پاس |
| ردیف شین مجھے | |
| دُہائی دیگی رسالت پناہ کی گردش کد سائے خلق کو ہے ایک آہ کی گردش پھر ارجو سر تو نہ دیکھی کلاہ کی گردش اسی طریق سے ہو جتر شاہ کی گردش کہ سان ہے تری چشم سیاہ کی گردش فلک پناہ یگانہ تیری نگاہ کی گردش کہین فقیر سے افزون ہو شاہ کی گردش بنے گی طوق گلواد خواہ کی گردش پسند شاہ کو ہے خود سیاہ کی گردش بنی ہے شعلہ جو آلہ راہ کی گردش کہین نہکلنے لگے ہر دواہ کی گردش بڑھی رہی مرے بخت سیاہ کی گردش تظہرین پھر گلی تیر ہی نگاہ کی گردش رہی جو یوہین مرے کلک آہ کی گردش | رہی جو یوہین مرے پیک آہ کی گردش ازاں میں کس نے دکھائی نگاہ کی گردش کسی کا ساتھ زلمے میں کون دیتا ہے جو گرد باد کو دیکھا یقین ہوا دل کو بجا ہے تیغ نگہ ہے جو آبدارے ترک ہزار بارادھر کی اُدھر کرے دُنیا گلی گلی اسے چکر ہوا اُسکو شہر بشہر پھنسیں گے حشر میں فریاد رس جو غافل ہیں صَفِ مرثہ کو وہ دیتا ہو جنبش مردم تمھاری گرمی ز فدا سے یہ بھڑکی آگ اٹھاؤ پردہ رخ کیسے دوڑتے ہیں غریب دھوئیں اڑانے ز صل سے مقابلہ کرے فلک نے جب کوئی جکر بڑا دیا محکو بنیں گے نہ ورق چرخ پر دواؤ ز داغ |
| اسمیر طالع مردم گیاہ کی گردش | اوہ لالہ رود در گلشن سے جلکے بھر آیا |

| | |
|---|--|
| <p>ایسا ہو خاک عشق کا جامہ رقیب کو ہو عید گاہ میں بھی تماشائے بوستان عریان تنوں پہ تیرے ہے اللہ کا کرم</p> | <p>کیونکر خوش آئے مرد کا پہنے جوزن لباس کیا لال لال پہنے ہین گل بیہن لباس گذری ہین مدین نہیں ہوتا کھن لباس</p> |
| <p>ہے ٹکڑے ٹکڑے یاد وطن میں دل آ میر کیونکر کرے نہ چاک غریب الوطن لباس</p> | <p>بسل تڑپتا ہو کوئی جیسے کسی بسل کے پاس دیکھا رعل کو خواب میں بنے میر کا مل کے پاس ناقہ ہوا قہ کے قرین محل ہے محل کے پاس گو یا کہ نقش لبوریا ہے نقش حب عامل کے پاس سر سبز رہتا ہو بہت جو حکیت ہوا صل کے پاس دنا گیا یہ کاروان پہونے جو ہم منزل کے پاس لازم تھا کچھ انزو و اسخوار کوئی منزل کے پاس نکڑے بنے کو ہوا پہونچا اگر ساحل کے پاس جتنی شمع صبر تھی مجھ جتے جانکے دل کے پاس داسی لانا حشیم ترا ایسا کمان ساحل کے پاس دیوانہ ہتیار ہون جاتا ہوں کب خان کے پاس پیکان تیر بخو شائل جگر ہے دل کے پاس صحت کمان عیسیٰ کے لگے چلیے کسی قاتل کے پاس دوسا حرم پاک ہین بیٹھے ہون نون بل کے پاس وہ بھیکے پنے کو اگر کھین کبھی سائل کے پاس تلیج سر مغفور ہے کاسہ نہیں سائل کے پاس</p> |
| <p>یتاب ہجر یار میں اپنا جگر ہو دل کے پاس تعبیر ظاہر ہے کہ وہ جا میں گئے بزم غیر میں سلی حسین قم نازنین قہ سفر ہے معجب میں ہوں وہ گدا ہو مجھے گھر میں سے خلق خدا کیونکر نمواں رخ پہ خط جاہ ذقن سے خوشنما پیر میں باقی ہیں کمان ہوش و خرد تاب تو ان زاہد جو سنائی میں تھا کچھ تجھ کو باتوں کا مزہ نزدیک وصل در بادل کو تسلی ہے بجا یہ فوج غم اگر گری کہ دم میں ساری لٹ گئی جسمین سما جا میں گمراہ چشم کے سر بسر بیار ہجر یار ہوں عیسیٰ سے میں بیزار ہوں ناوک فگن شکر خدا سینہ ہدف تو نے کیا جہنم کے ہو سردوش پر جائیگا کیونکر دوسر آکھیں تری سفک میں خونریز میں چالاک ہین کیا ذکر اہل سیم و ز سلطان گدا ہوں بیشتر دنیا سے راحت دور ہو کر کش عیش مغرور ہے</p> | <p>بسل تڑپتا ہو کوئی جیسے کسی بسل کے پاس دیکھا رعل کو خواب میں بنے میر کا مل کے پاس ناقہ ہوا قہ کے قرین محل ہے محل کے پاس گو یا کہ نقش لبوریا ہے نقش حب عامل کے پاس سر سبز رہتا ہو بہت جو حکیت ہوا صل کے پاس دنا گیا یہ کاروان پہونے جو ہم منزل کے پاس لازم تھا کچھ انزو و اسخوار کوئی منزل کے پاس نکڑے بنے کو ہوا پہونچا اگر ساحل کے پاس جتنی شمع صبر تھی مجھ جتے جانکے دل کے پاس داسی لانا حشیم ترا ایسا کمان ساحل کے پاس دیوانہ ہتیار ہون جاتا ہوں کب خان کے پاس پیکان تیر بخو شائل جگر ہے دل کے پاس صحت کمان عیسیٰ کے لگے چلیے کسی قاتل کے پاس دوسا حرم پاک ہین بیٹھے ہون نون بل کے پاس وہ بھیکے پنے کو اگر کھین کبھی سائل کے پاس تلیج سر مغفور ہے کاسہ نہیں سائل کے پاس</p> |

| | |
|------------------------------------|----------------------------------|
| ہے میکشی کا دھیان عبادت کے وقت میں | مسجد میں ٹھیکر ہے خرابات کی تلاش |
| شہر سے حسن کے ہوئے شتاق یار ہم | شکر صفات ہکو ہوئی ذات کی تلاش |
| ہم اور بوسہ لب محبوب سبزہ رنگ | کرتاہے کون پردہ غلات کی تلاش |

اے شیخ ہو امیر تو دیدار کا فقید
اسکو نہ کشف کی نہ کرامات کی تلاش

رویف صادق مصلیٰ

| | |
|-----------------------------|---------------------------------|
| دل کو ہے زلف سیہ فام کی حرص | دور نہ کس مرغ کو ہے دام کی حرص |
| میری آنکھوں کو مرے کانوں کو | ہے ترے نامہ و پیغام کی حرص |
| ذوق دل مست مجھے رکھتا ہے | جسم نہیں ہوں جو کروں جام کی حرص |
| باغ عالم میں ہے عفت کی طرح | بے نشانی میں مجھے نام کی حرص |
| درد عبت میں مزہ | اِس مرض میں نہیں آرام کی حرص |
| نام محبوب رہے در زبان | کام کی ہے تو یہ ہے کام کی حرص |
| نظر آجائے جو وہ مصحف رخ | ہندؤں کو بھی ہو سلام کی حرص |
| خدا بی ہیں ہم | کس کو ہے زیب درو بام کی حرص |
| خط کے لایا ہے وہاں سے پرنے | س پہ قاصد کو ہے پیغام کی حرص |
| بھی پختہ نہیں وہ سبب ذقن | کچھ کیا طمع حرام کی حرص |
| یرین پہ خط مکتلا | ب نہ بوسے کی نہ دشنام کی حرص |

عشق نے

ہجر جانان میں نہانا کیسا
خوش ہیں ہم جامہ عریانی میں
پھول دیکھے ہیں جو چوٹی میں سے

ننگ کی ہے نہ مجھے نام کی حرص
خاک مرغے کو ہو حمام کی حرص
اِس کو ہے جامہ احرام کی حرص
عند لیون کو ہے گلدام کی حرص

| | |
|--|--|
| ہر ایک فصل میں مانند سرد ایک ہے رنگ خیال ہے کہ جو برق آئے منفصل نہ بھرے پتا مکان کا پوچھا تو اُسے ہنس کے کہا ہو تو ہو پاس تو نا صح کی کون سُنا ہے تیز عشق و ہوس میں کمانِ ہلم سن ہیں نہ چھوٹنے کی توقع یہاں نہ پھلنے کی زمین کو بچہ جانان میں دفن ہو جاؤں ہجومِ رشک سے جان عزیز کتنی ہے حرم سے کام نہ مطلب ہو دیر سے ہم کو | ہمارے ہے نہ مطلب کچھ خزان سے غرض نہیں کچھ اور خس و خوارِ آشیان سے غرض اگر آپ کون ہیں کیا ہے سے مکان سے غرض شبِ صال میں جو کس کو قصہ خوان سے غرض نہ جھوٹ سج بہ نظر ہے نہ آسمان سے غرض نہاں خشک ہوں کیا جلو باغبان سے غرض اگر غرض ہو تو اتنی ہو آسمان سے غرض وہ یوسف اور حقے جکوتھی کا روان سے غرض سر نیاز کو ہے تیرے آستان سے غرض |
|--|--|

کسے ہے فکر مضامین تازہ کی فرصت

اسی رہے مجھے شیرینی زبان سے غرض

| | |
|---|--|
| جلالِ اعلیٰ کے گلیو نہ وقتِ نفاہ تاجِ عارض ہو بسے یا نکی بات پوچھو کمانِ انکا جوابِ عارض ہماری ہوا عجزِ حسنِ سب پر نخواستہ طبع کیونکر بیوقوفِ خالِ خد میں جو کوئی کھے تو بس کھے خلفِ نور و ضیاء سے کیسے کیسے ہیں پورہ دونوں عالم حسین کوئی کمانِ پروا یا کد ہونا سب تمام اعضا خوار و خاشاک کی جگہ دے ہر پہر پر وہ کیا دکھائے اکہنشتِ بریں میں گلشنِ قوج نامناسبِ نہیج کتنا شرابِ سکر وہ ہر طاعتِ گزک کا سستی میں ہو جواب عرقِ روضہ بیک باہو یہ رنجر شجر ہو آبِ باران | وہ درویش ہیں ہر عشرتِ صبح عشرتِ نقابِ عارض اگر وہ عارض ہو پھٹکے غلافِ مصحف نقابِ عارض جلالِ اسکا ہو وہ پیہر ہو جسے نازل کتابِ عارض یہ خطِ گلزارِ صفحہ رخ وہ نقطہ انتخابِ عارض فلک پہ ہو کتابِ خاں در زمین پہ ہو آفتابِ عارض اسی کا کیسو جواب کیسو اسکا عارض جوابِ عارض جو خوابِ عاشق میں ہیں کچھ کچھ اُٹ کر نقابِ عارض ہزار ہفتادویک عدد ہیں کیا ہو جسے صابِ عارض کتابِ بانی کی تجلیہ کو کرے وہین التبابِ عارض غلط نہیں اب خط یہ پر جو ہو گمانِ صابِ عارض |
|---|--|

جو میکش ہے لب و اعظبر | دل میں پوشیدہ سے و جام کی حیر

لے گئی ہند سے تاشام آسیر
ہکو اُس زلف سیہ فام کی حرص

سیدھی نگاہ میں ہیں تیرے تیر کے خواص
مشہور ہیں جہان میں جو اکسیر کے خواص
حیرت نبھے مٹی ہو جو تھکوا ہو حسن
دُنیا سے بے نیاز ترے خاکسار ہیں
کرتی ہے یہ بھی اُنکی طرح سے مخالفت
ابر و دکھا کے دل کو وہ کر لیتے ہیں نکار
ترکش میں تیر میان میں شمشیر مضطرب
اُترتی نہر کے بھی ترے عاشق کے پاؤں سے
آتی ہے خاک گور غریبان سے یہ صدا
بجھا جو نامہ تو نے مسحا میں جی اٹھا
مشکل پڑی حضور کو گھر رات کا شنی
کتاب ہے شعر سن کے کوئی واہ کوئی آہ

تر بھی ذرا ہوئی تو دین شمشیر کے خواص
وہ سب ہیں خاکِ روضہ شمشیر کے خواص
دونوں طرف ہیں ایک سی تصویر کے خواص
ہیں تیری خاکِ پا میں بھی اکسیر کے خواص
تدبیر میں بھی ہیں مری تقدیر کے خواص
یہ طرفہ ہیں کمان میں بھی تیر کے خواص
دیکھو تو بقراری پنجبیر کے خواص
زنجیر میں ہیں زلف گر ہلیر کے خواص
غافل ہیں مجھ میں سرمہ کشیر کے خواص
تحریر میں بھی ہیں تری تقریر کے خواص
دیکھتے ہمارے نالہ شہبگیر کے خواص
کچھ سیرزا کے مجھ میں ہیں کچھ ریسر کے خواص

بمذخ سے بڑھ کے شعل نہیں ہو کوئی آسیر
آجاتے ہیں ٹرید میں بھی پیر کے خواص

اردیف ضاد مجھ

مکان ہے نہ کچھ ہکو لا مکان سے غرض
تھکے جلوس کے شاق ہیں جہان ہو نصیب
تھاری نوا کے مطلبے دین و دُنیا میں

جہان حضور میں ہکو ہے وہاں سے غرض
زمین سکام نہ کچھ ہکو آسمان سے غرض
نہ کچھ بیان سے غرض ہو نہ کچھ وہاں سے غرض

لہ تاشام آسیر سے تیر کے خواص
مشہور ہیں جہان میں جو اکسیر کے خواص
حیرت نبھے مٹی ہو جو تھکوا ہو حسن
دُنیا سے بے نیاز ترے خاکسار ہیں
کرتی ہے یہ بھی اُنکی طرح سے مخالفت
ابر و دکھا کے دل کو وہ کر لیتے ہیں نکار
ترکش میں تیر میان میں شمشیر مضطرب
اُترتی نہر کے بھی ترے عاشق کے پاؤں سے
آتی ہے خاک گور غریبان سے یہ صدا
بجھا جو نامہ تو نے مسحا میں جی اٹھا
مشکل پڑی حضور کو گھر رات کا شنی
کتاب ہے شعر سن کے کوئی واہ کوئی آہ

لکھتا نہیں ہے ایک مجھے وہ نگار خط
 لکھے ہیں ایک روز میں میں نے ہزار خط
 ایک ایک پر میں باندھ دیے چار چار خط
 خط غیب رکھیا ہوا غیبِ اخط
 جب تک نکالتا نہیں اس کا عذر خط
 ڈوبالہ جل گیا مرے پروردگار خط
 آنکھوں سے کیوں لگاؤں میں بار بار خط
 آج لے یار کا جو دم احتضار خط
 پڑتا نہیں ہے تن یہ مرے زیر ہار خط

لکھتا ہوں فطرتِ شوق میں میں بار بار خط
 یقین ہو وہ
 کیا شوق ہے بنا کے کبوتر کو نامہ بر
 لکھوں ذرا کہ دور ت دل کا اگر میں حال
 ممکن نہیں کسی کو کرے نامہ وہ رقم
 بھیجا جو یار تک نہیں پہنچا تو کیا ہوا
 لکھا ہے اپنے ہاتھ سے لے یہ نامہ بر
 ایسین کے بدلے اسکو پڑھو میرے سامنے
 ہنست جان ہوں بڑی ہر تین ہزار ہا

نقلیں مری رقیبوں نے کین سیکڑوں امیر
 لکھا جو اس نے مجھ کو ہوا اشتہار خط

ردیف ظاہر مجھ

خلد میں ہاتھ نہ آئیگی یہ صحبت واعظ
 مے کشی سے تو ذرا ہو مجھے فرصت واعظ
 کچھ زبان سے نہیں توبہ کی ضرورت واعظ
 کہیں انکو بھی نہ آجائے حرارت واعظ
 تو نے رندوں کی اٹھائی نہیں صحبت واعظ
 اور انکی مجھے کرتا ہے نصیحت واعظ
 درِ سخاں نہیں ہے درِ جنت واعظ
 کہیں آجائے تجھی پر نہ قیامت واعظ
 رند بگے ہیں تری خوب حقیقت واعظ

توبہ سو بار میں کر لوں گا کچھ انکار نہیں
 کا پتا خوف سے مستو کا ہو دیان دیان
 دل جلونے نہ جہنم کا کیا کر مذکور
 حق بجانب ہو جو زما کی تعریف کرے
 درد دل کون سے ذکر جو میں کرتا ہوں
 غیض ساقی سے بیان پیرِ حیاں ہوتے ہیں
 ہرے دیوانوں کے آگے یہ قیامت کا بیان
 تو جو رند و مکی حقیقت نہیں سمجھانے سمجھا

| | |
|---|---|
| <p>ہے میں ہم محسن ایسا کہ علم و اطلاق زبان نہیں ہو مکن بیان فوس ہو پوشیدہ شمع روشن بنگتہ بسان شبنم ہزار دیدار کے ہیں طالب لمود خط سید اگر تو بوسہ عاشق کو ہو عنایت کہیں مہ چارہ اگر ہم تو ہو یہ تشبیہ محض بجا</p> | <p>بیاض اپنی بیاض گردن کتاب اپنی کتاب عارض اگر پڑ گئے ہزار روز کنون گے وجہ حجاب عارض لو کھائیے آفتاب عارض دکھائیے آفتاب عارض ضرورت کو مودتہ دینا گن ہیں ہر آفتاب عارض کہ نہ نصف النهار جسے منا ہو ہم نے خطاب عارض</p> |
|---|---|

آئیں کی احتیاط ہننے و گرنہ ممکن تھا ہم بھی کہنے
شراب عارض کباب عارض ثواب عارض عذاب عارض

ردیف طارحی

| | |
|--|--|
| <p>آیا ہے بندہ کے تیر میں عکس اُدھر سے خط کرتا ہوں میں تو روز روانہ اُدھر سے خط مضمون اس میں ہیں کمر بار کے رقم غربت میں کس طرح نہ پریشان ہو نہیں غریب مضمون شوق کچھ ہیں قلم سے نکل گئے چو سے نہ مانتا بی پہ لٹے ہوئے نقاب غربت نے نام اہل وطن سے بھلا دیے میں تمام لون جگر کو بہت ہو یہ بقرار جہے ہیں اشک آنکھ سے فرط سُرور میں اگر غم و درخشن ہے عکس غم و در عشق آیا جو تیر روح نے قالب سے یہ کہا آنسو روان نہیں دم تھری خط شوق پڑھنے و یاد دہانی ترپے مجھے آئیں</p> | <p>لکھا پڑا جواب میں خون جگر سے خط لکھا نصیب کا نہیں آتا اُدھر سے خط اتنا نہ باندھ کھینچ کے قاصد کمر سے خط اک عمر ہو گئی نہیں آیا ہو گھر سے خط ڈر ہے نکل جانے کیو تر کے پہ سے خط لکھو اپنے خلا می کا پہلے قمر سے خط بھجوں کہے میں لکھ کے اتنی سفر سے خط قاصد ٹھہر نہ کھول ابھی تو کمر سے خط اے دل نہ شاد ہو کے لگا چشم سے خط آئے کبھی اُدھر سے بجائے اُدھر سے خط میر می طلب میں دیکھ یہ آیا اُدھر سے خط تھری کر رہا ہوں میں آب گھر سے خط ایسے جو شوق میں آیا اُدھر سے خط</p> |
|--|--|

| | |
|------------------------------|-------------------------------|
| میرے کنے سے رند جائیں گے | یہ تو ہے خائن خدا و اعظ |
| اللہ اللہ یہ کبر اور یہ غرور | کیا خدا کا ہے دوسرا واعظ |
| بے خطا میکشون پہ چشم غضب | حشر ہونے دے دیکھنا واعظ |
| ہم دن قحطِ شراب سے بیمار | کس مرض کی ہے تو دوا واعظ |
| رو چکا میکدے میں سادی شمر | کبھی میخانے میں بھی آ واعظ |
| بجوے کر رہا تھا منبر پر | ہم جو پیو پیچے تو پی گیا واعظ |
| دُختِ رزکو بڑا مرے آگے | پھر نہ کہنا کبھی سُنا واعظ |

آج کرتا ہوں دصفے میں امیر
دیکھن کتابے اس میں کیا واعظ

ردیف عینِ مہملہ

| | |
|---------------------------------------|--|
| پیشِ رخ پر نور ہے ہر دم سفری شمع | کیون شام ہی سے ہونہ چراغِ سحری شمع |
| ہونِ رات یہ روشن ہیں وہ روشن ہو شمع | بالے ترے گاون کی کہاں جلوہ گری شمع |
| کس مہر و شام کی طرف دیکھ رہی ہے | بوجہ نہیں ہے تری آنکھوں کی تری شمع |
| پروانوں سے ہونہ ہے جو رخصت تھے پہلے | آتی ہے کوئی دم میں نسیمِ سحری شمع |
| ظاہر میں ہو مشوق تو باطن میں ہو عاشق | سیرت میں ہو دیوانی تو صورت میں پری شمع |
| وہ جل کے ہوا خاکِ خبر تک نہیں تجھ کو | پرولنے سے اچھی نہیں یہ بجھری شمع |
| بچا ہے پتنگوں کے پرو بال جو پھوٹے | یہ بھی ہے کوئی شبیوہ بیدار گری شمع |
| سبزہ ترے گاون کا اگر عکسِ فکں ہو | شمشا کی صورت ابھی ہو جائے ہری شمع |
| کیا میری طرح تو بھی کسی مد کی ہو عاشق | وردی ترے چہرے پہ ہو نگہ نہیں تری شمع |
| بجٹل سے سو آئے وہ پرولنے کے بے | کل کر گئی غفلت میں نسیمِ سحری شمع |
| بروائے کریں کس سے بیانِ حالِ دل اپنا | مختی ہی نہیں ٹھوکے بے بالِ دہری شمع |

| | |
|---|---|
| ہجام کو دیکھ کے جلے سے ہوا تو باہر بات کیا سیدھی نظر سے نہیں لیتا ہوسلام دیکھ مینجانے پہ گھنگھو گھٹا چھائی ہے ایسے پڑھنے سے تو اچھا تھا کہ جاہل رہتا | پی لے دو گھونٹ تو کیا ہو تری صورت واعظ گھر میں اللہ کے رہ کر یہ مشیخت واعظ سر پہ مستون کے ہے اللہ کی رحمت واعظ نہ حیا تجھ میں ہے باقی نہ مرقت واعظ |
|---|---|

| | |
|--|--|
| مست ہم دختر زر کے ہیں دھجور و کھا امیر کبھی سمجھے گا نہ رندوں کی حقیقت واعظ | |
|--|--|

| | |
|---|---|
| شج کے وقت صبحی کی مذمت واعظ فصل گل میں بھی ہے محروم و گلگون سے اپنی کچھ کہ مری کچھ سن تو مزہ بھی اٹھے دو گھڑی بادہ گلزنک کا بھی چرچا ہو بے سبب آٹھ پہر ذکرے و جام نہیں نشہ بادہ وحدت کے اٹھائے جوئے ذوق برابنے ہو موقوف غلاب اور ثواب ڈکرو تو دختر زر کا ہو کسی رنگ سے ہو قبر پر سنگ کی جا چاہئے خشتِ سرخ ایک دم ذکر سے اسکی نہیں تھمتی جو زبان مسجد و خانہ کعبہ تو بہت دیکھ چکا دیکھتا ہے نہ سمجھتا ہے کہ وہی کیا چیز | کیا ہوا ہے تجھے کیوں آئی ہو شامت واعظ دن تو اچھے ہیں بڑی ہو تری قسمت واعظ ناکجا تذکرہ دوزخ و جنت واعظ ختم کر ختم کرا ب واعظ کی صحبت واعظ کچھ تو ملتی ہے زبان کو ترے لذت واعظ تو کرے پیر خرابات کی خدمت واعظ ہے ہی میکہ دوزخ میں جنت واعظ دعظ میں ترے بھی کچھ ملتی ہو لذت واعظ کراٹھا آج بہک کر یہ نصیحت واعظ دختر زر سے ہے تجھ کو بھی محبت واعظ میکہ سے کی بھی مناسب ہو زیارت واعظ نہ بصیرت ہی تجھے ہو نہ بصارت واعظ |
|---|---|

| | |
|---|------------------------------|
| میکہ ہجور کے جنت کی طرف جلے امیر چڑھ کے منبر پر یہ کی خوب عدالت واعظ | جپ بھی ہو یک رہا ہے کیا داعظ |
| مفسر رندوں کا کھا گیا واعظ | |

چہن پیشانی پر ابرو پر شکن اچھی نہیں
 روحین قالبے کل کی ہن لمبے شوق کے
 یہ لگاوت یہ کھنڈاوت یہ چلن یہ بانگین
 سخت جانی نے نجل کس کس کو قتل میں کیا
 بسلون کا جذبہ شوق شہادت دیکھنا
 آبرو یہ اُلفت و ندان قاتل میں ملی
 چاہتی ہو بے مشقت سُرخ و ہو جلیے
 ہو یہ بازار جزاے تیغزن ابہنی خبر
 سخت عاجز ہو ہماری سخت جانی دیکھ کر
 حال سارا آبداری کا ابھی کھلایے گا
 کیا عروس مرگ کا دو لٹا بنا بیٹی اسے
 ہو پری آنے میں بجلی سے سوا جا نہین ہو
 خضر رہ بھی ہو فطر ہزن نہ اسکو جانے
 اور میری تشنہ کامی پر کسے آلمہ رحم
 تشنہ دیدار ہوں پیاسانہ بجکوزنج کر
 مجرمان عشق کوئی دم میں بیڑا یا ہے
 بسلون کے خون سے قاتل سے سیراب کر

دیکھ بیکار ہو جائیگی بل کھاتی ہو تیغ
 میان سے اُٹھنے بھی نہیں پاتی ہو تیغ
 قمر کی چالیں تجھ اترک سکھاتی ہو تیغ
 اُس سے شرماتا ہونم اور مجھ سے شرماتی ہو تیغ
 میان سے بیتاب ہو کر خود کل آتی ہو تیغ
 اپنا مال اب گلے میں میرے پہناتی ہو تیغ
 قتل ہو جانے کا ٹیرا مجھے اُٹھاتی ہو تیغ
 دیکھ وہ تیری قضا کھینچے ہوئی آتی ہو تیغ
 بیستی ہو دانت سر سحر سے لگراتی ہو تیغ
 منہ مرے زخموں کا کیوں کی لگ لگ کھلواتی ہو تیغ
 سُرخ جزا تیرے کتے کو جو پہناتی ہو تیغ
 تاز سے آتی ہو ادرا انداز سے جاتی ہو تیغ
 جان لیتی ہو تو منزل پر بھی پہنچاتی ہو تیغ
 حلق میں دو بوند پانی لکے چٹکاتی ہو تیغ
 دیکھ قاتل شرم سے بانی ہوئی جاتی ہو تیغ
 آج کل دریاے رحمت بجک لگاتی ہو تیغ
 دیکھ تو کب سے زبان خشک دکھلاتی ہو تیغ

رعب ایسا چھا گیا ہو سخت جانی کا آسمیر

موت میری دہی سے بھکود کھلاتی تیغ

انجم و متاب پرانے ہن تیرے تو چراغ
 کل بھی ہو جائے تو پھر پھونکی سے خوشبو چراغ

تیرے آگے کیا حسینو کھا جلیے مرہو چراغ
 ہاتھ سے اپنے جلائے تو جو ابے گلہو چراغ

| | |
|--------------------------------------|-------------------------------------|
| مشوق کرے کیا جو مرے آپ ہی عاشق | پروانہ چلے خود تو خطا سے جو بری شمع |
| عقل میں کھلے بالوں حسین کیا کوئی آیا | بیوجہ نہیں تیری پریشان نظری شمع |

بہتے ہیں امیر اشک جو اس کے تو عجب کیا
ہے سوز و گداز غم اُلفت سے بھری شمع

| | |
|--------------------------------|---------------------------------|
| میرے دل میں نہیں ہیں ارمان جمع | گھر میں اندک کے ہیں مہمان جمع |
| سیکڑوں میٹھ کے ہیں سامان جمع | پر نہیں خاطر پریشان جمع |
| جو شمس سودا خیال خط غم زلف | ہیں پریشانوں کے سامان جمع |
| آرزو داغ بیکسی حسرت | کیسے کیسے ہیں دل میں مہمان جمع |
| ہم کوئی روکنے سے رُکتے ہیں | درِ جانان پہ کیوں ہیں دربان جمع |
| ایک دل کے ہزار دل ہو جائیں | اس لیے کر رہا ہوں پیکان جمع |
| ہنس پڑو تم ہمارے رونے پر | لطف دین ہوں جو برق و باران جمع |
| آرزوئیں تری ہیں دل میں بھری | یا پری خانے میں ہیں پر یان جمع |
| اے جو نون کب سے دونوں ہیں شاق | آج ہو جائیں جیب و دامان جمع |
| آج اُٹھیں گے زخمیوں کو مرنے | ہو رہے ہیں دہان نکدان جمع |
| گر یہی طبع کی روانی ہے | چار دن میں ہے اپنا دیوان جمع |

اب لے لی سخن کی داد امیر

آج فحش میں ہیں سخن دان جمع

اردیف غین مجھے

| | |
|---------------------------------------|--|
| دیکھنا ہم پہ بجلی ہو جو چمکاتی ہو تیغ | یا پری کُسا سے کہنے ہوئے آتی ہو تیغ |
| جب گنگاروں پہ تیرے دم فرماتی ہو تیغ | بر رحمت بیکے متصل میں برس جاتی ہو تیغ |
| واہ سے شوق شہادت ایک پڑتا ہوا لک | غم گدزی ہو کہ دم لینے نہیں پاتی ہو تیغ |

| | |
|---|---|
| یہ اپنی غم سے عالم ہے عہد پیری میں تیز ہو کہ نہ ہو شرط دل کا آنا ہے جہان کو فیض ہے مجھے مین قید کلفت میں وہ صاف دل تھا جلد بے فیکہ وہ روشن حبث ہو سانسے جاہل کے شعر کا پڑھنا جنون رہا یہی تا صبح یاد عارض میں خدا ہے دل جو بچے حادثہ کے جھوکوں سے | سیم صبح سے جس طرح بھٹکے چراغ خدا کی شان کہ پروانہ آتش نائے چراغ مکان میں نور اندھیرا ہو زیرِ بابے چراغ جو کاسہ گرنے مری خاک سے بنائے چراغ وہ بے تیر ہے اندھے کو جو دکھائے چراغ کبھی جلے کبھی رات کو بجھائے چراغ کمان تلک تہ دامن کوئی چھپائے چراغ |
|---|---|

رہے نہ داغ جوانی اسی سیر میں
جلائے شب کو سحر ہو گئی بجھائے چراغ

رویف

| | |
|---|--|
| زنجیر آئی ہیں لنگ کر دے جانان کی طرف گھر سے اٹھے تھے کہ جائیگے گلستان کی طرف بچوں مڑھا جائیں شاخون پر شجر ہو جائیں خشک دل کے اک اک کو رے ہم دیر تک نہ یا کیے رہ گیا ہے آسرا تیری غایت کا بچے ہوں وہ زخمی دل کو میرے دکا ہوے مزہ جو حکیم دے دستِ وحشت کی جو تھیں جالاکیان حشر ہے شہرِ غموشان میں جو پر باد کھنا کچھ تو بھگو جائیے اپنے اسیر و کا خیال زاہد اسبج میں زنتار کا ڈور اندھال آپ سے جاتا نہیں ہر بار میں مجبور ہوں | پانوں بھیلے ہیں اس کا فتنے قرآن کی طرف وحشت دل پہلی بھکوسیا بان کی طرف میں جگر نقتہ جو جانوں گلستان کی طرف لے گئی عبرت جو کل گورِ غریبان کی طرف تو ہی بابا و یاس ہو جا میرے ارمن کی طرف دیکھتے ہیں چشمِ حسرت سے نکدان کی طرف ہاتھ اب برسوں نہیں اٹھا گریبان کی طرف کسی سبت آئی ہو گورِ غریبان کی طرف روز آ نکلا کر دم بھر کو زندان کی طرف یا برہمن کی طرف ہو یا مسلمان کی طرف دل کھنچا جاتا ہو میرا کہے جانان کی طرف |
|---|--|

| | |
|--|--|
| <p>رات کو برسات میں ہوں جس طرح جلنو چراغ نور تب دیتا ہے جب دھن سے ہو جلو چراغ اکو سہ تابان ہو گردن پر نکل کر تو چراغ تیرہ آتا ہے نظر میں گل شبو چراغ قبر پر راتوں کو ہو گا دیدہ آہو چراغ نقشِ بے شب کو روشن ہو گئے ہر سو چراغ ساقِ سین شمع روشن کا سہ زانو چراغ ہم گئے روشن میان کو جہ گیسو چراغ گاہ اس پہلو تھا روشن گاہ اس پہلو چراغ شکوہ کو آنکھ کے حق میں قوت بازو چراغ مشکو شمعیں سرِ غل ہیں غبرو چراغ کیون نہ کہیے خال روشن کو تیرا بر و چراغ کیا چراغ داغ دل کا ہو گا ہم پہلو چراغ ہیں ہمارے خانہ تار یک مین جلنو چراغ</p> | <p>وقت گرہ یاد گیسوخت دل ہمراہ اشک نورِ غمان کے لیے آنکھ نہیں آنسو ہیں ضرور قصر سلطان خانہ درویش پر ہم وطنہ زن قرتِ محبوب میں کیسی بہار بزمِ عیش جو شہرِ مشت میں بیابانِ مرگ قسمت نے کیا مل کے ہندی پاؤں میں جب ہوئے گرم خرام نور کا بتلا بنایا کیا تجھے اندھ نے بچہ کی آفتابِ نف میں شکو چراغان ہو گیا صبح تک شب کو تصور کس کے عارض کا رہا ایک سہنایک کو اس غفلِ عالم میں فیض اسکی نفِ مشک سا کی لائی ہو خوشبو صبا صاف محرابِ حرم ہو ابرو سے خم دار یار روشنی اسکی ہو شب بھر جو یہ روشن آمدن شمع کا نور سی مبارک منہوں کی بزم کو</p> |
|--|--|

سینہ ہے پر داغ اشکو نہیں ہیں کنتِ دل امیر
بلغ میں گویا کہ روشن ہیں کس ارجو چراغ

| | |
|---|---|
| <p>کہ داغ سینے کے روشن ہیں یاں بجائے چراغ کہ جلنوؤں نے مری قبر پر جلائے چراغ چھپے نہ پردہ فائوس میں ضیائے چراغ ہوا غضب کی جلی کیسے قلم بھجائے چراغ بتوں نے خانہ اندھ میں جلنے کے چراغ</p> | <p>نہ آئے شب کو میسر اگر نہ آئے چراغ گلہ نہیں ہو اگر اقر بانہ لائے چراغ نقابِ ڈال کے آئے ہیں وہ تو کیا پروا اندھ سے شرب کے ساغر جو قتب آیا موسے جو ہم تو مرادین بر آئینِ ظلم کی</p> |
|---|---|

| | |
|--|---|
| <p>تج ابرو و تیر مژگان دونوں عامی ہیں مگر لا ابالی جب نکل چلتے ہیں پھر کتے نہیں</p> | <p>ایک سینے کی طرف ہو ایک گردن کی طرف بوسے گل کبے یکیتی یہ پھر کے گلشن کی طرف</p> |
| <p>لاکھ ابھارے وحشت دل کو سے جانان سے آمیر میں نہ صحر کی طرف جاؤں نہ گلشن کی طرف</p> | |
| <p>کیونکر نہ مرغ دل ہو ہمارا شکار زلف اضحیٰ پڑھو ہزار اترتا نہیں یہ زہر جو ٹہنی میں اپنی پھول جو رکھے ہیں یار نے کرتا ہے پھنس کے گیسوؤں میں دل خدا کی یاد حاضر ہے میری آنکھوں سے لودا میں شرم جاؤں گے تم جو کھولے ہوئے بال سوئے دشت سودا اگر بنا دل ہے ٹھکانے ہیں اسے دو گلزار روئے یار کی کیا بڑھ گئی ہے زیب چٹ جائیں لیں غیبت کے آئینہ کر کماک جاتا نہیں ہے رہرودل اب کسی طرف بڑھ جاتی اور چشم بصیرت کی روشنی اسے دل سمجھ کے کوچہ آفت میں کھ قدم</p> | <p>ریشہ جو دلم کا ہے وہ ایک ایک تار زلف ہے انکی موت ہی جسے دس جالے مار زلف دکھلا رہی ہے مُردہ تاشا بہار زلف مصرف کر میں ہوش زندہ دار زلف منظور جھاڑنا ہو جو نکو غیب ار زلف آہو کر نیلے مشک کے نفے نشا زلف باسنہ دار خطبے وطن یا ستار زلف آہا ہے گھر کے اسپہ جو ایوب زلف گھر اسے ہیں قیدی زندان تار زلف آیا پسند جب سے سواد دیار زلف دیتا ذرا جو کھل جاہر غبار زلف ڈر ہے نہ کاٹ کھائے کہیں ان کے مار زلف</p> |
| <p>بہتر کہیں یہ قید رہائی سے ہے آمیر ہوں پاسے بند سلسلہ تابدار زلف</p> | |
| <p>ردیف قاف</p> | |
| <p>ہیں تری زلف رسا کے عاشق تیرے مشوق خدا کے مشوق</p> | <p>ہم بھی ہیں یار بلا کے عاشق تیرے عاشق ہیں خدا کے عاشق</p> |

| | |
|---|--|
| <p>جکودیکھو اور میرے دل کے ارمان کی طرف شوقِ دل پہل بٹھے گو غریبان کی طرف</p> | <p>چاہتا ہوں وصلِ اس سجدہ و عالم میں نہیں اب کہیں بازارِ رنہ کا نشان ملتا نہیں</p> |
| <p>جاکے اب یار و مکی تہائی میں کیوں گا امیر پہل ہے بیکسی گو غریبان کی طرف</p> | <p>چاکے اب یار و مکی تہائی میں کیوں گا امیر پہل ہے بیکسی گو غریبان کی طرف</p> |
| <p>چتون کہتی ہیں ہم ہیں چشمِ برفن کی طرف دوست ہو کر بولتا ہو میرے دشمن کی طرف وہ چلی تواریری میری گردن کی طرف جھوم کر کالی گھٹائی ہے گلشن کی طرف بڑھ کے کتا ہے گریبان میں ہون اسن کی طرف بلبلین بسخ نہیں کرتی ہیں گلشن کی طرف دھونڈتے کوا شک آتے ہیں جو دامن کی طرف دیکھتی ہے تاج کس حسرت سے گردن کی طرف اے صبا ہنگامہ کیا ہے گلشن کی طرف ایک بھادون کی طرف ہو ایک سادون کی طرف برق بھی آتی نہیں ہو میرے خرم کی طرف روح سائے جسم کی کھنچ آتی گردن کی طرف خاک اڑتے آؤ گے اک روز دفن کی طرف اے صبا چلنے کو میں چلتا ہوں گلشن کی طرف دیکھنا آسان نہیں اُس دے روشن کی طرف تسج کہتی ہو کہ میں ہوں تیری گردن کی طرف دیکھ لیتا ہوں ترے کمرے کے روزن کی طرف</p> | <p>شوخیان کہتی ہیں ہم ہیں انکی چتون کی طرف سیر دیکھ دل بھی ہوا شمعِ برفن کی طرف دیکھ قاتل جذبِ شوق قتل کا مسکن ہو اُس رخِ رنگین پہ نین بیکسر کہتی ہو خلق اتھ جب اُسپر ٹھاتا ہو مراد سب جنون عارض گلوں سے اُٹی ہو جو اُس گل نے نقاب اگر پڑا کیا کوئی تخت دل کا لعلِ چشم تر کھینچ لیتا ہو جو قاتل اتھ میرے قتل سے کوئی گل تو را کہ گلچن نے کیا بلبل کو ذبح وہ دون آنکھوں سے ہو میری آبر و برسات کی ناقبل خلق مجھ کوئی عالم میں نہیں سیان سے کھینچا جو ضمیر مارنے لگے شوق سیرے مڑتے نہیں اچھا آؤ خوش رہو بھول رہا جاؤں تو مجھ سے نکرنا کچھ رگم آج تک خورشید کا منہ اس طرف ہوتا نہیں جب میں کتا ہوں دم آخر کوئی اپنا نہیں جب بہت تعریف سنتا ہوں میں چشمِ حر کی</p> |

بے سبب سیر شب ماہ نہیں ہو یہ آہیں
ہو گئے تم بھی کسی رشک قمر کے عاشق

| | |
|--|--|
| <p> جادوہ راہ عدم ہو رہ کاشانہ عشق مرکز خاک ہے دُرد تہ پیمائے عشق کم بندی میں نہیں عیش سے کاشانہ عشق ہو جو والیل سراپردہ کاشانہ عشق دل مریشہ ہو آنکھیں مری پیمانہ عشق ہم تھے اور پیش نظر جلوہ مستانہ عشق غرق ابھی بحر فنا میں یہ دو عالم ہو جائیں ہم وہ فرما دیجئے کائناتی صورت سے پہاڑ کچرہ میں نہیں گرمی کے سوا شل سپند عین مستی میں لے ہیں مجھے گوش شنوا آہے بلوغ جان سے جو زمین پر آدم متفقہ کون نہیں کون نہیں اسکا مرید دل نے تسبیح بنا کر وہ کیے زیب گلو زلف مشوق گھٹ جائے ادب کا ہے مقام سُننے والو کہ یہ ڈر ہے نہ جلین بر دکوش خاک در کار ہے وہ لوٹ خطا سے جو ہوا پاک کہتے ہیں مرگ جوانی جسے سب اہل جان آہ عاشق سے ہوئی غفلت مشوق نہ کم بخت برگشتہ ہوں تب بھی نہیں جلائیہ مرہ </p> | <p> ملک الموت ہیں دربان درخانہ عشق آسمان ظرف بر آور دہ میخانہ عشق دونوں عالم ہیں دو صراع در خانہ عشق سورہ شمس ہے قندیل در خانہ عشق جسم یا جوش محبت سے ہے میخانہ عشق جس زمانہ میں نہ محرم بقا نہ بیگانہ عشق ایک اشارہ جو کرے زگرے مستانہ عشق حُسن کا گنج لیا کھو دے دیرانہ عشق برگ و برود و شر رہن جو لگے دانہ عشق سُن رہا ہوں میں صدلے لب پیمانہ عشق فی الحقیقت تھی وہ اک لغزش مستانہ عشق پیر ہفتاد و دو ملت کا ہے دیوانہ عشق ہاتھ آئے جو کوئی گوہر یک دانہ عشق بڑے چلین اتنے نہ موئے سردیوانہ عشق کیا سناؤں کہ بہت گرم ہو افسانہ عشق ورنہ ہر خاک سے اگتا ہو کوئی دانہ عشق اپنے نزدیک ہو وہ باز نمی طفلانہ عشق خواب تھا حُسن فسون ساز کا فسانہ عشق نہ گرے بادہ جو واژون بھی ہو پیمانہ عشق </p> |
|--|--|

۱۰ صبح بخیر درین کوثر ۱۰ صبح بخیر

| | |
|--|---|
| <p>غمرے حوروں کے اٹھاتے ہیں کئی منہ نہ دکھلاؤ سناؤ آواز پانوں رکھتے نہیں بالے زمین ان جفاؤں پہ وہی ذوق و وفا تجربے روٹھے نہیں اسی رخ جفا شوخی چشمی نہ کر اتنی ظالم منہ دی طواؤ نہ تم غیروں سے دیکھے حشر میں کیا ہوتا ہے رغبت اب دل کو ہے یوں جانب غم</p> | <p>آپ کے ناز و ادا کے عاشق کان اپنے ہیں صد کے عاشق تیرے نقش کف پا کے عاشق ہم تو ہیں اپنی دنا کے عاشق ناز کرتے ہیں ادا کے عاشق گڑے جاتے ہیں حیا کے عاشق رنگ لائیں گے خا کے عاشق ہم ہیں محبوب خدا کے عاشق جیسے مشوق کو تا کے عاشق</p> |
|--|---|

رات دن ہوتے ہیں اس بے بہا
سب کو دن بندے خدا کے عاشق

| | |
|--|---|
| <p>ہیں نہ زند و نہیں نہ مرد و نہیں کمر کے عاشق ہو وہی ناگہ جو شتاق تم دید کی ہو جتنے ناک ہیں کمانہ اترتے ترکش میں برہن دیر سے کبھی پھر آئے حاجی ناگہ دکھلاؤ انہیں مڑتے ہوں جو آگہو خبر چھپ ہے ہو گئے نظریے کین غنا کیر غ بے جگر مگر کہ عشق میں کیا ٹھہریں گے تھک کو کعبہ ہو مبارک دل ویران ہنکو کیا ہوا الیتی ہیں بریان جو بلا کین تیری بیگسی در و د آلم داغ تنہا مسرت</p> | <p>نہ ادا مگر کے ہیں الٹی نہ ادا مگر کے عاشق کان وہ ہیں جو رہیں تیری خبر کے عاشق کچھ مڑے دل کے ہیں کچھ میرے جگر کے عاشق تیرے دوسے نہ مگر کتنا تھا نہ سر کے عاشق ہم تو ہیں یار محبت کی نظر کے عاشق تو بہ کچھ کین می تے ہیں کمر کے عاشق کھاتے ہیں خیر مشوق کے چہرے کے عاشق ہم ہیں ناپا اسی ابرو سے ہوئے گھر کے عاشق کہ پر یزاد بھی ہوتے ہیں بشر کے عاشق جھوٹے جاتے ہیں پس مرگ یہ تر کے عاشق</p> |
|--|---|

| | |
|--|--|
| ہوں تہلکے رنج و بلا سے پائون تک جس پر گری یہ برق جلا سے پائون تک ایک آبلہ ہو جسم مر سے پائون تک وہل عرق میں ڈوب گیا سے پائون تک زیورین غرق بہتے ہو کیا سے پائون تک یکتا ہیں آپنا م خدا سے پائون تک دیکھو پکے ہی ہوا داس سے پائون تک گھیرے ہو دو طرف سے بلا سے پائون تک فوارہ آب ہوا سے پائون تک گھیرے ہوے ہو انکو جاس سے پائون تک آب گہر میں ڈوب گیا سے پائون تک | دوران سر کے ساتھ ہو چکر بھی پائون میں ہو قوت شمع پر نہیں کچھ سوزش درون ادنیٰ یہ خار وادی وحشت کی ہو خلش میری نگاہ شوق کی اندری گریبان کچھ تھو میری طوق و سلاسل کی ہے خبر ابھی کسی کی آنکھ کسی کی نگاہ ہے اگر می سے حسن کے وہ ہو ہے عرق عرق زلف و تاسے آپ ہو انھن میں اکا دل اگر بان اگرین نہ رہیں سے گزر گیا تپے شب وصال کیوں کر نگاہ شوق جب میں ٹھکر کی ترے دانتوں کے وصف میں |
|--|--|

| | |
|---|--|
| پہونچائے کر بلا میں جو بخت رسا لیئے بدن میں خاکِ شفا سے پائون تک | کروں ضبط نفس ہم کہان تک دھوان دل سے مرے اٹھتا ہوا کروں کس شوق سے ہر بار سجدہ تجھے ملتا نہیں گھر ان کا قاصد غش آیا ہے مجھے مسجد میں بے نے جو موت آئے تو پہچانے نہ جھکو |
| لگی ہو آگ اکے دل سے زبان تک اندھیرا ہے زمین سے آسمان تک جو سوئے سر تھا کے آستان تک گئے کیونکر سوئے لاما کان تک چلو لے کر بھگے پیر مغان تک ہوا ہوں بھر میں لاغر بھان تک | اکمیراب مہربان ہو مجھ پہ صیاد خبر سوئے نہ اسکی باغبان تک |

| | |
|---|--|
| طویر پر کتنی ہی شمع تجلی کی زبان طالب درد ہو اس درجہ مرطابِ دل ہوں وہ دیوانہ کہ قدموں کے لگا ہوا مرے حسن مرے دے روح کو میری یہ الہی قدرت کیا فدا طون کو ہو نسبت مرے دیولنے سے | سُرمہ حسن ہو خاکِ ستر پر و انہ عشق لوٹ پڑا ہی یہ جس دامن میں ہو دانہ عشق ہو مرے پانوں میں زنجیر پر پچانہ عشق ہنس بن بن کے چٹکے گو ہر یکانہ عشق استنا ہو یہ محبت کا وہ بیگانہ عشق |
|---|--|

ہم تھے اور جبرہ محبوب کا نظارہ امیر
شعلہ حسن تھا جس روز نہ پروانہ عشق

| | |
|---|---|
| جلد آ جاؤ کہ ہن گور کنارے مشتاق دل بعد چاک بھی حلین ہو کسی کمرے کی مست ہونے کا انھیں حکم ہو ایو گرس یار تہ و بالا ترے دیدار کا طالب نہیں کون استخوانو کین جلدی ہو بدن سے باہر | دم میں آجا یخ حوروں کے تمھارے مشتاق سر جھکاتے ہن کو کرتے ہن نطائے مشتاق خوب پہچانتے ہن تیرے اشارے مشتاق گل نہیں پر پرتی گردن پہ ستارے مشتاق ہن ہماؤ سگ محبوب تمھارے مشتاق |
|---|---|

یخودی تاب کجا آپ میں آؤ بھی امیر
دیر سے بیٹھے ہن احباب تمھارے مشتاق

ردیف کاف تازی

| | |
|---|---|
| آئی جو کھل کے زلف سارے پانوں تک لاغر ہوں اسقدر مجھے پہچانتی نہیں رُخ نور جبہ نور شکم نور ساق نور کھائے ہن ہمنے گل ترے چھٹوئے اسقدر گنڈا نظر گذر کا پہنسا نیکی آپ کو دلکش وہ مجھ ضیعت کا ہر عضو جسم زار | لینے لگی بلا لکین ادا سر سے پانوں تک رورہ کے دیکھتی ہو قضا سر سے پانوں تک تو ای صنم ہو نور خدا سر سے پانوں تک خالی نہیں ہو جسم میں جا سر سے پانوں تک قد ناپتی ہو زلف ر سارے پانوں تک مین کاہ ہوں وہ کاہ رہا سر سے پانوں تک |
|---|---|

دو آتش ہے چین میں شراب خندہ گل
تو کیوں نہ دلِ بلبلِ خراب خندہ گل
تبسمِ نکین انتخاب خندہ گل
صبا سے ہو گا حساب کتاب خندہ گل
کمان ہے نالہ بلبلِ جواب خندہ گل
پراس چین میں نہیں بجو تاب خندہ گل
چمک دکھائے اگر آفتاب خندہ گل
بھرون میں اُس میں لبالب شراب خندہ گل
ابھی تو نام خدا ہے شباب خندہ گل
جو تازیانہ ہو موج شراب خندہ گل
کہ آب آب کرے جسکو تاب خندہ گل
کھلا کے غنجہ اُٹھائی نقاب خندہ گل
غضب کی تند کھنچی ہو شراب خندہ گل
کسے ہے حوصلہ انتخاب خندہ گل
سحر کو دیکھیے گا اضطراب خندہ گل
ہنسی ہے جام کی ساقی شراب خندہ گل

بجا میں بلبلِ دلچسپ خراب خندہ گل
گراے برق اگر التاب خندہ گل
ہنسی ہو اُس گلِ ترکی جواب خندہ گل
اگر مگی بلبلِ نالان جو حشر میں فریاد
محال ہے کہ چڑھے عشقِ حسن کے منہ پر
چین میں نالہ کشی ہے قبول لے صبا
ایمِ تصویرِ شبنم ہوں اشکِ بلبلِ خشک
جو کائنات سرِ بلبلِ لے وہ منصف ہوں
سرِ آبِ نغمہ بلبلِ کو پی کے کیوں نہ مست
سمند ہوش ہو بلبلِ کا کیوں نہ برقِ حرام
دیا ہے وہ بچھے اللہ نے دلِ نازک
نہ جانتی تھی صبا یہ کہ ہو گی غشِ بلبل
ذرا نہیں کسی بلبلِ کو ہوش صورتِ مست
غش آگیا مجھے غجون کے مسکن سے
یہی ہے شام سے مضمون گریہ بلبل
نظیر گریہ بلبلِ ہے گریہ سینا

امیرِ خیر ہو گلشن میں جانِ بلبل
بھی ہے صبح تیغِ خوش آب خندہ گل

ہے تجلی کدہ طور سے بڑھ کر محفل
عطرِ مجو عہ سے ہو جائے مسطرِ محفل
استحان کے لیے ہو جائے مقررِ محفل

پر تو رخ سے ترے ہو جو منورِ محفل
جذبِ دل کھینچ کے گلِ پیر ہونکو بے آ
اشکِ پروانہ ہن ہم تم ہوا اگر غیرِ شمع

| | |
|--|--|
| <p>اے نظر نہ عالم غم ہوا اگر مکیں سختی نہیں ہوا ہل صفا کے خمیرین کیا آنسوؤں پر وہ اُفت کیا ہے فاش کرین گے یاد ہم دردندان یار کو ممکن نہیں کہ وہ ہم کسی کا پہنچ سکے ماند شمع نطق کی طاقت نہیں مگر</p> | <p>خالق نے کیا وسیع بنا یا مکانِ دل دیکھا کہاں کسی نے کبھی استخوانِ دل آنکھوں سے تمکار ہے رازِ انسانِ دل اس طرح موتوں سے بھرینگے دہانِ دل کوسوں ہوا مکان سے بلند آستانِ دل روشن مری زبان سے ہو میرا بیانِ دل</p> |
| <p>دو ٹکڑے ہوا بھی جگر بوا لوسِ آئیں کھینچوں جو معرکے میں تین تیغ زبانِ دل</p> | |
| <p>گل وہ رخ نازک ہو پسینا عرقِ گل بلبل کا تھن چھلے لکھی کھجوں سے صیاد تازیت تھا مجھ زار کو عشقِ رخ رنگین اُس روئے کتابی کا ہو ذکر اور دہن اپنا ہو فیض خزان میں بھی وہی رنگ بہارِ ان کس کے رخ رنگین کا سنا ہم نے فسانہ کب خارِ الجھ سکتے ہیں دامانِ صبا سے آہوں نے کیے سخت جگر برہم و درہم آمد ہے یہ گلزار میں کس کی کہ صبا نے وہ رنگ کہاں اب کہ خزانِ باغ میں آئی تھریر کرے وصفِ رخ اُسکا تو ہے لازم زیبا ہے کون جو فلکِ خاک چمن کو</p> | <p>شبِ ہم سے ہو لبریز گہریا طبقِ گل اس رخ پہ بھی جا ہیے پھولے شوقِ گل ہو غسل و کفن کو عرقِ گلِ درقِ گل بلبلِ گل کو فراموش نہو گاسبقِ گل گل سیدہ بلبل میں ہو داغِ قلیقِ گل گل کان ہوئے کان کے پرے درقِ گل گلشن کی قلمرو میں ہو نظم و نسقِ گل کیا تند ہوا میں ہیں پریشانِ بقِ گل صدقے کے لیے ذرے بھرے ہیں طبقِ گل بیکار ہے اب تذکرہ ماسبقِ گل کاتبِ خطِ گلزار میں کھے درقِ گل پھولی ہو عجب موسمِ گل میں شوقِ گل</p> |
| <p>پایگا آئیں اس رخ گلزار کا بوسہ</p> | <p>بیل کے سوا کوئی نہیں مستحقِ گل</p> |

| | |
|---|--|
| شمع محفل میں ہو پروانے ہن گر ہر شمع ہم ہن پروانہ دل سوختہ بزم خیال سرفروش گئے ہیں شقائق شہادت اور شرک | کیا تکلف ہے کہ محفل کے جو اندر محفل شمر دیوں سے بیان گرم ہو شب بھر محفل جمع کرتا ہوں ہمیشہ ترا خنجر محفل |
|---|--|

| |
|--|
| اسکے بھرکانے سے رہم ہوئے یہ غیر امیر شمع کیا ہمہ ہوئی درست یہ خنجر محفل |
|--|

| | |
|--|--|
| جب یار ہوا جفا کے قابل ہو خوف سے سائے تن میں عرشہ آئے مجھے دیکھنے اطمینا بولے مرے دل پہ پیکر دانت | تب ہم نہ رہے وفا کے قابل اب نہ تھکمان دعا کے قابل جب میں نہ رہا دوا کے قابل یہ دانہ ہے آسیا کے قابل |
|--|--|

| |
|---|
| کلفت سے امیر صاف کر دل یہ آئینہ ہے جلا کے قابل |
|---|

| | |
|---|--|
| اکر دل مجھے پیش جلا بات سے حال تسکین مجھے دیتے نہیں امیر حضرت واعظ پتھر ہے ترا دل میں کون حال لے ل کیا ہو زبیرت کا حاصل تو حفظ وصل کی لذت روتا ہوں لہو بھی تو مجھے مرنین طبعی ظاہر میں دیا بوسہ تو کیا دل ہو کدتر تقدیر مری تو نہ بدل دیگا دعا سے قسمت میں جو مرے وہ بہر کیف یلسلی | خالی ہو مکان حرف و حکایات سے حال کیا اور مجھے قبلہ حاجات سے حال کعبے میں جو بت ہو تو مناجات سے حال جسرات کا وعدہ نہ لوسرات سے حال کیا بندگی پیر خرابات سے حال نیت ہی نہیں ٹھیک فیضیات سے حال امیر شیخ پھر اس کشف کرامات سے حال پھر قاضی و مفتی کی ملاقات سے حال |
|---|--|

| |
|--|
| پہچانتے ہیں اہل سخن خوب سخن کو خاموش امیر اتنی سباحت سے حال |
|--|

| | |
|--|---|
| <p>بن گئی غیرت تجھ نہ آذر محفل جس طرح ماہ محرم میں ہو گھر گھر محفل لحار ہی ہو یہ ترے رقص سے جگر محفل لطف دیتی نہیں بے شیشہ و ساغر محفل لیون لٹ جائے نہ مثل صفِ عشر محفل ہوگی جس روز محرم میں ترے گھر محفل شمع سان دیکھ چکے دہر میں شب بھر محفل تیرے آتے ہی ہوئی جامے سے باہر محفل ایک ہم کیا کہ ہوئی کشتہ بخر محفل</p> | <p>فراہم ہوئے اس درجہ سوم میں میرے بھرمین چار ادھر چار ادھر روتے ہیں صاف فانوس خالی کا گمان ہوتا ہے باغ کس کام کا جبین گل و شمشاد نہوا قصے کے وقت قیامت ہو تمہارے ہی ٹھوکہ لیکے نالوں کے علم ہم بھی ضرور آئیں گے جا چکا عہد جوانی کا چلین سوئے عدم شمع فانوس میں پھوئے نہ سوائی اسی گل ہل گیا بار کا ابرو جو ذرا رقص کے وقت</p> |
|--|---|

گزارا اس ماہ دو ہفتہ کا بھی شاید ہو آمیر
کچھ جو دھوین تاریخ مقرر محفل

| | |
|---|---|
| <p>بہ بہہ سرے برابر محفل بسٹون کے ہوتے سایہ بخر محفل کیجئے جل کے سر قبر کندہ محفل زمین خلوت ہی ہے جمع ہو با جمع رہتی ہے اس آئینے کے ا: ناکی ہو الگ شہر سے ماہر محفل جس طرح شمع سے ہوتی ہے منور گھر کے باہر کبھی خلوت کہ چشم پروانہ میں آتشکدہ ہے ہر محفل محفل آرا نہ ہو کوئی تو ہے ابرو</p> | <p>فرقت یار میں مانگدہ ہے ہر محفل عجب شمع کی صورت دل آتش جلے چلیے آئندہ رویوں کا بھی بچ ہو جائے ہم بغل مجھے ہو غیروں کو لگائے رکھو کس پر یرو کا تصور نہیں دل میں اپنے سب مکانوں سے جدا بیرمخاں کا ہوا مکان پر ہی حسن گتیرے ہو جہان کی دنق پر دل ہے نہ افتا کی نہ اخلا کا خیال ہر دل سوختگان روزالم ہے شب عیش دل کے جاتے ہی ہوئی انجمن چشم ادا</p> |
|---|---|

ہوے گل فردوس آمیر اپنا ہے مردہ
سر کا جو ذرا تختہ بہ فن تو نہیں ہم

| | |
|---|---|
| <p>اتھے پھولے پھلے بہار میں ہم گھر میں اپنے ہیں یا مزار میں ہم کہ نہیں اپنے اختیار میں ہم روز عشر بہن کس شمار میں ہم دور بہ بہ بنے ہوئے یار میں ہم مر کے بھی زہ پکے مزار میں ہم تو بہ دست بہن بہار میں ہم ایک دو کیا کہیں نہار میں ہم گم ہوئے ایسے انتظار میں ہم ہیں ہر اک ملک ہر دیار میں ہم ہیں حلب میں کبھی تلک میں ہم</p> | <p>ہوے جو زندہ وصل یار میں ہم ہو گئے مردہ ہجر یار میں ہم اسکو لائیں گے خاک قابو میں لوں پر چمے گا ہم غریبوں کو فرش سے عرش تک نشان نہیں حضرت دل جو تم ہو پہلو میں وصل میں بھی شکستہ خاطر ہیں پیش رُخسار یار خار ہیں گل قاصد آیا ہے پر نہیں پاتا گھر میں ہیں لیکن اپنے نام کی طرح زلف و رُخسار کے تصور سے</p> |
|---|---|

جبر جو چاہیں ہم یہ وہ کر لیں
ہیں امیر ان کے اختیار میں ہم

| | |
|--|---|
| <p>کچھ آج تک ہیں اسکی خبر نہیں معلوم یہ بخودی ہو کہ گھر کی خبر نہیں معلوم فلک کہاں ہو زمین ہو کہ ہر نہیں معلوم وہ ٹانٹا ہے کہ مجھ کو تو گھر نہیں معلوم بیان کسی کو کسی کی خبر نہیں معلوم گری تڑپ کے یہ بجلی کہ ہر نہیں معلوم</p> | <p>موا کہ زندہ رہا نامہ بر نہیں معلوم مکان دل میں ہو کس کا گذر نہیں معلوم کیا ہے جیغری نے جان سے فار میں جسکو دیتا ہوں اس فتنہ گر کے نام کا تری گلی ہو کہ میدان حشر ہے قاتل ہوا شہید تبسم جگر کہ دل یار ب</p> |
|--|---|

ردیف میم

کیون نہ لے کرین کُبل گلشن تو نہیں ہم
 دلکو جو بجاتا ہوں تو کستی ہیں وہ آنکھیں
 خالق نے تمہیں مہر بنایا، ہمیں شبنم
 خط دیکھے تھے کوچہ جلا دین بھیجیں
 دلت سے کبھی لین گے نہ ہم بوسہ گیسو
 کیا ضعف سے حامل کرتے گلشن ہوئے
 دل کھینچے یہ باتا، قاتل کی گلی میں
 ہجائیٹھے پیچھے نہ کبھی ساتھ سے تیرے
 سو بار کہیں گے ارنی طور یہ جا کر
 کرتا ہوں جو کنگھی تو یہ کہتے ہیں وہ گیسو
 ظاہرین تو زکس کی طرح پائی ہیں آنکھیں
 نیچے کا دیا حکم تو بولے دہن زخم
 موسیٰ سے یہ کہدو کہ بت بڑھ کے نہ بولیں
 کہتا ہے حیا سے وہ دہان مسی آود
 غور کیے جو دشمن ہیں تو کیا تیری طرح سے
 کیا ناکشی کی ہمیں بُت دیتے ہیں ترغیب
 کرتی ہیں یہ طنز اُسے خط سبز پر آنکھیں
 کیا وصل اٹھا ہو جو زندان میں یہ سمجھیں
 بے منت احباب یہاں قبر پر روشن

اسی ضبط جنون عقل کے دشمن تو نہیں ہم
 کیا لوٹ ہی لین گے کوئی رہن تو نہیں ہم
 دکھلاؤ جو تم جہرہ روکش تو نہیں ہم
 کچھ خیر ہے قاصد ترے دشمن تو نہیں ہم
 صدقہ کسے دیتے ہو برہمن تو نہیں ہم
 ذرے ہیں مگر ذرہ روزن تو نہیں ہم
 کچھ آپ روانہ سوے مدفن تو نہیں ہم
 سایہ ہیں غبارِ سہم تو سن تو نہیں ہم
 کیا بکھے ہیں موسیٰ ہمیں الکن تو نہیں ہم
 کانٹوں میں کھینچو ہمیں دامن تو نہیں ہم
 پر قابلِ نظر اے گلشن تو نہیں ہم
 سواتے ہو کیون قابلِ سیون تو نہیں ہم
 کچھ نا۔ لہ داد سی ایمن تو نہیں ہم
 کیا دیکھتے ہیں سب گل سوسن تو نہیں ہم
 احو دوست کسی دوست کے دشمن تو نہیں ہم
 نسان ہیں ناقتس برہمن تو نہیں ہم
 کچھ پیرہن خضر میں رہن تو نہیں ہم
 زندانی تار کی مدفن تو نہیں ہم
 محتاج چراغ سر مدفن تو نہیں ہم

| | | |
|--|---|---|
| | زار سے زار ہیں جان میں امیر دل ہی نہ تھے جو لطف اٹھائیں ہم | - |
| | ردیف نون | |

کیا دیر ہو آ میر کے عفو گناہ میں
آئے ہو تیغ کھینچ کے تم قتل گاہ میں
کاٹا ہوا ہون سو کھد کے لیکن نہال ہوں
بیہوش کوئی بزم خرابات میں نہیں
خالی شرارتوں سے نہیں غلت جان
پیری میں قد گون جو ہوا دانت بھی چلے
مدت ہوئی پھرے ہوئے آنکھوں کی پتلیاں
نکلا نہیں ہو خط ترے عارض پر حسن نے
کشتی ضرور ساتھ رہے تیرے اسی فقیر
بے قصہ بد سے بھی کبھی ہوتا ہو کار نیک
دعویٰ بہت تھا سنگدلی کا حضور کو
اللہ سے جذب میری تڑپ کا کہ جرح سے
اعلیٰ کو کیوں نہ صحبت ادنیٰ سے ہو خدا
یہ سب سے بھی سوا ہو مرے دل کا مرتبہ
بیداغ عشق تارض سے تا آسمان ہو کون

اللہ کیا کمی ہے تری بارگاہ میں
تو تو پہلے ہوے مگر کون نگاہ میں
کھٹکونگا اور اپنے حد کی نگاہ میں
مشہور یہ خبر ہے غلط خانقاہ میں
لبٹی ہوئی ہو برق گلیم سیاہ میں
بھاگ پڑی شکست علم سے سپاہ میں
صورت مختاری پھرتی ہو اب تک نگاہ میں
کانٹے پچھائے ہیں یہ محبت کی راہ میں
ڈوبے نہ قلزم کو رم بادشاہ میں
شب کو چراغ غول جلاتے ہیں راہ میں
کیون دل پرکھے بیٹھ گئے ایک آہ میں
تاثرین دوڑی آتی ہیں آغوش راہ میں
دیکھا کبھی نہ پر تو خوشید چاہ میں
ڈوبا ہوا ہو چاہ زرخندان کی چاہ میں
ماہی میں فلس ہو تو کلف چرم ماہ میں

ہو نقش دل پہ صورت لوحید امیر

ہوں محو ذکر اشہد ان لا الہ الاہ

ہوں زار اس قدر کہ تری جلوہ گاہ میں | چھپ جاؤنگا میں پر دہ گردنگاہ میں

کیا ہو ذوق شہادت نے محو یہ دقہل
شب وصال ہوں بون کنا سے محروم
پڑا ہے فاقہ پر
شب وصال سرشام سے وہ کہتے ہیں
دھر کو منہ جو نہیں پھیرتا کبھی خوشید
جو کل تھے ساتھ گئے آج کس طرف یارب
خضر ہو رہی ہو ثواب ایمر زاہد
میشہ نالہ دل بے اثر ہے کیا باعث
جہان میں اب نظر آتا ہو رات دن اندھیر

لگے ہیں خم کمان جسم پر نہیں معلوم
دہن کمان ہو کہ ہر ہے کمر نہیں معلوم
کہ دھر کو اڑے گیا تن سے سر نہیں معلوم
کہ آج کیوں نہیں ہوتی سحر نہیں معلوم
یہ کس کا گرم ہو بازار اُدھر نہیں معلوم
کسی کا حال کسی کی خبر نہیں معلوم
کہ ہکو بادہ فردشون کا گھر نہیں معلوم
یہ نخل کیوں نہیں لاتا ثمر نہیں معلوم
فلک سے کیا ہوئے شمس و قمر نہیں معلوم

بھٹکتے پھرتے ہیں ہم مثل گردِ راہِ آمیز
ہوا ہے قافلہ راہی کہ دھر نہیں معلوم

| | |
|--------------------------------|-----------------------------|
| تیرے جو دستم اٹھائیں ہم | یہ کیلجا کمان سے لائیں ہم |
| جی میں ہوا بمان جائیں ہم | دل کی طاقت بھی آزمائیں ہم |
| نالے کرتے نہیں یہ اُفت میں | باندھتے ہیں تری ہوائیں ہم |
| اے لب یار کیا ترے ہوتے | لب ساغر کو منہ لگائیں ہم |
| دل میں تم دل ہو سینہ سے خود گم | لوئی پوچھے تو کیا بتائیں ہم |
| آب شمشیر یار اگر مل جائے | پنہ دل کی لگی بچھائیں ہم |
| اب جو منہ موڑیں بندگی سے تری | بے بُت اپنے خدے پائیں ہم |
| زندگی میں ہے موت کا کھٹکا | نصر کیا مقبرہ بنائیں ہم |
| نوبہ سے کیا پشیمان ہیں | اہود یکھکر گھٹائیں ہم |
| دل میں ہو نخل یزرم و آتش | جو گھٹائے اُسے بڑھائیں ہم |

قرآن ضرور چاہیے دست گواہین
اندازہ ماہ نوکلسے طرف کلاہین
چھوڑاں بھری ہوئی ہین تمھاری نگاہ میں
گھیرا دھڑ دھڑ سے بگولوں نے راہ میں
کمیسی اک پڑی ہوئی دیکھی ہو راہ میں
روز سے ہزار رکھتے ہین ہم ایک ماہ میں
پائین و صدر ایک ہو اس بار گاہ میں
ہوتی ہو کوئی راہ غلط شاہراہ میں
پر تو اگر پڑے تے دانو کا جاہ میں
ہو جائے جیسے چاک کسان نور ماہ میں
کچھ ماندگی سے کام نہیں قطع راہ میں

چہرہ دکھا جو حسن کا شاہد ہو آئینہ
اُس مُرک بجلکہ پٹھین کیوں اٹھیا
دیکھو جا کے آنکھ تو دیکھو قیب کو
وہ ہون جو منزل چلا کبھی
لوپے سے تیرے اٹھ گیا شاید ترافقہ
اعضا تمام صوم میں رہتے ہین روزہ دار
سپت و بلند دائرہ عشق میں نہیں
ہو است روہی جو ہے دین رسول پر
غواص آئین بحر سے موتی نکالنے
یون روے یار دیکھ کے مجروح دل ہوا
مقرض و نون باؤں میں وحشت کے جوش میں

نقشہ کے ڈوے یار کی آنکھوں میں ہین

یا چند سُرخ پوش مکان سیاہ میں

اکیسے گے جا کے سرچھوٹوں آہی کیا کروں
چار دہائی زندگی میں بادشاہی کیا کروں
سوچتا ہوا سپہ میں اپنی گواہی کیا کروں
بخت بد جانی نہیں تیری سیاہی کیا کروں
اپنی کشتی کی بیان تجھ سے تباہی کیا کروں
اب ترمی آنکھوں میں دم ہو کھگای کیا کروں
بادہ صاف و کباب سُرخ ماہی کیا کروں
راہ میں بیتخانہ پڑتا ہو آہی کیا کروں

وہ تو سُنا ہی نہیں ہو داد خواہی کیا کروں
مجھ گدا کو نے نہ تحیف حکومت اسے ہوس
رہبر محض رخ و دیکھ کر
دھرتے دھرتے آنسو دے ہو گین آنکھیں غیب
جھکو ساحل تک خدا پہنچا لے گا اسے ناخدا
نزع میں آنکھیں ملا کر یار نے مجھ سے کہا
ترک لذت سے جلائی تین زبان ہو آشنا
شوق کتنا ہو بوج باؤں میں اب کبے میں جلد

ہیں جلوہ گر شرارِ تری دود آہ میں
وہ توڑے فلک ہو مرے تیر آہ میں
سمجھے سریر و تاج کو کچھ لول و بوریا
آہ اُس دہن سے نکلتے تو کیونکر حسین ہو
سایہ بڑا مگر مرے بخت سیاہ کا
افعال نیک کے لیے اچھی جگہ بھی ہو
آنے نہ چاہو یہ ہر رات وصل کی
دیوانہ تیرا آتا ہو لڑان ہیں اہل شہر
کیون مثل رخ نہ ہکو خط سب ہو پسند
ہل زمانہ بنکے بگڑتے ہیں کیسے جلد
ہم بہرہ و ان عشق کو عشر کا خوف کیا
زلفوں کی آڑ میں نہیں کرتے وہ چشملین
کیا سمجھے قدر ساغر جمشید کی وہ چشم
تو نے تو اسے سیاہی شہاے تارِ بھر
اُترے جو نشہ توبہ کرین ہم شرب سے

یہ نغم چھپتے ہیں کوئی ابر سیاہ میں
چاہوں تو رخسے ہوں سپر مہر و ماہ میں
ہو فقر کا مزہ جو دل بادشاہ میں
نچاے ماہِ میم جو مل جائے آہ میں
یہ تیرگی نہ تھی تری زلف سیاہ میں
مے پیچھے تو بچل کے کسی خانقاہ میں
کیا کام غیر کا ہو تری جلوہ گاہ میں
تم کی دھاک سے ہو تزلزل سپاہ میں
پھلوں کی ہکلو آتی ہو خوشبو گیاہ میں
ہو ماہ کو زوال و کمال ایک آہ میں
بڑتے ہیں ایسے کتنے ہی میدانِ راہ میں
بجلی ٹپ رہی ہو یہ ابر سیاہ میں
دُنیا نہیں سماتی ہے جسکی ٹخاہ میں
دھبّا لگا دیا مرے بخت سیاہ میں
نعرِ شخ تا زبان کو ہو عذرِ گناہ میں

آئے وہ گور پر جو ہوے دفن ہم امیر
جاگے نصیب ہوئے اگر خواب گاہ میں

کیا احتیاجِ شمع تماشاے ماہ میں
بجلی گرے گی چار طرف جلوہ گاہ میں
پہو نچا میں قتل گاہ میں یا عید گاہ میں
ساتھی ہائے چھوڑ گئے ہکو راہ میں

کس کام کی ہو آنکھ تری جلوہ گاہ میں
ہیں شوخیانِ ہی جو تھار ہی نگاہ میں
مہراب اُسکی تیج کو سمجھا پڑھی نماز
فریاد کس سے تیرے سوا احوالِ کرین

یہ بہت دور گریبان سے ہم دیکھتے ہیں
 نفع تیرا ترے نقصان سے ہم دیکھتے ہیں
 دلتین جو ترے دربان سے ہم دیکھتے ہیں
 شان انکی تری ہر شان سے ہم دیکھتے ہیں
 آج انھیں اور ہی سامان سے ہم دیکھتے ہیں
 نور کو بڑے کے سلیمان سے ہم دیکھتے ہیں
 سرخ جب ہو تھوڑا پان سے ہم دیکھتے ہیں
 جو گھر دور ترے کان سے ہم دیکھتے ہیں
 بط کافر کو مسلمان سے ہم دیکھتے ہیں
 ہر بگہ ٹھکانی شان سے ہم دیکھتے ہیں
 یہ تو باہر سے امکان سے ہم دیکھتے ہیں
 آئینہ خانہ میں حیران سے ہم دیکھتے ہیں
 لاشے تو ہلے میدان سے ہم دیکھتے ہیں

ضعف کا پاس کرے دست جنوں کے ہوتے
 ہو اگر طالب مقصود تو مٹ جا ایدل
 حشر میں ماتم سے ضلوع کٹے بھی ہو نصیب
 منظر خاص بچے حق نے بنایا ہے صنم
 دوا بروہے ٹھہر لال ہو چون ہی پھری
 جب نظر بندہ نوازی پہ تری جاتی ہے
 دل یہ کتا ہو بد نشان میں خفق پھولی ہے
 خاک پر پاتے ہیں غلطان شہر کے سبب
 بار بار آتی ہو زلف اُس رخ روشن کی طرف
 ہو کہیں لالہ و گل اور کہیں شمس و قمر
 گنہ باری کو پہنچ جائے دلا کر سے تو
 ہر طرف اپنی ہی صورت میں آتی ہے نظر
 کیا سواری کسی قاتل کی پھری قاتل سے

پلٹھیں سے نہیں کاوش ہے حسینوں کو اخیر

جھیر پر یون کو ہر انسان سے ہم دیکھتے ہیں

موت کو اپنی عجب شان سے ہم دیکھتے ہیں
 زیر خنجر بھی اُسی آن سے ہم دیکھتے ہیں
 یاس کو بھی اُسی ارمان سے ہم دیکھتے ہیں
 صاف اُٹھتے ہیں اُس کان سے ہم دیکھتے ہیں
 لیا یہ کچھ ہیں کہ حیران سے ہم دیکھتے ہیں
 بیرون ٹھہرے کو ترے نادان سے ہم دیکھتے ہیں

سینج جلا د کو ارمان سے ہم دیکھتے ہیں
 اب بھی قاتل تجھے ارمان سے ہم دیکھتے ہیں
 دیکھتے تھے رخ اُمید کو جس حسرت سے
 سنے حال دل عشاق کو اس کان سے وہ
 آنکھ آنکھ سے کیوں انکی پھری رہی ہے
 مچ کرتا ہو جو تو غیر کی دانائی کی

کل گیا تھا پیش زابو چاہوں دل میں آج
فرض کردم آہرگ سکتی ہو تم سکتے ہیں شک
خدمت پریشان میں عذر خواہی کیا کروں
چھپ نہیں سکتا ہو لیکن لنگ کا ہی کیا کروں

وہ مرے اعمال رفور و شب سے واقف ہے امیر
پیش خالق ادعاے بے گناہی کیا کروں

گلے میں ہاتھ تھے شب اس کی سیر
نخل کے چہرے پہ میدان صاف خطے کیا
افراق میں ترے عاشق کو جا کے کل دیکھا
بگولے اب ہیں کہ غربت ہو گور شاہان پر
ہزاروں لوٹ گئے کل اٹھی جو وہ جلن
کیا یہ شوق نے اندھا بھے نہ سوچا کچھ
یہ ضعف ہو کہ نکلتی نہیں ہن اب دل سے
جگر میں سحر کی کل ٹھہر رہی تھیں کچھ بھاسین
پہنچ گئے سر منزل چلے جو چال نئی
فلک کے دور سے دنیا بدل گئی ورنہ
یہ ضعف ہے کہ ہلنا گراں ہو قدموں کو
سحر ہو لی تو وہ انکھیں نہ وہ نگاہیں تھیں
کبھی وہ شہر تھا ایسا کہ بند راہیں تھیں
کہ وہ تویح تھا کچھ انکھ تھے کچھ آہیں تھیں
سردن پہ چتر جل میں کبھی سپاہیں تھیں
خدا نگ ہوئے مرہ بر چھان نگاہیں تھیں
وگر نہ ربط کی اس سے ہزار راہیں تھیں
کبھی نکلے کبھی اونچیں ہماری آہیں تھیں
مگر جو غور سے دیکھا تری نگاہیں تھیں
انکھیں میں پھر تھا دیکھی ہوئی جو راہیں تھیں
جہان بنے ہنچ مینا نے خانقاہیں تھیں
سُکرو می میں کبھی انکو دستا
رُباعیان مری چو گوشہ نگاہیں تھیں

حسین زکے ہن غالب کرا ب ہن گرد امیر

غریب ہم تھے تو یہ پیار تھا نہ چاہیں تھیں

جب کبھی اس کو نئی شان سے ہم دیکھتے ہیں
دلغ سے بڑھ کے نہیں دلیں کسی کا جلوہ
لہی واقف ہو جس ارمان سے ہم دیکھتے ہیں
گھر کی رونق اسی مہمان سے ہم دیکھتے ہیں
نفس تجکو بہت انسان سے ہم دیکھتے ہیں
جو پر ہی تو نہیں پر یوں کی مگر خوشی میں

پروانہ چل چل جسے ہم خدا ہوں میں
 مذکورِ حجبِ نگرِ آشنا ہوں میں
 آہن ہو تیغِ یار تو آہنِ ربا ہوں میں
 چھوٹے سے قد پہ میرے بجا بلا ہوں میں
 جو کچھ کیا وہ دل لے کیا بے خطا ہوں میں
 فیضِ سخن سے عیسیٰ مفرس ہوں میں
 دل سے ادا یہ کستی ہو تیری قضا ہوں میں
 زندہ بساں خضر ہوں گو مر چکا ہوں میں

اُس دل کا مبتلا ہوں جو دکھتا ہو دلِ عشق
 کشتہ کیا ہو جگو محبت کے جوش نے
 دھڑکتے تن کو سیکر خون کا اشتیاق
 کبھی ہو ہر لپک تری زُلفِ دراز سے
 رُسوا ہوے جو آپ تو میرا قصور کیا
 زندہ کیے ہیں میں نے دلِ مردہ سیکر دوا
 مقتل ہو میری جان کو وہ جلوہ گاہِ ناز
 لذت ہو آبِ تیغ میں آبِ حیات کی

اماںد سبزہ اس جمن دہر میں اُمیر
 بیگانہ دار ایک کنارے پڑا ہوں میں

اکوچے میں سیکر دوا کے بستر لگے ہوئے ہیں
 بستی کی سان پر یہ خنجر لگے ہوئے ہیں
 قبروں کے ٹھہر پہ بھاری پتھر لگے ہوئے ہیں
 پھولوں کی کشتیوں میں زیور لگے ہوئے ہیں
 صندل کے آج چھاپے گھر گھر لگے ہوئے ہیں
 اڑ جاؤں کس طرح میں کیا پر لگے ہوئے ہیں
 آواز میری سننے در پر لگے ہوئے ہیں
 عجمت سے کچھ نہ ہو گا نمبر لگے ہوئے ہیں
 اک مُشتِ استخوان میں دو پر لگے ہوئے ہیں
 کون ایسے محلِ تجھ میں گوہر لگے ہوئے ہیں
 یہ اشتہارِ ایتو گھر گھر لگے ہوئے ہیں

دامن سے لوگ اُسکے اکثر لگے ہوئے ہیں
 کیونکر نہوں نگاہیں قاتل کی تیز ایسی
 نکلیں گے حشر کے دن ہم نا تو ان کیونکر
 کیا دیکھے عاشقوں کے وہ داغدار سینے
 یارب ہو کسی آمد جو شہر میں ہے شادی
 جاہی جو میں نے عجمت بولا بگڑے قاصد
 کیا حالِ لُٹاؤں جاسوس اُس پر ہی کے
 تلے وہ باری باری عشاق کے پڑھیں گے
 میں جانتا ہوں بٹل جو ہو تری حقیقت
 بڑھتا ہو آبرو میں کیا آنسوؤں سے میرے
 ہو حکم یار کوئی میری طرف نہ دیکھے

شکل آئینہ بنایا ہو ایمن خیرت نے
 شک یہ ہوتا ہو کہ حلقے میں ہر ناگن کے یہ من
 جان باقی نہیں گو دل میں ہمارے لیکن
 خط نمایاں کہی کرتا ہو کبھی خال وہ رخ
 بھر گیا جی غم دلداسے شاید اسی دل
 رشک ہوتا ہو کہ شاید ہر تمہارا عاشق
 ساغر بادہ بھی ہو جام جہان میں ساقی
 جی میں آتا ہو کرین ہاتھ کلائی سے قلم
 ہو گیا سب کچھ آپس میں کہ اب غیروں کو
 سخن داؤد سے آہن جو ہوا موم تو کیا
 عرش کا حال صاف آتا ہے نظر

دیکھتے ہیں جسے حیران سے ہم دیکھتے ہیں
 زلف اپنی جوتہ کان سے ہم دیکھتے ہیں
 تجھ پر قریب آسو جان سے ہم دیکھتے ہیں
 روزگ مجوزہ قرآن سے ہم دیکھتے ہیں
 کچھ کشیدہ تجھے مہمان سے ہم دیکھتے ہیں
 سنگ ایجان جسے جان سے ہم دیکھتے ہیں
 سیر عالم ترے احسان سے ہم دیکھتے ہیں
 جب الگ لگو گریبان سے ہم دیکھتے ہیں
 جھکاتے تھے دربان سے ہم دیکھتے ہیں
 دلو پانی تری ہر تان سے ہم دیکھتے ہیں
 رفت باؤ کو دالان سے ہم دیکھتے ہیں

دوبینی کہیں کیا چشم بصیرت کی آئینہ
 صاف ہر قدم امکان سے ہم دیکھتے ہیں

بخت سیہ سے گو کہ گلیم گدا ہوں میں
 صحرائیں مثل موج ہوا کم نما ہوں میں
 وا کرو چشم دل صفت نقش با ہوں میں
 مطلب جو اپنا اپنے کہے عاشقوں نے سب
 اسی انقلاب دہر مٹا تا ہے کیوں بکھے
 وحشت میں گو کہ قیس سے بڑھ کر نہیں مگر
 اُفتادگی میں اُس سے نہ سمجھ جاؤ مجھے
 محنت یہ کی کہ فکر کا ناخن بھی گھس گیا

شنا ہوں کے سر پہ سایہ بال ہا ہوں میں
 دریا میں نقش آب کی صورت شنا ہوں میں
 ہر رگدز میں راہ تری دیکھتا ہوں میں
 وہ بہت بگڑے بول اُٹھا کیا خدا ہوں میں
 نقشے ہزاروں مٹ گئے ہیں تب بنا ہوں میں
 اتنا کونگا ایک وہ تھا دو سرا ہوں میں
 سایہ صفت قدم بقدم زیر پا ہوں میں
 عقد وہ آجگت کھلا مجھ پہ کیا ہوں میں

قاضی بھی بتو آئے ہیں بزم شراب میں
جا پائی خط نے لکے کُرخ بے نقاب میں
دامن بھرا ہوا تھا جو اپنا شراب میں
رکھایہ تمنے پائے خانی رکاب میں
تیرد عافیتاں پہ کیونکر نہ بیٹھتا
وہ ناتوان ہوں قلعہ آہن ہو وہ بچے
حاجت نہیں تو دولت دینا سے کام کیا
مثل نفس نہ آمد و شد سے ملا فراغ
سرکش کا ہو جان میں دوران سرآل
چاہے جو حفظ جان تو نہ کر اقر سے قطع
دل کو جلا تصور حُسنِ ملیج سے
ڈالی ہیں نفسِ شوم نے کیا کیا خرابیاں
اللہ رے تیز دستی مڑ گاں بخند گر
چلتا نہیں ہے ظلم تو عادل کے سامنے
کچھ رہد حُسن و عشق سے جلے عجب نہیں
جو ہے جو اسکا صحتِ رخ زلف میں پھنسے
ساتی کچھ آج کل سے نہیں بادکش میں ہم
فرقت میں میرے دل کے ڈلنے کی واسطے

ساتی ہزار شکر خدا کی جناب میں
سورج گمن پڑا شرفِ آفتاب میں
عشر کے دن بٹھلے گئے آفتاب میں
یا پھول بھریے طبقِ آفتاب میں
کچھ زور تھا کمان سے سوا اضطراب میں
کردے جو کوئی بندر کمانِ جناب میں
پھنستا ہے تشنہ دامنِ فربِ سُرّاب میں
جب تک رہی حیات رہے اضطراب میں
کیونکر نہ گردبار سے ہے بیچ و تاب میں
کب سو کھتے ہیں برگِ شجرِ آفتاب میں
ہوتی ہے بے نم کوئی لذتِ کباب میں
نمودی کو پالک میں بڑا کس عذاب میں
بیکار بند ہو گئے انکی نقاب میں
شیطان ہو پردہ ور کہ ہیں مہدی جناب میں
بلبل بنے جو بلبل اٹھے گلاب میں
مارِ عذاب بھی ہو طریقِ ثواب میں
اس خال کا خمیر ہوا ہے شراب میں
مشعل ہے برق کی کفِ دیوِ جناب میں

جب نامہ بر کیا ہے کیو تو کو ای امیر

اُس نے کباب بھیجے بیٹھ کر جواب میں

دیکھا نہ پائے موج کو کفش جناب میں

راحت کمان ہو اسکو جو ہیچ و تاب میں

| | | |
|--|---|--|
| <p>مجھ بیوا گد اکو پوچھے آپ سر وہ کیا شاہون کے اُس گلی میں بستر لگے ہو ہیں</p> | <p>کتاب حسن میں نہ رہوں گا حجاب میں دیکھوں کہ کیا وہ لکھتے خط کے جواب میں اب دُختِ رز کو چین کمان ہو حجاب میں گھر کے کروٹیں لگے لینے وہ خواب میں ہم تم کباب کھائیں ڈبو کر شراب میں یاں عمر کٹ گئی ہو اسی اضطراب میں پوچھی جگہ جو میں نے کہا ہنس کے خواب میں تھے نیند میں پڑا اُنھیں دھوکا حساب میں پیغام کچھ کہا ہے لکھا کچھ جواب میں ہے کار خیر تم بھی ہو داخلِ ثواب میں اُنٹھا مزہ جو بند نہوتے نقاب میں مہمان چار دن کا ہو جو بنِ شباب میں واعظ بتایہ مسئلہ ہے کس کتاب میں قیمہ مرے جگر کا ملا دو کباب میں سایہ ہمارے سر پہ رہا آفتاب میں ہم پہلے ہو گئے نظری انتخاب میں ہو یہ گناہگار بھی حاضر جواب میں</p> | <p>جب خبر دچھپاتے ہیں عارضِ نقاب میں بے قصد لکھ دیا ہو گلہ اضطراب میں بجلی چمک رہی ہو فلک پر سحاب میں اللہ سے میرے دل کی تڑپ اضطراب میں مہمان کے ساتھ کھانیکا ہوتا نہیں حساب ای برق تو ذرا کبھی تڑپنی ٹھہر گئی ملنے کا وعدہ ٹٹھ سے تو اُنکے نکل گیا دو کی جگہ دیے نٹھے بوسے بہک کے چار قاصد ہو قول و فعل کا کیا اُنکے اعتبار ترغیب میرے قتل کی دو اُنکو ہمدرد کیا آہ کی ہو اسے ہوا اہل گئے جو دو سمجھے ہیں زمین کیا جو یہ گلہ ہوا میں ہیں سمجھا ہے توجہ غیبتِ پیرِ مغانِ حلال خونخوار ہے وہ مست لے گا بڑا مزہ کام آئی کیسی ظلمتِ عصیانِ بروزِ حشر دیکھا کیا جو فقر آفاق بعد جمع منظور قید و قتل جو ہو حکم دیکھئے</p> |
| <p>دامن میں اُنکے خون کی چھینٹیں پڑیں آئیں بسل سے پاس ہونہ سکا اضطراب میں</p> | | |

پر دامنیں جو آنے پاتے نہیں ہیں بھر
کیون نہ بند بنا ہے ہو بوسے کے مانگنے پر
لیلیٰ کو دیکھ کر جو بخود نہیں ہوئے ہیں
ہم خواب میں تمہاری نخل کو دیکھتے ہیں
خوش ہوتے ہیں سخی جب سائل کو دیکھتے ہیں
نامتے کو دیکھتے ہیں محل کو دیکھتے ہیں

دُنیا آمیر ساری ہے محفل مشائخ
دیتا ہے جان اُسیر جن ل کو دیکھتے ہیں

شمشیر ہو سنان ہو کسے دون کسے نزن
مہمان ادھر ہوتا ہو ادھر ہو سگ حبیب
در بان ہزارا کے میان ایک نفقہ جان
میکس کو بھی ہو چھوٹکی گلچین کو بھی طلب
سب جاپتے ہیں اُس سے جو وعدہ وصال کا
شہزادی دخت رنہ کے ہزاروں ہیں خوشگوار
یارہن کو بھی ہو بوسے کی غیر و نکو بھی طلب
اک جان ناتوان ہو کسے دون کسے ندون
اک شست استخوان ہو کسے دون کسے ندون
مال اس قدر کمان ہو کسے دون کسے ندون
حیران باغبان ہو کسے دون کسے ندون
گستا ہو اک زبان ہو کسے دون کسے ندون
چپ رُشدِ مغان ہو کسے دون کسے ندون
تندوہ جان جان ہو کسے دون کسے ندون

دل مجھ سے لے گئے ہیں ہزاروں حسین امیر
الگ تباہ ارمان ہے کسے دون کسے ندون

آٹھواک بھر حسن کا یون ہو مے دل میں
ہوائے زلف جان نہ چھوڑا کر کے بھی پیچھا
شرابِ شیشہ میں نہیں لے یا اسی ساقی
تسائے شہادت میں تر کر بھی ہوئی راحت
تراخانِ قن دیکھا تو ہو کہ یہ خیال آیا
کیا جو ہر مجھے جسم نکھر کر رو برو آیا
روہ چھلے ہستی کو یہ آسانی سے کاٹے گا
روان ہوتا ہو در با جس طرح آغوشِ ساحل میں
قیامت میں بھی ہم جکڑے ہوئے سلاسل میں
بھرا ہو خونِ بس یہ گلوے مرغِ نعل میں
ترپ کر خلد سے بھر کر بائیں کوئے قائل میں
فرشتوں کی جگہ ہے قید نہ رہ جاہِ بابل میں
بجائے تیغ آئینہ ہو لازم دستِ قائل میں
ترسی تو ار کا دم آگیا ہو تیرے بسمل میں

| | |
|---|---|
| <p>دیتا ہے بھر کے قدح آفتاب میں دیکھو ملا صدف میں خلا ہے حباب میں شعلہ ہو کب ہوئیں کی طرح پیچ و تاب میں کیون ہو حرام نشہ نہ ہو جس شراب میں عارف کی آنکھ رہتی ہو بیدار خواب میں شاید ہے نقش حب کا اثر نقش آب میں مانند ماہ داغ لگا آفتاب میں طاقت ہو جذب آب کی مژدہ خواب میں ہوٹون سے جان پڑتی ہو مرغ کباب میں صیاد سیر باغ کی کرتے ہیں خواب میں دیواریں جیسے خم ہوں مکان خراب میں جذاب چاہیے کوئی کاغذ کتاب میں دم مارنے کی جا نہیں انسان کو آب میں چشمہ تو ہے پر آب نہیں آفتاب میں</p> | <p>ساقی مسج وقت ہو نرم شراب میں دریا سے حل یہ مسئلہ اس غم چاہیے دل صاف ہو تو کشمکش دہر کیا کرے دنیا بھی نہیں ہو جو ہو لذت بشر سے ترک مردہ جو اہل ہوں تو زندہ انہیں سمجھ دریا میں ہو گیا ہو نہانے سے انکو عشق خطائے رونے صاف بخلا غضب ہوا رکھ دیکھ بعد مرگ بھی سیرے گلے پہ تیغ دکھلاتے ہیں وہ وقت گزرک سحر مسج پر دامنیں ہو ہمو اگر ہیں نفس میں بند پیری میں یہ جھکی ہوئی پلکوں کا حال ہے لکھا ہو میں نے دیدہ گریبان کا اپنے حال میخانے میں جائے تو نا صح رہے غموش پیاسوں کو خاک سیر کر گیا یہ آسمان</p> |
|---|---|

لہذا ہرگز نہ

زاہد کو فیض صحبتِ زندان سے کیا احمیر
عالم کبھی نہ رہے ہو کثیر کتاب میں

| | |
|---|---|
| <p>دل ہمو دیکھتا ہے ہم دل کو دیکھتے ہیں کشتی شکستہ جیسے ساحل کو دیکھتے ہیں صدہ کردور سے تو منزل کو دیکھتے ہیں کیون غرق ہوئیو اے ساحل کو دیکھتے ہیں آنکھیں ہیں بند لیکن قائل کو دیکھتے ہیں</p> | <p>جنگ کھٹ جواپنے قاتل کو دیکھتے ہیں واماندہ دور سے یوں منزل کو دیکھتے ہیں ہرچند ماندگی لے ہو کو بٹھا دیا ہے آنکھوں کو بند کر لیں خالق سے لو لگائیں شوقِ نظارہ دیکھو پٹی ہوئی ہو عینک</p> |
|---|---|

قیامت کا اثر ہے اضطرابِ مرغِ بسملِ مین
 جان آیا مسحا در دو و نا ہو گیا دل مین
 لب شیرین کی لذت ہو زبان تیغ قاتل مین
 زبان تیغ نے لذت یہ پائی خونِ بھل مین
 خیال اتنا تو کرنا چاہیے ہے کون محل مین
 چھکایا ایک پہلے سے تو نے سب کو محفل مین
 قضا دوتی رہی بھی ہوئی پہلے بسملِ مین
 اکٹری ہو عرضِ نگلی کی طرح جو شمعِ نفسِ زین
 اتنی نیز بجلی سی چمکتی ہو مرے دل مین

ترپتا ہے دل عیا د بھی اس کے ترپنے پر
 بیماری محبت کی کوئی نیز نگ ہو ادل
 دمانِ غم نے کس کس رخ سے اُسکو چوسا ہو
 جُدا ہوئی نہیں گردن سے قاتلِ در کرتا ہو
 ذرا محل سے ہنک خاک اڑا اوبے ادبِ مجنون
 کرامت ہو کوئی ساقی کہ تیری چشمِ میگون ہو
 لگا کر وار اوچھا پھر نہ دیکھا اُس طرف تمنے
 اجازت چاہتی ہو کس سے پروا نونہ آئینکی
 نہ آمادہ ہوا ہو کوئی غزہ اُسکا شوخی پر

امیر اُسنی تجلی گاہ ہو ذنب جو آنکھیں ہوں

ہی گل ہو گلستانِ مین وہی ہے شمعِ محفل مین

شوق دیدار مین آنکھوں سے جاب آتے ہیں
 شہسوارانِ عدم پا بر کاب آتے ہیں
 جوش کیا کیا ہیں ہنگامِ خضاب آتے ہیں
 ازے منہ تک صفتِ مرغِ کباب آتے ہیں
 متقی جیسے سوئے بزمِ شراب آتے ہیں
 جو میان آتے ہیں مست کو خواب آتے ہیں
 بے اُنکے سوالو نکے جواب آتے ہیں
 تادِ رگور جو ہمراہِ رکاب آتے ہیں
 موت کے اُنکو پسینے دمِ خواب آتے ہیں
 کئی جلا د بھی ہمراہِ رکاب آتے ہیں

بے حجابانہ اگر وہ لبِ آب آتے ہیں
 شک آنکھوں مین مرے گرمِ شباب آتے ہیں
 یاد وہ و لو لہ عیدِ شباب آتے ہیں
 بی کے محو جذب یہ مجھ رند کا بڑ جاتا ہو
 سطر ح مجلسِ ناد مین جاتا ہوں مین نہ
 پیچر دیکھ کے مردوں کو یہ کہتی ہے زمین
 جو تہ کنبہ تسلیم و رضا بیٹھ رہے
 شہم و ہوار سے روندینگے وہی خاکِ مرار
 صفتِ شمعِ سحر جو تری محفل سے ہیں دور
 موت آتی ہو کہ آتی ہو سواری اُن کی

فلک میر بھی حق ہو کچھ زمین کوئے قاتل میں
 کھٹک جانا ہو اک کلنا سا جو ہر دم سے دل میں
 طلب ہے تاہو کبلاؤں بہر قص مغل میں
 تماشا بسملوں کا ہو رہا کوئے قاتل میں
 کبھی جاتے ہیں کھنڈن کبھی آتے ہیں وہ دل میں
 کوئی گ رہ گئی ہو کیا گلے مرغ بسمل میں
 خوشی سے کاٹ کر مہا ناکھین دست قاتل میں
 مرے دل میں خیال رہا بسملی ہے محل میں
 تو پلوں کے چھو جاتے ہیں وہ نشتر مرے دل میں
 دھوئیں کا نام اب باقی نہیں ہے جاہ بابل میں
 جانے دے قدم اسے در پہلو کوئے قاتل میں
 نکلتی ہے لگا کجب یہ غوطہ خون بسمل میں
 ابھی امر ترک اتنی جان باقی ہو مرے دل میں

جگہ تربت ہی کی تھوڑی سے بعد فنا بجو
 یہ سکی نوک مرکان کا تصور آنے والا ہے
 نکالے رنگ کو جاہل نہیں پر قابل صحت
 تربت ہیں کہ شوق قتل میں یہ رقص کرتے ہیں
 یہ کیوں گھبراہے ہیں کچھ سب سا نہیں کھلتا
 چھری کو تیرے اوصیاد ایک بقراری ہے
 تقاضا جان نثاری کا یہ ہوا یند انہواں کو
 ہزاروں قس میں شربا تھ پھرتے ہیں بسایا نین
 کبھی غمہ اگر تیغ نگہ کو روک لیتا ہے
 جہاں ظلمت تھی میرے گھر شبقت سمٹ آئی
 بشکل ضعف میں پونچا ہوں میدان شہادت تک
 سروں مرگ تیری تیغ کا منہ جو م لیتی ہے
 نکلیاے تر تیر آ کے پہلو سے یہ کیا ممکن

امیر اب تک نہیں کھلتے جو اسکی تیغ کے جوہر
 توقف کیوں ہو کیا منہ دی لگی ہو دست قاتل میں

منجم باقر کا ہو گدز خورشید سنزل میں
 نکلیا انگلی جتنی آرزوئیں ہیں مرے دل میں
 منگائی ہو جو منہ دی میں اسکو خون بسمل میں
 نہایت پائی ہمنے بے نیازی تیرے سائل میں
 نکل بھی آئے محل سے تو پھر بسملی ہو محل میں
 بست آئیں سجدے کہ شوق سے اس کیہ دل میں

کسی نہرہ شامل کا تصور ہو مرے دل میں
 قدم منجہ تو فرما دو کوئی رہنے نہ پائے گا
 پیچلی خوب اس قاتل غضب کا رنگ لائے گی
 نہیں کرتا کبھی پردائے جنت اسو گل خوبی
 یہی حیرت کا عالم ہو تو نظارہ کمان مجنون
 دوئی اٹھ جائے تو جھگڑا کمان شیخ و برہمن کا

دودن کو میں جہان میں اگر بادشاہ ہوں
امید وار مرحمت گاہ گاہ ہوں
فارغ خواہے ہوں تو کبھی عذر خواہ ہوں
تاریک شب میں رہرو گم کردہ راہ ہوں
شکل آدمی کی صورت مردم گیاہ ہوں
تو مالہ ماہ کا ہے میں ہالے کا ماہ ہوں
پہنان نگاہ خلق سے میں مثل آہ ہوں
دریادلی سے لپنے میں مجوس چاہ ہوں
سارا جہان ہو غرق اگر میں تباہ ہوں
گویا زبان خامہ صفت اکہ ہوں
مثل نیام تنج کے حق میں پناہ ہوں

حرص ہو اکو حد جہان سے کمال دون
ہفتے میں ایک دن تو مرے گھر میں آئے
رہتا ہے صبح و شام گناہوں کا سامنا
غیر از چراغ غول نہیں کوئی پیش و پس
تا بے توان نہ مجھ میں عقود جو اس دہوش
کہتا ہو روئے یار یہ خط سیاہ سے
لاغر یہ عشق موئے کمرے کیا مجھے
دست کشادہ ہے سبب تنگی ساش
اس قلم جہان میں سفینہ ہے میری ذات
رکھتا نہیں ہو فرق سر مو را سخن
مد نظر ہے صاحب جوہر کا مجھ کو حفظ

روضہ رسول کا ہے اگر بارگاہ حق

میں بھی آمیر خاک در بارگاہ ہوں

یہ بادل جب بستے ہیں لب کو تر بستے ہیں
بھرے بیٹھے ہیں دیکھیں آج وہ کسپر بستے ہیں
بھلا برسیں قہ میرے سامنے کیوں کر بستے ہیں
ہوا چلتی ہو بجلی گرتی ہو پتھر بستے ہیں
یہ تو بچپن ہیں جبکہ ابر سے خنجر بستے ہیں
کہ گویا کوہن کی قبر پر پتھر بستے ہیں
ہمارے میکے میں غریبے ساغر بستے ہیں
زہے باران رحمت چرخ سے پتھر بستے ہیں

خیال لب میں ابرودیدہ ہائے تر بستے ہیں
خدا کے ہاتھ اچشمون میں ہو اب ابرو اپنی
ڈبو دینگی یہ آنکھیں یادوں کو ایک چھینٹے میں
کبھی آہیں کبھی ہیں سختی ایام سے نالے
جہان ان ابروؤں پر میل آکٹ گئے لاکھوں
لب شیریں کیسی سخت باتیں میری تربت پر
چھکے بہتے ہیں دوسے جوش پر ہر رحمت ساتی
جو ہم برگشتہ قسمت آرزو کرتے ہیں پانی کی

مرگ کے بعد نہ آئینگے کبھی ہم اُنھیں یاد
غیر منہ پر نہ چڑھے کھینچتے ہیں ہم نامے
سوزِ دل سے یہ جلتی ہیں ہماری آنکھیں
بھر جاتی ہیں کبھی دل کبھی جلتا ہے جگر
راحتیں وصل کی یاد آتی ہیں اُڑ جاتے ہیں ہوش
یہ قضا ہو کہ ادا آپ کی سُبجان اللہ
نہیں جاتے کبھی پیری میں جوانی کے خیال
کرتے ہیں ہجر کے پیغام مراد دل زخمی
عمل بہ جو ہوے ہم سے سیہ کاری میں
یوں نہودیدہ تیار کورحم آہی گیا
دھیان بجا ہو بطرِ مگرگی ہم آوازی کا
پاؤں بکتے ہیں کوئی بھر جہان میں اُنکے
جو شوقِ حشمت بچے ہر سال بنا تا ہو جوان
ہم ترے کو پچے میں آئے تو کیا کون گناہ
حالِ فُلاکِ دل صاف میں آئینہ ہے

جن حسینوں کے تصورِ دم خواب آتے ہیں
کوا بلیس ہستے تیر شہاب آتے ہیں
اشکِ منہ پر صفتِ اشکِ کباب آتے ہیں
ہر طرح سے مرے حصّے میں کباب آتے ہیں
غشِ چغشِ سحر کی شب میں دم خواب آتے ہیں
صفِ اَلتّٰی ہو جو مسجد میں جناب آتے ہیں
سُج کو یاد بچے رات کے خواب آتے ہیں
تیر آتے ہیں کہ ناموں کے جواب آتے ہیں
تور میں بننے دہی مار عذاب آتے ہیں
خوب پھینٹے تھے امی خانہ خراب آتے ہیں
ایسے نئے تھے کب مرغِ کباب آتے ہیں
سر اٹھائے ہوئے جو متلِ جناب آتے ہیں
ب بہار آتی ہو اِیامِ شہار آتے ہیں
لوگ کہے میں یہ کسے آتے ہیں
ایک قطرے:

دھیان بندھتا ہے جو اُس عارضِ گیسو کا امیر
متصلِ نخلِ دُشک و گلاب آتے ہیں

جیسا ہوں پیشِ چشم ہوں پیشِ نگاہ ہوں
سرمد وہ ہوں کہ سرمہ چشم سیاہ ہوں
بولے زبان تیغ کسے میں گواہ ہوں
اگر سیاہ ہوں مگر ابر سیاہ ہوں

عینک ہوں خواہ آئینہ اور شکاہ ہوں
بادِ صفِ بخت تیرہ میں دشنِ گاہ ہوں
منکر ہو میرے قتل سے قاتل جو روزِ شتر
اگر دینگے اشکِ گرم سے بھکدو سپید

چلو امیر چلو تا گجا اتماست دہر

مسافران عدم انتظار کر ہین

مستبکین پڑتی ہین سالک کے حجاب نور میں
 بھال کر ڈوبے گا دوزخ چشمنہ کا نور میں
 مال کیا طرف گلی ہے مجلس غفور میں
 پرے حیرت کے پڑے ہین جلوہ گاہ طور میں
 جام چینی رو رہے ہین ماتم غفور میں
 دار بھی ہو شاخ سدرہ دیدہ منصور میں
 ہوشیار سی شرط ہو غافل شب و بچور میں
 شام کو باقی نہیں رہتی سکت مزدور میں
 چھپ ہے تھے بت خدا سے ڈر کے سنگ طور میں
 جھونکنی ہو خاک عبرت دیدہ مزدور میں
 ساری دنیا چھوڑ بیٹھا ہو تلاش حور میں
 خضر بن مٹھی ہو سبزی دانہ انگور میں
 نور بن کر چھپ رہی ہو قی نگاہ حور میں
 کانکر مستونکے سر لٹکا دیے انگور میں

کیون نہ مٹھی کو خطر ہو شوق برق طور میں
 روزِ شرا ایسی جلن ہوگی دلِ محروور میں
 خاکساروں کی ہودت دیدہ مغرور میں
 ہم ہوں یا موسیٰ ہوں کوئی دیکھ سکتا ہو
 کیا تاشا ہوا سے سمجھے ہین غافل جلتہ نگ
 حوصلہ عالی اگر ہو ہر جگہ معراج ہے
 گورہین چونکا کے یہ عبرت پجاری بار بار
 نزع کے وقت آدمی سے ہل سکیں کیا ماتھ پائون
 بت تراشون پر پڑین پتھر کیا پھر جلوہ گر
 گھر بنایا ہو یہ کس کا قصر تن ہے بے ثبات
 شیخ کو تھوڑا نجانو یہ بڑا مگاہ ہے
 منزل مقصود کی مستونکو دکھلاتی ہو راہ
 اُنسے کہتی ہو حیا اتنا جو میرا پاس تھا
 محتسبے لاکھ لاکھ احسان کہ خوشی کی طرح

ہو اگر گردون خالغ غم نہیں مجھ کو امیر

ہوں میں فطرت دا من شاہ ابو المنصور میں

جائے ہیزم استخوان جلتے ہین اس تنور میں
 ہوز میں دآسمان کا فرق نار و نور میں
 ڈوبتی ہو سیری کشتی چشمنہ کا نور میں

پتھکتے ہین عضایہ گرمی ہو تن محروور میں
 رنگ پروں کا جُدا لطف اور ہو اس حور میں
 جان جاتی ہو خیال عارض پر نور میں

| | |
|--|--|
| غضب کا ابرخو نشان ہوا بر تیغ قاتل بھی | روان ہو خون کا سیلاب لکھون ہر بستے میں |
| سمائے ابر نیسان خاک مجھ گریا نکلی آنکھوں میں | کہ بلکوں سے یہاں بھی متصل گو ہر بستے میں |

وہاں ہیں سخت باتیں بیانِ امیرِ آفسو پر آفسو ہیں
تماشا ہے ادھر موتی ادھر پیٹھر بستے ہیں

| | |
|--|-------------------------------------|
| عروس مرگ پر جودل نثار کرتے ہیں | اپٹ کے خجر قاتل کو پیار کرتے ہیں |
| وہ شانہ بالوں میں کیا بار بار کرتے ہیں | لباس زیست مرا تار تار کرتے ہیں |
| جو سیدھی طرح سے آنکھیں وہ چار کرتے ہیں | ہزار تیر کیلجے کے پار کرتے ہیں |
| جوراء چلتے ہیں وہ ملے پانڈن میں منہ داری | زمین کو صفحہ نقش و نگار کرتے ہیں |
| موسے یہ بھی لحد اپنی ہے تھخہ زرگرس | ہزار آنکھ سے ہم انتظار کرتے ہیں |
| ہزار شکر گئیں بد گمانیاں آنکلی | وہ میری بات کا اب اعتبار کرتے ہیں |
| مڑے تو نکلے تو خود لوٹتے ہیں حضرت علی | خدا سے مفت مجھے شرمسار کرتے ہیں |
| دل و جگر کا وہ بھی میرے سینے سے | تڑپ تڑپ کے مجھے بے قرار کرتے ہیں |
| میں مرے خاک ہوا خاک ہو گئی برباد | وہ موت کا بھی نہیں اعتبار کرتے ہیں |
| نہ تلخ گل ہو مراد نہ دامن مے خوار | بہار میں ہے کیوں داغدار کرتے ہیں |
| میں بادہ کش ہوں وہ حسنی کہ سچے ساتی | لگا کے شیشے مجھے سنگسار کرتے ہیں |
| خدا نے آج حسینوں کو دی ہو اور ہو کیا | بس اتنی بات پہ یہ افتخار کرتے ہیں |
| صاف دل ہیں قابض کا کچھ خیال نہیں | جو تھکو پیار کرے اسکو پیار کرتے ہیں |
| ظلم گنج بھی آتا ہے جب نظر ہلکو | وہ مُردہ دل ہیں گمان مزار کرتے ہیں |
| کبھی توں سے جو کرتا ہوں وصل کی خواہش | خدا کے فضل کا امیدوار کرتے ہیں |
| گلہ نہیں جو اُڑاتے ہیں تیغ کے ٹکڑے | یہ ترک ایک سے جھکو ہزار کرتے ہیں |
| فلک کے قہر سے ہو اور کیا ہمیں مائل | فقط نظارہ نقش و نگار کرتے ہیں |

کہ تیرے کوپے میں مشیتِ غبارِ ہم بھی ہیں
نخیں کی طرح سے باغ و بہارِ ہم بھی ہیں
ہاں کہ نعمہ سرائے ہزارِ ہم بھی ہیں
کہ اک نگاہ کے امیدوارِ ہم بھی ہیں
فراقِ یارِ میں پرہیزگارِ ہم بھی ہیں
قدیم آپ کے خدمتگذارِ ہم بھی ہیں
سگائے کے کہتے ہیں امیدوارِ ہم بھی ہیں

رہے دماغ اگر آسمان پہ دور نہیں
کہو کہ غلِ جہنم سے سرکشی نہ کریں
ہمارے آگے ذرا ہو سمجھ کے زمزمہ سنج
کہاں تک آئے ہیں کچھ بھال اور دیکھو
شرابِ منہ سے لگاتے نہیں ہیں اور زار
ہمارا نام بھی کچھ لوجو ہے قلمِ جاری
ہم ہیں گردِ مری ہڈیوں کے آٹھ میر

جو لڑاکھ آگے رے نو قدم پہ ساتی کے

امیر مست نہیں ہوشیارِ ہم بھی ہیں

کیا رباعی ہو کہ مصرع ہیں برابر چاروں
بگٹے چار چمن گوشے چادر چاروں
دل پہ لکھے ہیں سماوی دین جو تیر چاروں
دم میں ہو جائینگے اک جادوِ عشر چاروں
ہو گئے عجب سے جدا دوائے مفاد چاروں
گھر کی دیواریں گرے گا مقرر چاروں
گردِ پھرتے ہیں ترے بازو کے چکر چاروں
حدِ اصلاح سے اخلاط ہیں باہر چاروں
خسر و قیصر و دارا و سکندر چاروں
ہوں خنی میری نظریں ہیں یہ پتھر چاروں
اپنے بند و نکو خدا نے یہ دیئے گھر چاروں

چارا بروہن ترے حسن میں بہتر چاروں
نسِ گلِ ترکا میں کشتہ تھا کہ مرقہ پر مرے
ایک دم حکمِ خدا بجو فراموش نہیں
نیا ہوا چار عناصر جو پریشان ہوئے آج
ہاتھوں پاؤں کا بھروسا تھا سوہ بھی تر خاک
ابرِ مرگان کی شبِ بھر جو یارش ہے یہی
زہرہ و مشتری و شمس و قمر وقتِ تنار
تندرستی کی کہاں فرقتِ جانان میں امید
حق تو یہ ہے کہ ہیں تیرے دردِ دل کے گدا
خاک ہیں اصل و زمرِ دہوں کی یا قوتِ عقیق
بطین مادرِ بعلِ گورِ مکانِ باغِ بہشت

جاریابی ہوں مجھے ہیں ہوا چاروں

سی امیر احمد مرسل کے جو ہیں چاروں

اچا ہوتا ہو ایک دم میں طم کرے ہستی کی راہ
 اپنی طاعت کی خیر چاہے جو خالق سے بشر
 جمع مال فسان تو کیا جو انکو کرتا ہے تباہ
 فرش استبرق کی کچھ حاجت نہیں اور باغیان
 میں اگر چلوں خلش سے آسمان پیدا کر۔
 سچ ہو اہل درد سے ہوتا نہیں رونے کا ضبط
 شستگانِ عشق سے کہتی ہو تیج حسرت یار
 ساقیا کیوں دمدم یہ خشک وہ شاداب ہے
 سچ ہو انسان کو مصیبت میں خدا آتا ہو یا
 میری نیم عیش میں رویا ہو یہ جی کھول کر
 داغ سے ہو سینہ پُرسوز عاشق کا فروغ
 لغ افست کھائیے جاتی جوانی ہے تو کیا
 رات دن میں لالکھ بار اٹھ اٹھ کے رہتا ہو پھر
 عیب سلطان کیا ضرورت ہو رعیت میں بھی ہو
 ترک کر لذت اگر چاہے جہان میں عافیت
 رب کو نکر خانہ خالق سے حصہ مل چکا
 سینہ پر درد میں کیا روح کو آرام ہو

آج ایسی آگنی طاقت ترے رنجور میں
 پہنے عنت سے اجورہ دے کفِ مزدور میں
 شہد دلواتا ہے آتش خانہ زبور میں
 بادہ کش نہیں پڑ رہیں گے سایہ انگور میں
 خار ہر غنچے میں جیسے نیش ہے زبور میں
 اشک بہتے ہیں لباب دیدہ ناسور میں
 شربت دیدار کا چشمہ ہے کوہ طوڑ میں
 خون تن مستون کا شلید بھر دیا انگور میں
 موت کا دھیان اُتر آتا ہو دلی رنجور میں
 ایک قطرہ خون نہیں باقی تنِ طنبور میں
 گردہ نان آئندہ ہے خانہ تنور میں
 چاہیے شب بھر چراغِ ایل شبِ بچور میں
 درد شاید قید ہو میرے دل رنجور میں
 لنگ ہی ہوتے تھے کیا رب کشور تیمور میں
 شہد آتش سے سوا ہے خانہ زبور میں
 کیا میری قسمت کی روٹی جل گئی تنور میں
 کون سو باہین سے ہسائیہ رنجور میں

ایکے موسیقی ن ترانی کی صدا کیسی آسمیر

عُسن کے نیرنگ تھے خلوت سرے طور میں

تھکاتے دیکھنے والوں میں یا رہم بھی ہیں
 کہ تیرے ساتھ دل بیقرار ہم بھی ہیں

ہٹاؤ آنہ اُمید وار ہم بھی ہیں
 ترپ کے روح یہ کہتی ہی بھر جانان میں

رو نہ رسوائی سے نام ہو کے قاتل بعد قتل
اکشتِ دغون ایسا ہی ہتا دور تر کا نہیں اگر
نہیں تیرے وحشیوں کو صبح تک آتی نہیں
باندھتا ہے گروہائے ظلم کو جگو شکار
عشقِ ابرو دین جو چلا تا ہوں کتابتِ وہ ترک
منحصر ہو بحرِ مومن پر شانِ رحمت کا ظہور
تیر پر تیر اُس سنگ نے لگائے اس قدر

وہ تری تقدیر میں تھا یہ مری تقدیر میں
روزِ عزرائیل پہرتے کو چہ شمشیر
رتجگار ہتا ہوشب بھر خانہ زنجیر میں
جب گھٹین گے پر مے تب پلگین گے تیر میں
کون دیتا ہوتا مائی کو چہ شمشیر میں
ہے خطائے فاش اگر تقصیر ہو تقصیر میں
لگی حسرت تڑپنے کی دلِ نجیب میں

لج نہادوں سے ضر کیا استاذوں کو امیر
غم نہیں آتا ہو صحبت سے کمان کی تیر میں

ہو یہ بھیری کا جہر چادرِ چرخِ پیر میں
قصۂ غیروں سے تھا بے عشقِ ابرو دین ہوا
ضبطِ غم سے آہ بنتی ہو مے دل میں گرہ
سرنوشت اتنی جو کج کج و از کون طالع کی ہے
صبحِ پیری کا بھی کمانی نشان باقی ہے
کیجئے دنیا کی ساری لذتوں کو انتخاب
زیرِ ابرو شوخیان کرتی نہیں چشمانِ یار
آئے ہیں کس بادشاہِ ملکِ محبت کے قدم
دیر سے سوے حرمِ پیری میں جا کر کیا کروں
اسی جنوں کو جذب کو کچھ کام فرمائے گا
ذوقِ رحمت کھینچتا ہے سوئے زحمتِ اسوہِ کریم
ملکے اکٹھین ابروئے مہمانِ سب جیتے ہیں ہ

خونِ مادرِ طفل پیٹے ہیں ملا کر شمشیر میں
جل گیا ہتھیار ہم سے کو چہ شمشیر میں
تیر ہو جا تلے پر کان سینہ پنجھیٹا
شاید انا قطر لگا تھا خامۂ تقدیر میں
چھوڑ دینا کچھ سخی دی بھی مری تصویر میں
لیجئے شیراز سے مے سپیجے کشمیر میں
جو کڑی بھرتے ہیں آہوسایہ شمشیر میں
ہوتی ہیں نالوں کی شکست خانہ زنجیر میں
تھا جو طاعت کا زمانہ کھو چکا تقصیر میں
چشمِ لیلیٰ کے ہون حلقے قیس کی زنجیر میں
جاننا ہو تو کہ میں مجبور ہوں تقصیر میں
بھریے ہوں ہم نے موتی دارِ شمشیر میں

سہواً کسی سے اپنی کہانی اگر کہوں
 طولِ شبِ فراق کا قصہ نہ پوچھیے
 فاصد یہ کوئے یار سے کہتا ہوا چہرا
 سے اہل دیر و کعبہ میں غماز کچھ نہیں
 سُننے ہیں آپ سارے زمانے کا دردِ دل
 شب کو کوجو روز تم اپنی زبان سے
 حاصلِ صفا کے قلب ہو آئینے کی طرح
 ستِ طلیل ہے حسنِ تناسل کا
 تشبیہ سامنے کی ہے اسے فکرِ چاہیے
 محروم ہوں میں لذتِ بوس و کنار سے

طاقتِ جواب دے کہ جو بارِ دگر کہوں
 محشرِ تلک کہوں میں اگر غنصہ کہوں
 اپنی خبر نہیں بچھے کس کی خبر کہوں
 جو اس طرف کی سُن کے کسی سے ادھر کہوں
 کیئے تو میں بھی قصہ سوزِ جگر کہوں
 سورجِ قمر کو شام کو میں بھی سحر کہوں
 کیوں مٹھ پہ صاف صاف عیب ہنر کہوں
 بڑھکر کہوں تو جہوہ برقِ شر کہوں
 لگیو کو شامِ جہے کو اُسکے سحر کہوں
 کیوں کر نہ اُلو بے دہن بے کمر کہوں

ہرگز نہ فرقی آئے مری بات میں امیر

ہی عمر بھر ہوں

اکسار جو کہ

کچھ نہیں حاصل چو پیکان ہو جوالی تیر میں
 دیکھیے کیا ہے مری تقدیر میں
 پیرتے دو ہاتھ اگر آبِ دمِ شمشیر میں
 نامہ لکھ کر ڈال دے فر باد جوئے شیر میں
 زلزلہ آ یا زمین کو چہ شمشیر میں
 نورِ مبارک اور ایک حلقہ بڑھا زنجیر میں
 پر نہیں سُرخاب کا اسی ترک تیرے تیر میں
 دانہ چھٹکا ہے یہ دارم جو ہر شمشیر میں
 نیند بھر کر پانوں سوئے خانہ زنجیر میں

نخبتِ دل پٹا ہوا نوحی آہ بے تاثیر میں
 ہوئے میری لاش نے پامال حسرت سے کہا
 پھر تو ہے اے دل کنارِ امگ کا زیرِ قدم
 بیتے بہتے ایک دن شیریں کو بچو بچے گا ضرور
 عشقِ ابرو بتان میں ل نے کی ایسی طیش
 مجھ سے پھر گئی بولا جوں
 آئے جب پتھر نے پر کمی ترکوں کی کیا
 موئے ابروے بتان میں کل نہیں ابروے نوح
 عشقِ گیسو میں ملی دنیا کی گردش سے نجات

شکستگی کے ہون سامان ہزار غربت میں
 گل وطن کی جو بو پھلی اڑانے کے بجھے
 عجیب نہیں ہے جو ہو جو جزن نسیم کم
 امید و بیم و غم بے کسی و درد فراق
 میں بوسے نافہ آہو کہ نکست گل ہون
 بچھا کے میں نے مُصلّا پڑھا دو گانہ
 وہ زار ہون کہ میں زندہ ہو از میں ہیں دفن
 جس لرغ شام غریبی نے گل کھلائے نئے
 قرار گھر میں بیابان میں اضطراب ہو کیوں
 کبھی کبھی تو لکھو نامہ کوئی اہل وطن
 تڑپ گیا صفت ابر یہ دل مضطر
 کبھی نہ بھول کے اہل وطن نے یاد کیا

پرا یک سی ہو خزان و بہار غربت میں
 پٹ گئے مرے دامن سے خار غربت میں
 دکھائیں خار گلوں کی بہار غربت میں
 یہی یقین ہیں دو تین چار غربت میں
 وطن میں صبر نہ بھگو قرار غربت میں
 اگر ملا شجر سایہ دار غربت میں
 پڑا جو اڑ کے بدن پر غبار غربت میں
 دکھائی صبح وطن کی بہار غربت میں
 وہی وطن میں وہی کرد گار غربت میں
 بڑھ کے موت سے ہو انتظار غربت میں
 برس پڑا اگر ابر بہار غربت میں
 نہ بھکی آئی مجھے زینتار غربت میں

جو دوستان وطن نے دیئے ہیں داغِ امیر
 میں جانتا ہوں اسے لالہ زار غربت میں

دل لوٹ گیا چوٹِ غضب کھا گئیں آنکھیں
 دو جام تھے لبریز کہ چھلکا گئیں آنکھیں
 دو پھل کی کٹاری تھی کہ چرکا گئیں آنکھیں
 نیزنگ دو عالم مجھے دکھلا گئیں آنکھیں
 عاشق سے ہوئیں چار تو شرما گئیں آنکھیں
 ہم طور بہ پہونچے تھے کہ پتھر اگئیں آنکھیں
 بلکوں سے اشائے میں یہ سمجھا گئیں آنکھیں

تڑپا میں جو آنکھوں کو پسند آ گئیں آنکھیں
 کیا مست نگاہیں مجھے دکھلا گئیں آنکھیں
 مجروح ہوا ایک نظارے میں مراد دل
 آفت کی سفیدی تھی قیامت کی سیاہی
 اور دن سے تو بیابان سرسبز م لڑا اکین
 موسمی کی طرح تاب تجلی کی نہ آئی
 ہوں لاکھ زبانیں رہے پر مشقِ خموشی

اجمن میں مست ہو جائیں نہ کیونکر سامعین
نقل سے کوئی غلط ہو جان میں کار اصل
پہر قرار ہی سے مجھے اُفت میں حاصل ہو گون
پہلے دنیا کا عالم ہے تری تقریر میں
پائین کب غواص موتی قلزم تصویر میں
پائے دل موج پریشانی سے ہے زنجیر میں

دور گردون میں کمان ہو جائے آسائش آسیر
سیر کو آتی ہو ویرانی ہر اک تعمیر میں

جنگلے رخ سے رنگ اڑ آیا تری تصویر میں
نٹھکون نے مل کے مارا کوچہ شمشیر میں
عس پڑتا ہو کمان آئینہ تصویر میں
جب لہو چاٹا مرا دم آگیا شمشیر میں
ہو کے یوسف ہو پریشان خواب کی تعبیر میں
رات دن جلتا ہو رستہ کوچہ شمشیر میں
مرد مک ہو پائون اپنا دیدہ زنجیر میں
ہیں تے کشتو گلی رو حین سایہ شمشیر میں
طاقت بے آواز ہو زور کمان سے تیر میں
دُھوپ ہم اٹھ کے نیٹھے سایہ شمشیر میں
سکی قسمت میں نہیں ہو غیر کی تقدیر میں
ہو مناسب ہوں پر طاؤس تیرے تیر میں
جمع ہوتے ہیں پتنگے شمع کی تنویر میں
عاشق ابرو میں جوانی پر سہاتے ہیں قتل
بنی جوت سے ہو روتن خاڑ زندانِ عم
اگر مٹی خود شید عشرتے انھیں کیا کام ہے
کام آتی ہو جوانوں کے بہت تدبیر پیر
دھیان اُس ابرو کا آیا عارض روشن کے بعد
جج زرمسک جو کرتا ہے ہوا ثابت ہوں
زخمیوں کا کام نکلے کچھ تو لای نادک فلک
ایک عجیب ہوا اُس رخ پر نور پر نکلا جو خط

کب خزانہ غیب کا ملتا ہے بے قسمت آسیر

جھانسا ہے خاک ناسخ خواہش اسیر میں

وطن کی یاد ہو لیل ہمار غریب میں | | | | |
ہی ہو ایک بڑی ٹکسا غریب میں

| | | |
|---|--|--|
| | پلکوں سے وہ آمیر لیا کرتے ہیں سلام جس طرح گنگ انگلیوں سے گفتگو کریں | |
| <p>سوز خیم ایک تار نطر سے رفو کریں اتنی تو سیرے اشک مری آبرو کریں بہکین نہ ہم جو فوش سُبُو کے سُبُو کریں پہلے پڑھیں نماز تو پیچھے وضو کریں ہم جیل کے چاک دامن یوسف نو کریں غمرے نہ میرے سامنے جام و سُبُو کریں سبزے کی سیر سرداب آب جو کریں قرآن پڑھیں تو ورد کلاوا اشرب لکریں جب تک کہ دم میں ہم ہو تری جستجو کریں جنت سے حور آئے جو ہم آرزو کریں برسون چراغ لیکے اگر جستجو کریں کچھ حوصلہ اگر ہو تو اب گفتگو کریں جب تک چلے زبان تری گفتگو کریں نامحرموں سے راز کی کیا گفتگو کریں کھدو کہ جام لالہ و گل شدتِ شو کریں مفتی شہر قطع نہ دستِ سُبُو کریں آب بقا سے خضر و سکندر و خُو کریں</p> | <p>مجر و حون پر جو چشمِ کرم جستجو کریں مُنہ پر جو گرد آہ پڑے شست و شو کریں جو لوٹتے ہیں ایک نفر میں وہ اور ہیں دیوانگی کا سلسلہ طاعت میں بھی نہ جائے تاریک گاہ دیدہ یعقوب اگر ملے ہوں مست معرفت بکعبہ داغ مری انسان ہو کے ہم رہیں محروم ای ملک ہم میکشون کو کام شراب و لڑک سے ہو ملنے نہ ملنے سے ہمیں کیا کام سے ہو کام زاہد ترے فرشتوں کو یہ دن نہیں نصیب ثانی نہ میرے یار کا پائین یہ مہر داہ مرنے کے بعد بحث کو آئے ملک تو کیا جب تک کہ دل ہو چاہیے ہو تری تلاش کب زاہد و نکو مسئلہ عشق کا ہے فہم آبادہ مست باغ میں کتنے صحاب کے چوری ہو کب ثبوت سے نقد ہوش کی شوقِ سجدہ ہے نہ عراب تیغ اگر</p> | |
| | ہے غیخہ سان بہار خموشی میں اسے آمیر بُٹل کی طرح باغ میں کیا ہادو کریں | |

مشتوق کا جلوہ مجھے دل میں نظر آیا
تینیں تھیں کہ یارب سے قافل کی گاہیں
اس فتنہ دوران نے جو دسی آنکھ کو گرد
اس ناز سے دیکھا کہ بہم کٹ گئے عاشق
ہو سوز غم عشق سے یہ سوز حرار

صد شکر ہے ڈھونڈتی تھیں پاگین آنکھیں
بسل کی طرح سے مجھے ترپا گئیں آنکھیں
جگر کبھی آیا کبھی تیوراً گئیں آنکھیں
ایک ایک کو ایک ایک سے بڑوا گئیں آنکھیں
رونے پہ دل اُمڈ تو مری لگیں آنکھیں

تا چند اسیر اس چنڈیان کا نظارہ
ل سیرے اگٹا گیا پتھر اگئیں آنکھیں

گم گشتہ دل کی تاب کجا جستجو کریں
فرقت میں سیراب کی کیا آرزو کریں
یارب وہ ذوق دے کہ ترے مستِ محنت
دنیا سے ہاتھ دھو کے چلین کوئے یارین
مغرب سے اٹھ کے تم سوئے مشرق جو آ رہا
بوسہ جو چار بار دئے محبوب کا ملے
قدرت خدا کی اشک مسلسل بہائیں ہم
ملتے ہیں ہاتھ دیکھ کے صنّج شربِ وصال
ٹھکار کو جو آپ سے اذنِ ثنائے
دامن ہو چاک چاک گریبان ہو تار تار
میں بھی تو خاک راہ کسی گلبدن کا ہوں
بھسے جو بتِ خفا ہوں تو نامہ ربانِ خدا
میں دستِ روزگار میں تیغِ اصل ہوں
نیچی نظر حیا سے کریں کیا وہ جنگجو

بان اور دل ملے تو تری آرزو کریں
دلِ خون ہوا اگر کسی غمے کو بو کریں
مستی بغیر بادۂ جام و سبو کریں
جائز نہیں کہ طوفِ حرم بے وضو کریں
مردوں کو دفن پھر نہ کبھی قبلہ رو کریں
کبے میں سجدہ آٹھ پہر چار سو کریں
ملے کو موتیوں کے دہریب گلو کریں
یہ چاک وہ نہیں ہے کہ جب کو فو کریں
ستے بنیں زبانِ شجر گفتگو کریں
کس کس جگہ لباسِ ہم اپنا فو کریں
سو گھٹیں نہ گلِ حسین مری مٹی کو بو کریں
کبے کا قصد دیر کی کیا آرزو کریں
جو ہر شناس ہوں تو مری آبرو کریں
چاکِ نظر میں خون ہزار آرزو کریں

ٹھکر کے میرے سر کو وہ کہتے ہیں باز سے
مر کر بھی مرے ہو تو تعلق وہ بھی رہا
دوبے ہوئے لومین نظر میں کیوں نہ گل
شکوہ شبِ صال میں تاجند چپ بھی ہو
ناوک فلن چک یہ ترے عارضوں کی ہو
طاقت ہماری گمت کی ہر ت نہیں گھٹی
دنیا میں بھی سفر بہین عقبی میں بھی سفر
روشن چرخِ برق سے رہتا ہے رات بھر
خضر کو چوس چوس کے کہتے ہیں میرے زخم
اے بہت بلند ابھی تو کمی نکر
یاں جان پر بنی ہو تجھے ہیں رُکاو میں
وہ اور وعدہ وصل کا قاصد نہیں نہیں
اُس مہر و ش کو کیا میں گھون شرحِ اشتیاق
بلبل کو شوقِ گل چھانہ قمری کو عشقِ سرود
ان ابروؤں سے حضرتِ بلِ روز سامنا
سمجھے یہ ہم جو خلد میں حور آگئی نظر

لو لے مہفت سب سے آستان کے ہیں
تختے بھر میں پیرِ مہمان کی دکان کے ہیں
پتے مہرے مری ترہ خونِ فشان کے ہیں
دل نکلے تو نے یہ جھگڑے کہاں کے ہیں
دو آنے لگے ہوئے گھر میں کہاں کے ہیں
بھاکر ہیں آ رہاں کے ہیں
ہم لوگ رہنے والے الہی کہاں کے ہیں
چپکے ہوئے نصیب مرے آ

ظالم نے بحرے ہے تھم میں کہاں کے ہیں
جلوے جو خاص ہیں وہ اُدھلا کہاں کے ہیں
کو تیغِ یارِ صل بھی یہ غم نے کہاں کے ہیں
سچ سچ بتا یہ لفظِ انھیں کی زبان کے ہیں
سے کاکلِ قل سے سات ورقِ آسمان کے ہیں
سایے یہ گل کھلائے ہوئے باغبان کے ہیں
کیئے تو ایسے آبِ مہادر کہاں کے ہیں
مشاید: امتحان کے ہیں

اُس طفلِ تند خو سے جو ملتا ہوں اے اکبر
کہتے ہیں لوگ ڈھنگ سے اس خولت کے ہیں

تھک کر میں کیوں کیا پس زلی بھلیاں ملی ہیں
ہزاروں ہی ہیں عائن میں تے بے پگھلیاں ملی ہیں
سے نہ دیکھہ حق کو صلیب کا انبان ملی ہیں

دلِ جاویدوں جل گئے ہیں لگا ہیں جان ملی ہیں
مجالِ سری نہیں لیدرِ گل مانوں سب ہیں کا
ہیں تو نہ پسند آیا جو نمنہ سچان بوستان کا

| | |
|---|--|
| جیتے جی جان سے گذرتے ہیں کچھ نہ پوچھو کہ ہاتھ خالی ہے دل ٹھہر جانے یہ امید نہیں کس سے چوری اگر خدا سے نہیں لکھتے ہیں خط جو وہ رقبوں کو مل گیا لکھا تیغ قاتل کا | مرنے والوں پہ ہم تو مرتے ہیں ہم تو دن زندگی کے بھرتے ہیں ایسے بگڑے کہیں سنو رتے ہیں سچ ہے زاہد بخون بہ مرتے ہیں روز پرچے ہمیں گذرتے ہیں اب کوئی دم میں پارا رتے ہیں |
|---|--|

چاہتے ہیں تو اک نظر میں آمیر
مہر ذرے کو بھی وہ کرتے ہیں

| | |
|---|--|
| یہ چرپے یہ صحبت یہ عالم کمان جو خورشید ہو تم تو شبنم ہیں ہم حسین قانین گو کہ پران بھی ہیں الٹی ہو دل جانے آرام غم کون اُسکے گیسو کو سنبھل میں کیا دہ زخمی ہو نہیں غم بے نشان | خدا جانے کل تم کمان ہم کمان ہوے جلوہ گر تم تو پھر ہم کسان مگر ان حسینوں کا عالم کسان نہ ہو گا جو یہ جائے گا غم کمان کہ سنبھل میں یہ بیچ یہ غم کسان الٹی لگاؤں میں مرہم کسان |
|---|--|

زمانہ ہوا غرق طوفان آمیر
ابھی روٹی یہ چشم پر غم کسان

| | |
|---|---|
| شہرے جو دور دور ہمارے قحان کے ہیں ظاہر میں ہم فریفتہ حسن بیتان کے ہیں یاران رفتہ سے کبھی جا ہی ملین گے ہم گھبرا کے جب فراق میں انگلی دے دے وصل سات آسمان کو توڑ کے تاعرش جا چکا | دہشت ہوش اٹے ہوئے تو آسمان کے ہیں پر کیا کہیں نگاہ میں جلوے کمان کے ہیں آخر تو پیچھے پیچھے اسی کاروان کے ہیں آئی صدای ہی تو مقام امتحان کے ہیں اسے تیرا کہیں بارادے کمان کے ہیں |
|---|---|

کھلایا ہی جگر برسوں بلایا ہی لبو برسوں
 بہا کر ایشاک کھونچ ڈھونڈی آبرو برسوں
 پسینا بٹکے پٹکا جسم سے میرے لبو برسوں
 رہے یوں ہی اکہی ہلکا شمشیر دھو برسوں
 نہیں آتا زبان تک ل سے حرف آرزو برسوں
 گراے سکیسی رو یا کر گئی جھکو تو برسوں
 چمن کا ٹھنڈہ دیکھے کارواں نگ بو برسوں
 ہے گا میری تربت پر جو دم آرزو برسوں
 ہوئے پر بھی اُتے گا مطلق گو برسوں
 رہ شوق تیاں میں بھی چلے ہم قبلہ و برسوں
 برنگت خم ہم ہنس ہنس کے کوئین لبو برسوں
 قدم کو گاڑ کر نیٹھے کنار آب جو برسوں
 لگایا دھیر بھولو کا نفس کے رو برو برسوں
 اسی گھر میں جلایا ہی چراغ آرزو برسوں
 پلٹ جاتے تھے دل سے اکرا گھو برسوں

کر لگایا داسے غم ہکو بعد مرگ تو برسوں
 ٹرپ کر دل نے میرے مدتوں سوا کیا جھکو
 گداؤ عشق مثل شمع ہر مو سے ہوا ظاہر
 مزہ یہ فرج میں پایا کہ کرنا ہو دعا بس
 کوئی میرے برابر کیا کرے گا ضبط اُفت کو
 فنا کے بدلے بیسوں کو کون پوچھے گا
 چھپائے شہد اگر وہ یوسف گل پیر ہنر دن
 نہیں ہو سکیسی بعد فنا کچھ خوف تنہائی
 رہائی حلقہ گیسو سے جیتے جی تو کیا ممکن
 بچھوڑا پاس ایمان حق پرستی اسکو کہتے ہیں
 مزے لے کے رگڑا ہو گلا شمشیر قاتل سے
 تو آیا ساقی بیان شکن ہم سر و کی صورت
 وہ بٹل ہوں کہ یوں صیاد نے جی میرا ہلایا
 لے کر اسے یاس یوں برو باد میرے خانہ دل کو
 گنجی ہکو بھی تھا اور درد دعویٰ ضبط اُفت کا

آخیر اس بے نشان نگ سہی سے کوئی جو جا سکتا

تو کیسے پاؤں ہم انگوں سے کرتے جستجو برسوں

لب خاموش سے کی درد دل کی گفتگو برسوں
 یہ وہ گل ہو کہ چھلے پہ بھی تیا ہو بو برسوں
 مجھ سے ہم نیچے یوسف کو اپنے چارو برسوں
 گھٹا کر خون بڑھائی دخت رز کی آبرو برسوں

رہے تصویر حیرانی ہم لئے رو برو برسوں
 نہیں ملتی ہڈی سے مکے انکی آرزو برسوں
 کوئی کاہک نہ ٹھہر دل کا بازار محبت میں
 منو گا با وفا بنو ارے پیرِ مخان ہمسایا

بہشتی بائیں تھیں زندگی میں اور تین جہان ملی ہیں
میں ملک سخن ہوا پناہ دین کھانے کمان ملی ہیں
نہ کیوں ہوں اپنے جنوں کے ساتھ کہ ہکو یہ بیڑاں ملی ہیں

ازمین میں گو اگر جو لطف اٹھایا ادا ہو کس طرح شکر اُسکا
خدا نے وہ سلطنت عطا کی کہ شش بہت میں ہر جہاں
امیر کیسے ہو بہن جسے ہوے ہیں آزاد قید غم سے

امیر رہتا تھا جس جگہ پروان کل اک ڈھیر رکھ کا تھا
وہ خاک چھانی تو ریزہ ریزہ جلی سی کچھ ہڈیاں ملی ہیں

حیا دیکھو نہیں آتا ہوا اپنے روبرو برسوں
بھرا کی کو بکوبیرا میں یوسف کی روبرو برسوں
جو کچھ ہنسا ہوا ہنس لے پھر تو روئگا لوبرو برسوں
ہے بہن اسی سکندریوں ہلے اپنے روبرو برسوں
کیا ہنسے خموشی کی زبان سے ذکر روبرو برسوں
کیا زاہد نے میرے آبِ جلت سے وضو روبرو برسوں
عجب کیا گرنے لگے تیرے دل سے آرزو روبرو برسوں
شریکِ بیخ تنہائی رہا اسی درد تو روبرو برسوں
دلِ مایوس سے روئی بٹ کر آرزو روبرو برسوں
حائل اپنی گردن میں بادستِ سُبُو روبرو برسوں
کیا ہو پھاڑ کر دامنِ گریبان کو روبرو برسوں
بنایا چشمِ دل نے جو طلسمِ آرزو روبرو برسوں
زبانِ تیغ سے اُس ترک نے کی گفتگو روبرو برسوں
مری سستی سے آنکھیں گلِ عشرت کی روبرو برسوں

نہاں ہتا ہوا کینے سے وہ بیگانہ خبر برسوں
رہی اوی گلِ سبکو خون کو تیری جستجو برسوں
فلک دیتا ہے شل زخم کسکو فرصتِ را
دلِ شفاف میں بکھلے جلوہ روئے حیران کا
کمان ہسا ہوا کوئی مرد میدانِ دشتِ وحدت میں
سرا پا جرم ہوں لیکن وہ رنڈ پا کینت ہوں
خدا کے گھر سے اونا شاد کوئی جگہ پھر تباہ ہے
فراقِ یار میں بہت سونے مجھ سے مٹھ موڑا
مری حالت پہ بھر یار میں مر مر گئی حسرت
جھکاتے ہم کمانک سر نہ پائے غم پر لے ساتی
جنون میں یہ نئی بزمِ گوی کی دستِ وحشت نے
تھاری اک نگاہ ناز نے توڑا اشارے میں
ہلائے جیسے لب اک ہاتھ مارا اڑ گئی گردن
رہ ننگِ خلسے خاک مر۔ جہک

کمان ہو گئی امیر ایسی دامنِ حورو غلمان میں
رہے گا خلد میں بھی یاد ہکو لکھنؤ برسوں

نقد جان پہلی نہی منزل میں ٹٹا جاتے ہیں
جادو ملک عدم محب کو بتا جاتے ہیں
مارے غیرت

کہ مری شمع لحد روز بچھا جاتے ہیں
نگہ ناز کے انداز سے پا جاتے ہیں
سُرمہ تلوار سے آنکھوں میں لگا جاتے ہیں
سیر کرنے کو کبھی باغ میں آ جاتے ہیں
ساقیاد دل تو یہ مستونکے بٹھا جاتے ہیں
کیئے مطلب کی قویہ صاف اڑا جاتے ہیں
راہ چلتے ہوئے جاگ لگا جاتے ہیں
جو گھر وندایہ بنا تا ہے مٹا جاتے ہیں
تیغ کیون میرے گلے سے دہ لگا جاتے ہیں
کیا کون کیسے وہ نیرنگ دکھا جاتے ہیں
فتنہ حشر کبھی بن کے جگا جاتے ہیں

کیا سخی ہیں عدم آباد کے جانے والے
جب پلٹ جاتے ہیں وہ ہاتھ کمر پر کھکھک
اور پچھا کے کرین کیا دھر کرنے والے
کسکے کوپے سے یہ کتے ہیں ہوا کے جھونکے
جو تھے دل میں ہو وہ دیکھنے والے تیرے
کیسے چالاک ہیں یہ ترک کرتے ہی نگاہ
گل سے مطلب ہم گلشن میں نبیل سے غرض
گو کل جاتے ہیں آکے گھٹا کے لگتے
سادہ آئینہ رُخون کو نہ سمجھنا اے دل
ہیزم خشک سمجھتے ہیں مجھے کیا رہرو
سچ ہو آزمی ہی میں مٹانے کو حسین دل کے لیے
میں خریدار اگر ہوں تو نگہ کا اُن کی
حُسن کی شان کو ہو بوقلمونی لازم
ملک الموت کبھی بننے ملا دیتے ہیں

کیا بلا ہو کے وہ گیسو بٹھے پہنے ہیں امیر
آنکھ ہو بند تو دل پر مرے چھا جاتے ہیں

نہ میں ہوش میں ہوں نہ وہ ہوش میں
کہ لیلے ہے بخون کے آغوش میں
ہمیں بھی تو آ لینے دو ہوش میں
گھر ہو کبھی زیب اُس گوش میں
کہ ہے فرق گویا و خاموش میں

میں الفت کے وہ حسن کے جوش میں
لک کر وہ زلف آئی ہے تا کمر
نہ اٹھوا بھی بزم سے سے کشو
بھل آنکھ سے اشک ٹھہرا ہے کیا
کہیں لعل ہم کیا لب یار کو

بنائے جائیں انکی خاک سے جامِ مٹیو برسوں
 آ کر آہے ناز بُو برسوں
 کیسے سزاہدوں کے کاٹ کنڈر مٹیو برسوں
 جگہ کچھ بھی اگر پاتے تو کرتے گنگو برسوں
 کیا خنجر سے ہنسنے شکوہ دردِ گلو برسوں
 اگرہ میں باندھ رکھی موتیوں نے آبرو برسوں
 کہ تیغِ یار روئی چشمِ جوہر سے لمبو برسوں
 خدا کی حمد کی ہنسنے بتوں کے رو برو برسوں
 بہت طاقتور نہ سر پہ لکھے جامِ مٹیو برسوں
 رہا وردِ دعاے توبہ ہکو بے وضو برسوں
 کھٹکتا ہی ہا آنکھوں میں روز ایک ایک ٹو برسوں

نہے مگر بھی یار بیکدے میں دور مستون گ
 تیغ نگاہِ نازنے زخمی کیا بھگو
 اچلے تھے اکیدن ٹھکر کے ساغر کو سوسون نے
 ہیں کیونکر نہ توصیف ہیں میں م بخود شاعر
 ایسا جادل نہ اسکا بھی کبھی تیری طرح قاتل
 صدقے بھی نکلے شرم آئی تیرے دانوں سے
 ہماری آنکھ نے کیا جانے کس حسرت سے دیکھا تھا
 زبانِ اظہار حق سے کافروں میں کوئی رگتی ہو
 لگایا دُختِ نکو ٹھنڈہ میں نے بھر ساقی میں
 ہوا یہ قحطِ آبِ آتشین ساقی کی فرقت میں
 تصور کب گیا دل سے مرے مرگانِ جانان ک

|| احمیر اک مصرع ترتب کین صورت دکھا تا ہے

ن میں خشک جب ہوتا ہو شاعر کا لمبو برسوں

ایک تصویرِ دل پہ لگا جاتے ہیں
 ہوش وہ برقِ تجلی کے اُڑا جاتے ہیں
 دل لگانے کی جگہ تیر لگا جاتے ہیں
 وقت بڑتا ہے تو سب آنکھ چڑا جاتے ہیں
 جائے گلِ قبر پہ تیور می جو چڑھا جاتے ہیں
 چوٹِ شمشیرِ ادا کی جو بچا جاتے ہیں
 چار آنسو میری تربت پہ بہا جاتے ہیں
 یاد ساقی میں بلا نوش چڑھا جاتے ہیں

بے حجابانہ مرے گھر جو وہ آ جاتے ہیں
 طرفہ شوخی ہو اگر طور پہ آ جاتے ہیں
 دم کے دم کو مرے پہلو میں جو آ جاتے ہیں
 پتلیاں تک بھی تیر جاتی ہیں دیکھو دمِ نزع
 یہ بھی ایما ہو کہ غصہ نہیں اُڑا اب تک
 اگر تیری جو تیغِ قضا ڈھونڈ کے انگو چورنگ
 یاد آتا ہے جو ہنس ہنس کے رولانا میرا
 ساغر زہرِ ہلاہل بھی جو دیتا ہے فلک

پیر سی میں اور بھی مجھے زینت ہوئی
اوتو قبائے تن پہ ہے یہ مجزبان نہیں
ادنیٰ یہ فیض ہو سخن آبدار کا
موتی صدف میں ہو مے ٹھہرین بان نہیں

ایذا کا خوف صاحب تمکین کو کیا امیر
آتش سے آشنارگِ سنگِ گران نہیں

مرتبہ تیغ ادا کا وہی بسمل سمجھیں
یست کو مرگ میسا کو جو قاتل سمجھیں
قاتلون سے کہو سر کاٹ کے مغرور نہ ہوں
پنے سر کو بھی نہ خنجر قاتل سمجھیں
اسی پر ہی اُنکے لیے فکر سلاسل ہو عبث
جو تری زلف مسلسل کو سلاسل سمجھیں
اک تجلی میں جو موسیٰ سے ہو طالبا کی یہ رنگ
اور پھر سکودہ دیدار کے قابل سمجھیں
جانِ جان جب کو کہے جان آہم جانِ جان
دلِ راج کو کہے دل اُس سے ہم دل سمجھیں
لاکھ دو لاکھ میں شاید کہ اٹھے ایک کا پانوں
عاشق اتنی جو کڑی عشق کی منزل سمجھیں
زندگی یار کے اور موت ہو انڈے کا تھ
آتش درد سے کچھ ہوں جو بتانِ بیدرد
کیا کسی دل کے ترپنے پہ اُنھیں حرم آئے
بُت میں بھی دیکھتے ہیں نور خدا کا جلوہ
اپنے ہاتھ اپنا گلا کاٹ کے خود بسمل ہوں
زخم کا ذکر تو کیا ضد ہے یہاں تک مجھ سے
آپ پیری و جوانی پہ نہ جائیں صاحب
گھر کرین دل میں نہ شرتاے ہیں کیوں آنکھوں سے

یوں تو ہر غیبہ گل شکل صنوبر ہے امیر

جسمین کچھ درد کی دوائے لے سے دل سمجھیں

تیغ کو تیغ جو قاتل کو نہ قاتل سمجھیں

کس طرح موت کو آسان نہ وہ بسمل سمجھیں

کما ہٹ کے آؤ ذرا ہوش میں
کہیں آئے دُعا عظّمہ وہ ہوش میں
نہیں جان ر نہ قرح ہوش میں

نہ آنکو آسیر

وہ ہوش میں

شیشے کو دیکھ لو کہ دہن ہو زبان نہیں
فانوس کا بھی شمع سے خالی مکان نہیں
اتنی تو میغروش کی اونچی دکان نہیں
میرا بیان ہو یہ تمہارا بیان نہیں
دو گز بھی کیا زمین تہ آسمان نہیں
موجیں نسیم غلہ کی ہیں بیڑیاں نہیں
پہنان ہو تیغ زنگ میں جو ہر بیان نہیں
جز شاخ نالہ اور کہیں آشیان نہیں
ہو سیل سرمہ منہ میں ہمارے زبان نہیں
لذت میں نیشکر ہیں مرے استخوان نہیں
سمجھے تھے ہم زمین کے تھے آسمان نہیں
ساقی وہ کون شیشہ ہو جو آسمان نہیں
پھولوں کی بدعیان ہیں مری بیڑیاں نہیں
حلقے ہمارے نگہوں کے ہیں چڑیاں نہیں
عتیاد ابھی ہو دور بلند آشیان نہیں
کیونکر بیان کرے کہ دہن میں بان نہیں

قدم پر جو گرنے لگا غش میں میں
بہت دخترِ رز سے گرمی نہ کر
نہ کر سا قیاب تو قحط شراب

پلا وصل میں

مزه کیا رہے

میکش کے دل کے راز کسی پر بیان نہیں
لم میں اُسکے حُسن کا جلوہ کہاں نہیں
موجود خشتِ خم ہو اگر زبان نہیں
اُگرتے ہو انکسار کی باتیں ہو آج کیا
مُردہ جو مجھ غریب کا بے گور رہ گیا
اک حوروش کی خانہ زندان میں ہو جو یاد
رہنے تو دو اُنھیں

کیا باغبان کا ڈر کہ میں ہوں طائرِ اثر
چشمِ سیاہ یار کے تسکین کے ہیں و صف
طوطی ہو آج کل سگِ جانان کا بولتا
مرقد میں بھی نصب کی گردش ہی رہی
بالیدہ نیکے آنے سے ایسا ہوا چین
زندانِ چین ہو وحشی تازک مزاج ہوں
آنکھوں سے ہم تو مساعد جانان کے گرد ہیں
ہوں اس چین میں طائرِ کم پر تو کیا ہوا
لذت جو آبلے نے اُٹھائی ہو خار کی

حورین دہرین لیکے جسکے ہلے ہاتھ میں
 ڈال دو چھل کوئی اپنا ہمارے ہاتھ میں
 یہ سمند ناز بھرتا ہے طراے ہاتھ میں
 ہو تہیہ سستی سے رعشہ بھی ہے ہاتھ میں
 دیکھو یوں بچیر ہوتے ہیں چکاپے ہاتھ میں
 ہر ضیا مثل کفِ معرے اٹھائے ہاتھ میں
 آتش گل سے بڑے چھالے تھامے ہاتھ میں

ہم وہ مجرم ہیں کہ دوزخ ہلکے خاں ہوا
 ہم بہت لاغر ہیں پہناؤ نہ ہلکے ہتھکڑی
 آنکھیاں شوخی سے چکا تا نہیں ہر قص میں
 جام کیسا جام چلو کو بنا سکتے نہیں
 ناز سے کہتے ہیں رکھ کر اپنی نکھون برو ہاتھ
 آتش رنگِ جنا بھی ہو عجب معجز ناما
 لیا نازکت ہو جو توڑا شاخِ گل سے کوئی پھول

حلقہ گیسوئے جانان وہ بلا ہے اے امیر
 چھپے ہی ہیں بھلیاں دہشت کے مارے ہاتھ میں

تباہ ہو ٹوٹے ٹوٹے جو عضو ہو بدن میں
 کیا مصحفِ آری ہو دو لہا میں اور دُلہن میں
 کچھ کچھ خمیدگی بھی لازم ہو بانگین میں
 جو ساتھ چمکیوں کے رعشہ بھی ہو بدن میں
 ہر دم نیازہ ہو اس بادۂ کسں میں
 جو شمع ہے لگن میں شمشاد ہو چمن میں
 کیسے کا باندھتے ہیں کسر گلار سن میں
 بلبل پکارتی ہے صیاد کو چمن میں
 کبے سے اٹھ کے نیٹھے پہلوے برہن میں
 ہنسیار بھی ہیں اکثر مستون کے پیرہن میں
 زیرِ کھد بڑے ہیں لپٹے ہوئے کفن میں
 یہ بھی کنول ہو روشن اس گل کی انجمن میں

کھائی شکست گل نے اُس گل سے یہ چمن میں
 ہیں چشمِ دل ٹھکانے جب تک ہو روح تن میں
 ہو چرخ پر یہ ایما بروے ماہِ نو کا
 غصے سے یاد اُسے ہلکے کیا ہو شاید
 بڑھتی ہو عمر جتنی ہوتی ہو عقل افزون
 یوں قدم سے تیرے بالیدگی ہے ایسی
 ہو جمع مال آفت دیکھ اے بخیل غافل
 کیا جانے کہ چھوڑا پھولوں نے کیا شگوفہ
 شمعِ حرم اگر تو جلوہ بتوں کا دیکھے
 دیوانگی بھی غافل گدڑی فقیر کی ہے
 دریا حیرتِ قائم تھا رختِ خواب جن کا
 داغِ مجر کا پچھا باجل کر دین چھڑائیں

| | |
|---|---|
| <p>کبے سجھیں کرین میرے تجرے پہ نظر بیج قسمت نے دیے ہیں یہ اسیر و نکوترے کھینچ کر تیغ ہی آئین وہ کہیں آئین تو جلدے لبین کہیں اسکو بھی لغت ہو جا جو رین بن سب بن صحن شہد اکی نکلیں ہر مزہ غفو گنہ کا اُنھیں کچھ دور نہیں دور سانی میں ہو یہ ربط شکست دل میں دل جو انکاروں پہ لٹے تو وہ کیوں شاد منوں پانی ٹپکا یں دم نزع نہ منہ میں احباب بسمل ناز و اداسم سے کمان ہوتے ہیں اتنے خود بین ہوں یارب کہیں تو رین اسکو ہمہ تن داغ میں ہوں لائے کا تھتہ ہو بدن فوج کے دم جو پڑے تیغ کے نا بے پہ نظر مڑے کچم نہیں ندو سے زمین کے پیچھے</p> | <p>ہمہ تن چشم وہ بجو ہمہ تن دل سجھیں موج گل بھی اگر آجائے سلسل سجھیں نہ جلا یں نہ سسی قتل کے قابل سجھیں وہ مری جان کو بھی کاش مراد دل سجھیں خلد سجھیں کہ اسے کو چہ قاتل سجھیں بیگنا ہوں کو جو تعزیر کے قابل سجھیں ٹوٹ کر چور ہو شیشے کو اگر دل سجھیں شمع دیر و نئے سے جو گرمی محفل سجھیں تشنہ آب دم خنجر قاتل سجھیں رک کے گرتیج چلے غمزدہ قاتل سجھیں آئے کو یہ حسین کاش مراد دل سجھیں لالہ رو کاش مجھے سیر کے قابل سجھیں ہم وہ بسمل ہیں کہ گردن میں جا ل سجھیں قافلوں سے کو محفل یہ محفل سجھیں</p> |
|---|---|

رے اڑے گریف بلغ فنا ہو گیا میرا

نالہ دل کو پر ملا کر بسمل سجھیں

| | |
|--|---|
| <p>را من رحمت اگر آیا ہمارے ہاتھ میں گل تے چھلکے ہیں و گل جو سا ہاتھ میں پوچھتے ہو کس سے جو چاہو کرو مختار ہو سو پر ہی افشان چھڑکنے کا جو تجکو شوق ہو لطف اٹھے سیر ساحل کا شب متاب میں</p> | <p>پھول ہو جائینگے دوزخ کے شراب ہاتھ میں باغ اُفت کا ہو گلہ ستہ ہمارے ہاتھ میں دل تھائے ہاتھ میں ہو یا ہمارے ہاتھ میں زہرہ دمکے آسمان سے لیکے ہاتھ میں ہاتھ اٹکا ہو جو دریا کے کنارے ہاتھ میں</p> |
|--|---|

اتنگ لہو بھرا ہے ہر غنجے کے دہن میں
جا کر چین سے بھگو آنا نہیں چین میں
جب ذات تک نہیں ہیں باقی مرے دہن میں

عشق دہن میں تیرے ٹھہرے یہ خون ڈالا
چھوٹے صبا نہ اتنا کدو میں بوجے گل ہوں
کسو وقت ہوں پشیمان کہ بونٹ چائنا ہوں

وحشت امیر اپنی کچھ آج سے نہیں ہے

مانند گل ازل سے ہے چاک پیر ہن میں

ذرے سے آفتاب ہوتے ہیں
لوگ ناحق خراب ہوتے ہیں
عمل ناصواب ہوتے ہیں
کچھ نئے انقلاب ہوتے ہیں
اہل مسجد کو خواب ہوتے ہیں
شعر جو انتخاب ہوتے ہیں
خوب ہو کو خطاب ہوتے ہیں

ہم جو مست شراب ہوتے ہیں
ہے خرابات صحبت واعظ
کیا کہیں کیسے روز و شب ہم سے
باز شہ ہن گدا گدا سلطان
ہم جو کرتے ہیں میکہ میں دعا
وہی رہ جاتے ہیں زبانون پر
کہتے ہیں مست رند سودائی

آنسوؤں سے امیر ہیں تو سوا

ایسے لڑکے خراب ہوتے ہیں

اگر دن میں طوق بھی تو لو کہیں کے یار ہیں
دونوں یہ تیرے خنجر آہن کے یار ہیں
ہم تو نہ شیخ کے نہ برہمن کے یار ہیں
دونوں قدیم سے مرے خزن کے یار ہیں
لندن کو جائیں وہ جو فرنگی کے یار ہیں
ہم تو عدو کے دوست ہیں دشمن کے یار ہیں
نرگس کے دوست لالہ و سوسن کے یار ہیں

اچھے خار ہی نہیں مرے دامن کے یار ہیں
نہ ہو کشتگان محبت کا یا گل
خاطر ہمارا ہی کرتا ہے دیر و حرم میں کون
کیا پوچھتا ہو مجھ سے نشانِ یل و برق کا
کیا گرم ہیں کہ کہتے ہیں خوبان کھنڈ
وہ دشمنی کریں تو کریں اختیار ہے
اچھے اس چین میں سبز بیگانہ ہم نہیں

سُن کے جو بندے مین اُس گل کی آمد آمد
کیا تکمہ گریبان انگور کا ہے دانہ
مین نفس کے ہون در پی نفس میرے در پہ
کنعان کے چاہ مین تھا یوسف کو سہل گرنا
چھتا پھرے ہر اک بُت داماں برہن مین
رنگ شرب گلگون ہے اُس کے پیر مین
رہن کو فکر میری مین فکر راہزن مین
جب جانے کہ گرتے تیرے چہر ذقن مین

یارانِ رفته کا ہے غم اے امیرِ ناحق
چھوٹے ہوئے سفر کے بلجائیں گے وطن مین

سبھا یہ مین جو کھلے شائون گل چمن مین
ہو باغ باغ بلبلِ جسطرح تو چمن مین
میں بُتِ منہ چھپا یا کیسوے پر شکن مین
زاد رہ کے ہم نے ایامِ عمر کاٹے
تھا ہر پہ جانے اسکے ہے بیر زال دُنیا
آواز کن جو آئی کا نون مین ہم یہ سمجھے
حالِ بدن کون کیا دل ہی بٹھا ہوا ہے
کیا جانینِ جز خوشی تیرے گرفتہ خاطر
یاروں سے اُنس کیسا غربت مین عمر گزری
رات کو مثلِ شبنم چپ چپ کے باغبان سے
غربت مین ہو جو صورتِ خط مین لکھوں کمانک
قت مین عیش کیسا شیشے کی طرح ساقی
ہر فنِ قوت مین

صوفی نخل کے بیٹے خلوت سے انجمن مین
چرتے تھے یون ہی ہم بھی خوش خوش کبھی وطن مین
لِ خدا خدا کر خورشید ہو گس مین
دو چار دن سفر مین دو چار دن وطن مین
غافل ہے یہ زینِ یوسف کے پیڑ مین
غربت پکارتی ہو بس رہ چکے وطن مین
اک شمع ہو سو وہ بھی خاموش انجمن مین
کہنے کو سوزِ باین مین پٹھے کے دہن مین
ٹھہرے مسافرانہ دو چار دن وطن مین
ہر پھول سے پٹ کر دوتا ہوں مین چمن مین
تصویر اپنی بھیجوں احباب کو وطن مین
دور کے دل مین غالی کرتا ہوں انجمن مین
مثلِ حباب باقی ہے سانسِ پیر ہن مین
غربت سے خاک اُڑتے جاتے ہن ہم وطن مین
لی پہ بھلو کھینچا شمشاد نے چمن مین

موسے سفید سر پر تیاری عدم ہے
سُنبُل نے روزِ وقت پچانسی گھنٹے مین ڈالی

ہوں وہ لاغر جو ملک آئے پس مرا
بچھڑ گئے دل میں یہ سمجھے کوئی مدفن میں نہیں

کہ نشان طوق کا ہر طوق جو گردن میں نہیں
دغل سیلاب کبھی ماہ کے خرمن میں نہیں
کہ کہیں گرد و کدورت دل دشمن میں نہیں
چشم خونبار نہان گوشہ دامن میں نہیں
شاہد پردہ نشین کون سی چلمن میں نہیں
کیا کرے بخت مرا قابوئے دشمن میں نہیں
کوئی گل میخ بھی دروازہ گلشن میں نہیں
طاہر و ن کا بھی گنبد مدفن میں نہیں
رات کو کربک شب تاب یساون میں نہیں
ہاتھ کس مست کے بان تیشہ کی گردن میں نہیں
نقش جب کا کوئی تعویذ تو جوشن میں نہیں
طور کس جاہو اگر وادی امین میں نہیں
بی گردن میں نہیں یا میری گردن میں نہیں
خال عارض ہو سوید دل پر دشمن میں نہیں
دوست کے دل میں وہ ہی جو دل دشمن میں نہیں
مصرع و بحر موزون کسی گلشن میں نہیں
دیکھو پتھر تو کوئی ابر کے دامن میں نہیں

چھٹک بھی قید ہو قیامت جو مرتن میں نہیں
خون آفات جہان کا دل روشن میں نہیں
چشم نناک نے اشکون کا یہ مینھ برسیا
پردہ بیا ہے غم عشق کوئی چھپتا ہے
ل جو صد چاک ہو اٹھیں ہو خیال رخ دوست
اپنے چہرے کی سیاہی سب اُسی کو دیتا
باغبان بلع کہ کیا آ کے خزان نے ٹوٹا
فاتحہ پڑھنے مری قبر پہ آئے کوئی کیا
گرے آنسو ترے میخوار کے بہن اسو ساقی
بزم میخانہ ہے کیا انجمن راز و نیاز
دل کھنچے جاتے ہیں بکے ترے بازو کی طرف
کوچہ عشق میں جادیکھ فروغ رخ حسن
خندہ زن کیا ہو کہ طوق یک ہو آہن ہو کہ زر
غور سے دیکھ لیا عاشق معشوق بہن ایک
کیا زمانہ ہو نہیں صاف کسی سے کوئی
اب یہ بنجیدگی طبع سے خالی ہو جہان
میکشوشیشہ سے کی ہے حفاظت لازم

واہ کیا تازہ مضامین ترے رنگین بہن اسمیر
رنگ ایسا کبھی فردوس کے گلشن میں نہیں

| | |
|---|---|
| کانٹے ہیں جتنے وادیِ غربت کے اسے چوں گم گشتگی میں راہ بتاتا ہے ہکو کو ن چلتے ہیں شوقِ برق تجلی میں کیا ہر خوف | سب استین کے جیب کے دامن کے یار ہیں ہے خضر خبا نام وہ رہن کے یار ہیں چیتے تمام وادیِ امین کے یار ہیں |
|---|---|

پیری مجھے چھڑاتی ہے احباب سے آئیں
دندان نہیں یہ میرے لڑکپن کے یار ہیں

| | |
|---|--|
| بے نشانی تو گذرِ غلبہ کے گلشن میں نہیں زار و مرگ ہوں دن کچھ بھی مرے تن میں نہیں سروے سایہ جو تجھ سا کوئی گلشن میں نہیں اکد و اکین نہ فرشتے مجھے خجست ہوگی کیوں نہ خوش ہوں کہ بھولے ہر مرے کینے سے مرگ کے بعد بھی ہو تیرگی بخت ایسی کیا مری طرح سے ہوگا ترا عاشق امریت آبِ فوارہ صفت خاک لہو اُچھلے گا غم دوری کی نکالے دلِ عشاق سے بھانس میں وہ رہو ہوں کہ ہے دستِ تہی نان سفر ہر نیلے کی جودت سے بری عالی قدر خوردِ غلمان میں جو اوسنِ بشر میں بھی وہ ہے دوڑتے ہیں ل عاشق کو سمجھ کر کنجشاک بخت سے محکوم وہ مشوقِ ملاسا دہ مزاج دونوں خواہاں تھے بڑے پہلے بھی پردہ تیغ دولتِ حسن کو کیا دولت دُنیا ہو سچے | دخ حوایک بھی زاہد ترے دامن میں نہیں کس نے بھینچے فرشتے کوئی مدفن میں نہیں طوقِ قمری کی طرح میری بھی گردن میں نہیں ہو جگہ تنگ سمائی مرے مدفن میں نہیں اک مرے دوست کی احباب دل دشمن میں نہیں اک کفن کی بھی سفیدی مرے مدفن میں نہیں بیشلی پتھرائی ہوئی چشمِ برہمن میں نہیں رگ جہندہ کوئی قاتل مری گردن میں نہیں نوک ایسی مڑے یار کی سوزن میں نہیں کچھ ذامت کے سوا قسمتِ رہن میں نہیں گذر برق کبھی ماہ کے خرمن میں نہیں کہ یہ تصویر گلی رنگ میں روغن میں نہیں ابھی کم سن ہیں انھیں ہوش لڑکپن میں نہیں جینِ عولی میں تنگ کمین دامن میں نہیں لاگ اور اسکے سوا کچھ سر و گردن میں نہیں جو چمک رنگِ طلائی میں ہے گردن میں نہیں |
|---|--|

| | |
|---|--|
| <p>عالم پیری میں وہ یوسف لقا ملتا نہیں وصل بُت ہوتا نہیں ہی یا خدا ملتا نہیں حسن بے پردہ ہو عاشق کا پتا ملتا نہیں اے امیر اول تو دہنا آشنا ملتا نہیں دل لگاتے ہیں تو دنیا کے مزے کیواسطے ذبح کرتا ہے تو میرے دست باز دکھول دے حسرتیں گھیرے ہیں اس کثرت سے بسمل کو ترے اک بھی سے رہ گیا سائے زمانے کا حجاب ٹھوکرین کھانا مقدم ہو جو منزل کا ہے قصد ہوشیاری شرط ہو غافل جان چھپکی ہلک دیر میں بھی ہو اُسی کا فیض اے اہل کرم سکر یک رنگی مشوق و عاشق ہیں جو لوگ اتنی تیزی کرتے قاتلِ فحش کرنے میں سر آزاد رہا دیو علم میں طال دل کس سے کون ہجر کے حرفوں میں بھی ایسا اثر ہے ہجر کا رزق کی دست جو ہو منظور احوال کر دعا راہرو کا ذکر کیا ہو سر زمین عشق میں</p> | <p>صُحیح ہو خوشید روشن کا پتا ملتا نہیں ڈھونڈنے پر آدمی آئے تو کیا ملتا نہیں فیض بخشی پر کریم آیا گدا ملتا نہیں مل گیا جسکو کہیں اُس کا پتا ملتا نہیں اے یو تم سے کوئی بہر خدا ملتا نہیں رحم کر قاتل کہ بے تڑپے مزا ملتا نہیں روح نکلتے تن سے اتنا راستا ملتا نہیں کون ہے جس سے وہ عالم آشنا ملتا نہیں رہے ہو کہنے نہ جب تک راستا ملتا نہیں خواب میں بھی ساتھ والوں کا پتا ملتا نہیں برہمن کی ریت بھی بے اذنِ خدا ملتا نہیں دیکھ لین کیا رنگ کاہ و کہر با ملتا نہیں دم تو لینے دے تڑپنے کا مزا ملتا نہیں گاہ بیگانہ ہو کوئی آشنا ملتا نہیں لب لب وقت تلفظ اک ذرا ملتا نہیں بھیک کا ٹکڑا گدا کو بے صدا ملتا نہیں سیکڑوں منزل نشانِ نقش پا ملتا نہیں</p> |
|---|--|

جس بھد میں دیکھے ستر بہن مڑے اے امیر
خاک کے نیچے بھی کچھ انزوا ملتا نہیں

| | |
|--|---|
| <p>موتے مرگان سے تڑپے سیکڑوں جاتے ہیں حرم و دیر بہن عشاق کے مشاق مگر</p> | <p>یہی نشتر تورگ جان میں اُتر جاتے ہیں تیزے کوپے سے ادھر یہ نہ اُدھر جاتے ہیں</p> |
|--|---|

غم دنیا کا گزارہ مرے مسکن میں نہی
 کو نسا بل ہو جو زلفِ بتِ پرفن میں نہیں
 جو جن خوب ہوا دور ہوئی قید لباس
 اسکی آمد ہوئی گھبرا کے جو کہتا ہے یہ رنگ
 جو جنوں دستِ رازی کا ترے قایل ہوں
 چاہیے کیا مجھے عشرت میں کوئی اور گوا
 کہتے ہیں وہ خطِ رُخ جلد بنا اسی حجاب
 ڈھونڈھ لو گرمی ل جا کے گراں جانوں میں
 ہمہ تن ہو کے زبان کستی ہو قتل میں وہ تیغ
 آتش سے جو اٹھتا ہے دھواں کافی ہو
 جانتا ہو مری خاطر کی کدورت وہ ہر
 کبھی نڈان کی طرف بھی وہ پری آنکھ
 تیغ قاتل کا لبِ خشک ہو تزیج کے وقت
 دور کریج طبیعت سے کہ ہو سب کو عزیز
 تیرے بیتاب کو کیا سیر ہو گلشن کو پسند
 کشتہ تیغ تجھ پر ہوں میں اس محل میں
 کیوں لگاتے ہیں سرگورِ غریبان لوحین
 بزم میں جھکے نا کرتی تھیں شمعوں روشن
 تھی کبھی سایہ دیوار مکانِ ظل ہما

اشک ماتم کی جگہ دیدہ روزن میں نہیں
 زور یا کسی اڑتی ہوئی ناگن میں نہیں
 شکر ہو طوقِ گریبان مری گردن میں نہیں
 رخصت ہو گل کے گزراہ مرا گلشن میں نہیں
 چاک ہو کون گریبان کا کد امن میں نہیں
 کیا مرے خون کا دھبہ ترے دامن میں نہیں
 کام اس جگر قدم کمرے گلشن میں نہیں
 یہ سرِ ستار میں ہو

کون مرے جو مرے سایہ دامن میں نہیں
 کسکو پر دل ہے نوا بر جو گلشن میں نہیں
 ذرہ خورشید سے پیمان کی میز دن میں نہیں
 اثر اتنا کسی نجیر کے شبیوں میں نہیں
 خون اتنا بھی بہا رہی رک گردن میں نہیں
 عقدہ تار کی جا دیدہ سوزن میں نہیں
 آشیان طائرِ نیاب کا گلشن میں نہیں
 جان تصویر کے مانند مرے تن ہیں نہیں
 دفن لاشے ہیں فینہ کسی مدفن میں نہیں
 سو جھٹکا کچھ انھیں تار کی مدفن میں نہیں
 آشیان چند کا اب کون سے روزن میں نہیں

قبل کرتی ہے دوبارہ ہیں شرم آنکھی امیر
 خرم ستمیہ خم یار کی گردن میں نہیں

سرے قابو سے یہ دونوں کی دونوں نکل جاتے ہیں
 تماشگاہ ہر دیکھ نہزاروں آتے جاتے ہیں
 مکی ٹٹے پہ چڑھ کر وہ جو بال بے نگھاتے ہیں
 حافظ ہر یکتائی کا آئینہ منگاتے ہیں
 ہمارا ہی دل سٹی میں ہی ہم سے چھپاتے ہیں
 ہمیں کو اور اٹے اپنا دیوانہ بناتے ہیں
 لکاتے ہیں وہ سرمہ یا کوئی جادو جگاتے ہیں
 تری توار کا دم اپنے سینے میں چڑاتے ہیں
 جگھ دیتا ہو جو دل میں اُیک کا دل کھاتے ہیں
 گریبان بچھا کر پیوند دامن میں لگاتے ہیں
 کینت بوت کا بوجھ ایسے نازک بھی ٹھکتے ہیں
 نگین باقوت کا نیلم کی پٹری پر جاتے ہیں
 کوئی شیشہ کا ٹکڑا رستے میں بھی جو پاتے ہیں
 تے ہیں ہاتھ جب ہم لو ٹھکراتے ہیں
 ٹھورند و چلو واعظ تو یوں سر پھراتے ہیں
 مبارک مرگ نواہی دل وہ پھر سر ملگاتے ہیں
 لادیتے ہیں اتنا اصل کی شرب لگاتے ہیں

محبت کا براہول دور و کون یا بگر تھا مون
 گدگاہ جہان خالی نہیں رہتی ہو کثرت سے
 شعلہ مہر کس کس شوق سے آکر پہنچتی ہے
 طلب شانے کی ہو زلفِ دو تا کی خیر ہو یارب
 بہانہ ہو خابندی کا یہ بھی ایک شوخی ہے
 نظر اسپر نہیں کرتے خود آئے ہیں پر ہی بنکر
 نظر آتا نہیں کچھ دیکھنے والو کنکی آنکھوں میں
 عزیز ایسی ہو اسی قاتل کہ بس جان و دیکر
 حسینانِ جہان کھتے ہیں شاید درد کا شیوہ
 ہمیں خالی ہماری وحشتِ دل ہوشیاری سے
 جنازے پر جو آنے کو کوئوں سے تو کہتے ہیں
 گلور سی وہ نہیں کھاتے ہیں سیل کے ہونٹھون پر
 وہ میکش ہیں کہ رکھ لیتے ہیں سینہ چیر کر دل میں
 ہماری لہر شوخی تجھ کو سی زاہد خبر کیا ہے
 وہ اٹھی ہو گھٹا وہ برق چکی وہ ہمارا آئی
 دیا جاتا ہو شمشیرِ قضا پر باڑھ کا ڈورا
 نہیں ہی پیار بھی در پردہ انکا چھتر سے خالی

امیرِ افسردہ ہو کر غنچہ دل سوکھ جاتا ہے

وہ میلے ہو قیصرِ باغ کے جب یاد آتے ہیں

جل اٹھتا ہو جو یہ پہلو تو وہ پہلو بدستے ہیں
 بلا کا بھیس اد کا فر ترے گیسو بدستے ہیں

کبابِ سنج ہیں ہم کروٹیں ہر سو بدستے ہیں
 سیہ پوشاک بنکر خانہ مکعبہ میں جا ہوئے

| | |
|--|---|
| کوچہ یار میں اول تو گذر مشکل ہے شمس سان جلتے ہیں جو بزم محبت میں تھے اثر آب بقا خاک رہ عشق میں ہے تم جو چڑھتے ہو نظر پر تو تمھارے ہوتے زاہد و تم کو جنان ہم کو دریا پسند زندے کیا اہل عدم کو بھی بھنسا لاتے ہیں | جو گذرتے ہیں زمانے سے گذر جاتے ہیں نام روشن وہی آفاق میں کر جاتے ہیں وہی زندہ ہیں میان آکے جو مر جاتے ہیں سب حسنان جان ل سے اتر جاتے ہیں خیر جاؤ تم ادھر کو ہم ادھر جاتے ہیں زلف کے بال اگر تابہ کر جاتے ہیں |
|--|---|

| | |
|--|--|
| کیا اثر نام علیٰ میں ہو کہ لیتے ہی آسمیر کام بگڑے ہوئے جتنے ہیں سنور جاتے ہیں | |
|--|--|

| | |
|---|--|
| مے پین کیا کہ کچھ فضا ہی نہیں خضر کیا جانیں مرگ کی لذت شعر و صف دہن میں گسکے کہا کس طرح جائیں انکی محفل میں کیا سنیں گے وہ خلق کی فریاد لذت عیش و صل کیا جانیں کل تک تھا وہ ربط وہ اخلاص ہو ہمیں اب تو تیری الفت میں | ساقیا باغ میں گھٹا ہی نہیں اس مے سے وہ آشنا ہی نہیں ایسا صنمون کبھی سنا ہی نہیں جسکے دل میں ہمار ہی جا ہی نہیں کہتے ہیں جو کوئی خدا ہی نہیں اسمیں حصہ ہمیں ملا ہی نہیں آج وہ شوخ آشنا ہی نہیں صدہ وہ جسکی انتہا ہی نہیں |
|---|--|

| | |
|---|--|
| مرنے والوں سے کہتے ہیں وہ آسمیر کیا حق ساری کبھی قضا ہی نہیں | |
|---|--|

| | |
|--|--|
| مرے مرقد کو ٹھکانے قیامت نیلے آتے ہیں دیا ہو غسل یا رون کفن رنگین بچاتے ہیں ہماری بخودی تمہید ہو تیری نمائش کی | بڑا ہوں میں میان آکر تو یوں مچھوستانے ہیں تماشا ہو کہ کشتے کو ترے دو ٹھکانے ہیں مٹا کر نقش اپنا ہم ترانقشہ جہاتے ہیں |
|--|--|

مل فضا۔ یعنی۔ واقع دنیا اور جہت شرق فضا مستور در ہند میں فضا کے فزاعی اور میدان کے چون ۱۲ عبد الباقی ماسی۔

اکھی آئے کوئی حور باغ جنت سے
 جو اپنے ہاتھ سے دیتے ہو دو بجے تغیر
 ہزار مردوں میں زندہ رہا جو ایک تو کیا
 بغیر جرم ہوں یا مال شر ہم بھنسی
 شریک درد نباتات ہوں بشر کیسے
 کہو فلک سے ملائے نہ خاک میں مجھ کو
 صفا بنی ہو جہان میں مری کہ درت سے
 فسردگی ہے مری باعث خزان
 اٹھکے پردہ امکان قدم کو کیا دیکھوں
 وہ تیغ مہر ہے جس تیغ کا میں ہوں کشتہ
 بہلے اپنے ہی خرمن کو جو وہ ہوں سیلاب
 سکون دل ہو جو حاصل تو سامنے ساحل
 امیر فوج ظفر موج جرات و ہمت
 حریم لطف و عطا میں شمیم خلق نبی
 خمیر خاک سے مردم میں نور کا بتلا

اُبھر رہا ہوں کہ تنہا تہ مزار ہوں میں
 گناہگار نہیں تو گناہگار ہوں میں
 زمانہ مست ہو کیا خاک ہو اختیار ہوں میں
 کوئی گناہ کسی سے ہو شر سار ہوں میں
 پڑیں درخت پہ پتھر تو سنگسار ہوں میں
 کہ انتخاب جہان فخر روزگار ہوں میں
 کہے جو آنکھوں کو صاف وہ غبار ہوں میں
 شگفتگی میں تاشائے نو بہار ہوں میں
 کہ اپنی شکل سے آئینے میں دو چار ہوں میں
 نگاہ لطف ہو جس تیر کا شکار ہوں میں
 جلانے اپنے ہی دامن کو وہ شرار ہوں میں
 دکھاؤں جوش تو دریائے بیکنار ہوں میں
 وزیر اعظم سلطان تاجدار ہوں میں
 دم و خاک فحیدرین ذوالفقار ہوں میں
 شریک عام نہیں خاص کردگار ہوں میں

آمیر دل میں جو کچھ آگیا کیا موزون

زبان بند نہیں صاحب اختیار ہوں میں

کرم کہ تیرے کرم کا اُمید دار ہوں میں
 ہمیشہ گوشہ نشین ہوں خاکسار ہوں میں
 نگاہِ ذائقہ میں آنسوؤں کا مار ہوں میں
 کسی کی تیغ کھنچے قتل کو فگار ہوں میں

گناہگار ہوں یا رب گناہگار ہوں میں
 ہوا اُڑانے کے حبس کو وہ غبار ہوں میں
 کلوسے باصرہ میں موتیوں کا مار ہوں میں
 کسی کا تیر چلے صید پر شکار ہوں میں

نئی پونٹاک شمشاد کنار جو یہ لے تے ہیں
 سلمانوں سے ٹوپی آجکل ہندو بد لے تے ہیں
 پست میں جیسے بانے پیرت ہو بد لے تے ہیں
 چو اپنے موتیوں سے جو ہری آنسو بد لے تے ہیں
 چو چشمے نوز کے ہیں کب ہرنگ بو بد لے تے ہیں
 ادب سے بیٹھنے والے کہیں زانو بد لے تے ہیں

بہارا کی ہر صبح عید کا عالم ہو گلشن میں
 نزع کفر و دین ہو دور دور زلف عارض میں
 تری شہی نگاہیں سایہ مرگان میں پھرتی ہیں
 بہا میں کچھ تو پایا ہو انھیں اے چشم تر بہتر
 مے کمند ہو یہ آب وضو تیرا نہیں زار ہد
 تری غسل میں یہ دیوار کی کستی ہیں تصویریں

آسمیر اس بلغم میں ہر کرین کیا دم اُبھتا ہے
 نہ نخت چھوڑتے ہیں گل نہ کانٹے خود لے تے ہیں

وصل کی بنی ہیں ان باتوں سے تدبیریں کہیں
 خور و یون کی یہاں بتی ہیں تصویریں کہیں
 اوپر اوپر جاتی ہیں آہوں کی تاثیریں کہیں
 چونکا اٹھا ہو جو غل کرتی ہیں بغیریں کہیں
 خوف ہو مٹھ کی نہ کھا جائیں یہ شمشیریں کہیں
 حاکموں کے سامنے چلتی ہیں تقریریں کہیں
 پانوں سے میرے اتر جائیں نہ بنجریں کہیں
 بوسے دربان جاؤ کیا بٹتی ہیں جاگیریں کہیں

اگو کہ دیکھے خواب چھے ربے تدبیریں کہیں
 ہو پکے ہم جس شہر میں پوچھا یہ اہل شہر سے
 بھی نظروں سے بچے آخر گئے وہ دیکھنے
 قیدیوں کا اپنے اٹھ ظالم کو ہے ایسا خیال
 ابرووں کے ہر کس و ناکس کو تم کرتے جوقل
 وہ بت آئیگا تو بت بن جائیگا دعا بھی
 لا غری سے اپنی نذران میں یہ عکس خوف ہو
 اُسکے کوچے میں ٹھہرنے کو جگہ چاہی اگر

لاکھ محنت کی نہ نکلی وصل کی صورت آسمیر
 سامنے تقدیر کے چلتی ہیں تدبیریں کہیں

کر دو خوب نظر آنسو دل کا تار ہوں میں
 کہ پھر میں ہم تن چشم انتظار ہوں میں
 جدا ہوں عضو بدن ایسا سے ہزار ہوں میں

تمام تن میں ہیں چھالے اگرچہ زار ہوں میں
 بجا ہو سر سے قدم تک جو داغدار ہوں میں
 گرم کرے جو ہر شمشیر کیسی تنہائی

| | |
|--|--|
| <p>وقت فرشتہ تھا میں عبرت کدہ ہستی میں ایک کو ایک سے بڑھاتے جیسے کاہن شوق اشک سان خاک میں ملنا بھی مجھے طاعت ہے آبرو ہے یہ مری پیر معان کے آگے وحشت دل سے زمانہ میں پھرون مثل نگاہ روز دکھلاتی ہو دُنیا کا سپید اور سیاہ ہوں وہ مضمون کہ زلفے کو اگر ہاتھ آؤں اثر طالع و آثر لون سے عجب کیا ہے اگر ہوں میں مشاق شہادت کہیں حسرت تو ہے حشر میں وجد کنان قبر سے یارب کلون مجلس و عظم میں میں مست اگر جا بیٹھوں</p> | <p>کف افسوس ملی جس نے کیا گم بھک آنکھ اکتی ہے نگہ پر ہو تقدیم بھک لاکھ سجدے کے برابر ہے تیمم بھک مٹھ سے ساغر جو بکھلے تو دُغم بھک سات پردوں میں کرین قیدیو مردم بھک اس کی شام سہمی صبح تبسم بھک صورت گوہر نایاب کرے گم بھک تبغِ نجاست مرادِ دستِ تقدیم بھک خاطر غیر ہی سے قتل کرو تم بھک نفسِ صبور ہو آواز تر تم بھک منہجے کھینچ کے لیجائیں سرِ خم بھک</p> |
|--|--|

شرح کی طرح میں وہ سوختہ قسمت ہوں امیر
مولے کے جلا دیتے ہیں مردم بھک

| | |
|--|--|
| <p>لے گئی کل ہوسے جو سرِ خم بھک کعبۂ رخ کی طرف پڑھتی ہو آنکھوں سے نماز واہ اے بخود ہی شوق کیا خوب ملوک ہوں میں قطرہ جو نیسان کی نعل سے چھوٹوں نہیں معلوم وہ مہمان ہوئے ہیں کس کے غنجہ سانِ نرہتِ خاطر سے عدم کو پہنچا خلوتِ وصل میں کچھ کام نہیں باقی کا بے ثباتی میں نہیں کون سی جا میری نمود</p> | <p>ہوس کی طرح سے مستی نے کیا گم بھک چاہیے گردِ نظر مہرِ تیمم بھک اُسکو جتے ٹونڈہ نکالا تو کیا گم بھک کھینچ لے شوق سے آغوش میں غلام بھک آج گھر گھر لیے بھرتا ہے تو ہم بھک بالِ وپر ہو گئے لبِ وقت تبسم بھک جام سے بھر کے پلاؤں میں تھیں تم بھک دُرسے جتنے ہیں سب لکے ہیں انکم بھک</p> |
|--|--|

| | |
|---|--|
| <p>رگائے منہ بجے وہ نذر دست کب نہ کیوں کہو گے جو بجھے میں بھی ہی کو لگا تھیں ہوائیں باندھتے ہو کیا یہ جھوٹ کہ کہہ کر گمان دزد کفن ہو اگر نسیم لے مرے گناہوں کو اُنکی مغفرت کی نمود بتوئی زلف پر افشان غدار پر غارتہ ہوا جو قصر فریدون میں کل گذر اپنا رفیق بھولوں کی بدھی اُسے بھالتا ہے</p> | <p>برنگت ہمت تن چشم انتظار ہوں میں اگرچہ لنگر تکمیل سے کو ہزار ہوں میں اُڑا رہے ہو کسے کیا کوئی غبار ہوں میں تھس میں بند کہ مُردہ تہ فرار ہوں میں گناہ اگر نہ کروں تو گناہگار ہوں میں رہوں گا اگر حسینوں کے وہ غبار ہوں میں صدایہ آئی کہ اُجڑا ہوا مزار ہوں میں ملے بجھے تو اجل کے گلے کا مار ہوں میں</p> |
|---|--|

آمیر جاتی جوانی یہ مجھ سے کہتی ہے
 خزان نہ سمجھو مجھے آخری بہار ہوں میں

| | |
|---|---|
| <p>ٹھوکرین کھاتا ہوسرہ گام پر رفتار میں لیکھا تخت جگر لپٹے جو میں گلزار میں دیکھ سکتا ہوں کوئی باہر سے میں اندر کا حال بزم کثرت نور وحدت سے کبھی خالی نہیں</p> | <p>چال میری کوئی دیکھے کو چڑ دلدار میں برگ گل بکلی سمجھ کر لے گئی نثار میں درمیں رخنہ ہے نہ روزن یار کی دیوار میں چشم بینا ہو تو بونٹ سیکڑوں بلزار میں</p> |
|---|---|

حال آئینہ ہے میری جھجھ سائی کا آمیر
 مٹھ نظر آنے لگا سنب در دلدار میں

ردیف واؤ

| | |
|---|---|
| <p>صورت غنیمت کہاں تاب تکمیل اور تھا کون شب بھر مصیبت کا شریک مر کے راحت تو ملی پر او یہ کھٹکا باقی</p> | <p>مٹھ کے سو ٹکڑے ہوں آئے جو تبسم مجھ کو دیکھ لیتا تھا میں انجم کو تو انجم مجھ کو اکے عیسیٰ سرِ بابین نہ کہیں تم مجھ کو</p> |
|---|---|

| | | |
|--|--|---|
| | <p>جانتے ہیں جو حقیقت سے ہیں آگاہ امیر کن کے کئے سے ہے ہاتھ آیا تقدیم مجھ کو</p> | |
| <p>لغوش پاہوی دریا کا قلاطم مجھ کو نبجان چھوڑ نہ اسے تیغ تبسم مجھ کو مدتیں گزری ہیں گنتے ہوئے انجم مجھ کو رحم لے بیجری کرنے ابھی گم مجھ کو کھل گئی وجہ سید پوشی مردم مجھ کو گرد غربت سے مناسب ہو تیم مجھ کو کینچ نیچاے شوارعہ داغ مجھ کو ہاتھ آجائے اگر خشت سرخم مجھ کو دل بھر آتا ہے جو آتلبے تبسم مجھ کو کعبہ و دیر میں ڈالتے ہو کیوں تم مجھ کو زہر کی گانٹھ ہوا دانہ گندم مجھ کو بزم میں بھول گئی طرز تکلم مجھ کو</p> | | <p>اشک ساں جنبشِ شرکان نے کیا کم مجھ کو تجھ کو قاتل ہی کے لعل لبِ خندا کی قسم برسون چھلی ہو مصیبتِ شبِ تنہائی کی دیکھ لوں انکو ذرا نزع میں آ لینے دے خط بکھنے سے تم سے سوگ نشین ہیں آنکھیں شوقِ طوفِ حرمِ عشق میں باندھی ہو کمر شب کو ٹھون جو میں لاغر تو وہیں مثلِ کند ہوں میں وہ زندہ مسجد میں لگاؤں زاہد شمع ساں محفلِ عالم میں وہ ہوں سنجہ نخت صاف کد و نہیں دیدار دکھانا ہے اگر اسنے جنت سے جہنم میں مجھے پھینک دیا اسعد طولِ خوشی کو ہوا غربت میں</p> |
| | <p>و اسے قسمت کہ بیانِ قل کی حسرت ہو امیر اور وہ سمجھے ہیں سزاوار تر حم مجھ کو</p> | |
| <p>پھر جسے دل دیا ہو اُسکے جگر کو دیکھو لپٹے دہن کو دیکھو اپنی کمر کو دیکھو چڑھتے ہیں کسکے منہ پر شمشیر کو دیکھو جاگر و بان لڑی ہے میری نظر کو دیکھو بیچاہت منہ چھپا کر کیسا اثر کو دیکھو</p> | | <p>بہلے تم اپنی چٹون اپنی نظر کو دیکھو کیا حال پوچھتے ہو گم گشتگی کا مجھ سے اُس رخ کی گرمیوں سے ہو برقِ طور ٹھنڈی پتھر اگئی ہیں آنکھیں جس جا ملا لگہ کی ملا نہیں ہونالے مدت سے ڈھونڈتے ہیں</p> |

خُم بے تھا کبھی اکٹھے سے کم ایسا فی
مین تو کیا عکس سے وہ آئینہ روکتا ہے
دھوکھا کھائے ہوئے آدم کو زمانہ گزرا
مرد ملک ہوں کہ سویا ہوں اتنی کیا ہوں
مین ترا عکس تھا اس آئینہ بھستی مین

ابے ہی مین ہوں کہ ہے نظر وہ محکم
پیاد کی آنکھ سے دیکھا نہ کرو تم مجھ کو
ہنستے ہیں دیکھو کے اب تک لب گندم مجھ کو
دیدہ دل مین جگہ دیتے ہیں مردم مجھ کو
تو نے کیا پھیر لیا منہ کہ کیا گم مجھ کو

دیکھتا ہوں کبھی آئینہ تو روتا ہوں امیر
بہی صورت یہ خود آتا ہے ترسم مجھ کو

ن صفت گم
ہوں مین نقش قدم اس گنڈہ ہستی مین
مین جو مر جاؤں تو لے پیر مغان کہدینا
ہو مرے قتل کی یارب یہ خوشی قاتل کو
زندہ اعجاز مسیحا سے تو ہو سکتا ہوں
دی صدا دل کو جو اُس نیم مین تنہا چھوڑا
ہو سر عجز سے تا مثل گھر سجدہ قبول
لاہ و گل ہوں خس و خوار ہوں یارب کیا ہوں
پہلے ہے تو سنبھالے ہوئے پھل سے یارب
ہوں وہ میکش جو کروں رخِ درتوبہ کی طرف
انگہ مہر کمان یارب جفا پیشہ کہان
سوز دل و جد کا باعث ہو بیانِ مین
منظر بدست لگے یار کی سفاکی کو
بحث کو آگے جو داغ عظمیٰ مجھے آجائے یہ جو

ہر حجاب سے پر زور ہو احسَم مجھ کو
ایک ظاہر جو کرے چار کرین گم مجھ کو
منہجے کھینچ کے ڈال آئین پس خُم مجھ کو
بڑھ کے لے چار قدم تیغ تہمت مجھ کو
ضعف سے اٹھ نہ سکو گناہ کہیں قہر
ساتھ لائے تھے سہی نکلے لے تم مجھ کو
چاہیئے گردِ یتیمی سے تیمم مجھ کو
ڈوبتا ہوں تو ڈوبتا نہیں قلزم مجھ کو
نہ خودی راہ مین کرنا نہ کہیں گم مجھ کو
بہکے جاتے ہو بچا سے دہن خُم مجھ کو
ملک الموت سے ہے چشم ترسم مجھ کو
سیر می فریاد ہے آواز ترسم مجھ کو
قتل ہونے نہیں دیتا یہ تو ہم مجھ کو
لب دین ساغرے کے دہن خُم مجھ کو

| | |
|--|---|
| مری غزل کوئی رنگین سی چھانٹ کر پڑھو | مشاعرے میں جو آئے ہو تم تو پھل کے چلو |
| قضا کا کام ہے ہنگامہ کو سے قاتل میں | اتمیر خیر ہے مُنہ میں نہ تم اجل کے چلو |
| <p>آہ میں کھینچوں تو کھینچیں آپ بھی شمشیر کو اور خوشا وحدتِ ماکثرت کشا نیز نگ عشق اپنے بسمل کا ذرا شوق شہادت دیکھیے جانتے ہو لوٹا ہو خاک پر پنچیر کیوں ڈال دی عشاق کی لکھون پہ حیرت کی نقاب گردن و پہلو سے پنچیر نکلتی ہے صل کھینچے بیٹھا جو نقاش ازل حیرت کی شکل سینہ عاشق پہ جڑ دے یا رب جو ہر کھلن دست باز دو کرے تکلیف کیوں ہو دیکھیے صاف کھینچا چاہتا ہے شکل حیرانی اگر پیاس لاکھوں کی بھلی راہ رمی دی یادلی پوچھتے کیا ہو تجھے بے بال و پر کسے کیا خود میں کھنچ جاتا ہوں زور ناتوانی دیکھنا زلف میں حلقے بنائے ہیں شرارت دیکھنا چلتے چلتے تھک گئی ہو مُنہ موٹے خوش ہے لب پر آئی آہ اُدھر صحت جب اُٹھی اسکی نظر سایہ شاہد ہوں ہر دعویٰ خونفشان کا کرے</p> | <p>بانگین کی نوک رکھیے کاسیے اس تیر کو دیکھتا ہوں ہر مرقع میں تری تصویر کو دے رہا ہے کیا گلے بل بل کے دہم شمشیر کو ڈھونڈتا پھر تلے مقتل میں تھا رے تیر کو واہ کس دے میں کھا حُسن کی تصویر کو آفرین اس تیغ کو صد آفرین اس تیر کو رکھ لیا پیش نظر پہلے مری تصویر کو چو کھٹا درکار ہے اُسی شمشیر کو آپ رکھ لوں جیر کر پہلو میں تیرے تیر کو آنے پر کھینچ اسے مانی مری تصویر کو پانی پی پی کر دے عین دن تری شمشیر کو یہ پر پرواز پر کسے ویلے ہیں تیر کو کھینچتا ہے جب کبھی مانی مری تصویر کو طوق پہنائے ہیں کیا اس شوخ نے زنجیر کو بسملو شد دم لینے تو دہم شمشیر کو دیکھنا کیا تیر پر رو کا ہے ہم نے تیر کو ابے یے سو فار کو بخشیں زبان شمشیر کو</p> |
| دعج بھی کر ڈال تڑپاتا ہو کیا پنچیر کو | لوٹتا ہو خاک پر مری ترک مُنہ اتمیر |

| | |
|---|---|
| لیٹا جو قبر میں ہیں منہ سے کفن ہٹا کر غیر دیکھے منہ تو ہے ہیں میں شکل آئینہ جون حالت مریض غم کی کچھ تم بھی جانتے ہو کس مرتبہ کو پہونچا آخر یہ رفتہ رفتہ آخر ہے وصل کی شب فسرہ کیون نہوں ہم رکتے ہی خط کمر میں پر لگ گئے ہیں گویا | بولی یہ مجھ سے غربت لو اپنے گھر کو دیکھو مخ پھر دامن طرف سے صاحب ادھر کو دیکھو ایک ایک غش کو دیکھو دو دو پہر کو دیکھو اس آستان کو دیکھو اور میرے گھر کو دیکھو رنگت اڑی ہوئی ہو شمع سحر کو دیکھو جاتا ہو کس غشی سے وہ ان نامہ بر کو دیکھو |
|---|---|

کیا وصل ہو وہ کافر تم اے امیر مومن
کتنے جدا جدا ہیں شام و سحر کو دیکھو

| | |
|--|--|
| گلے کشیں گے نہ یوں پیرے بدل کے چلو جنون بہار میں دیتا ہے ہکویہ ترغیب برنگ صفحہ نقاش ہوز میں رنگین خوام یار کا طو اُس کی کباب سے تیرے قول سرمزار غریبان ہیں جا بجا پتھر سر کفن ہیں کے چلین گور کی طرف عاشق بدل نہ جائیں کہیں میرے راہ میں تیور سنا ہو محبت آتا ہے دو گھڑی کے لیے لے ہو ہکو جو میلے میں تم تو عجبنت کیا بہار آئی ہوا میں ہیں پھول خوشبو بر رجوع کفر میں اسلام ہم سے کہتا ہے اگر تھیں نہیں فرصت تو کبہ تیغوں سے نصیب دشت میں لائے ہیں وحشیو تلو | چلے گی تیغ سر رہ ذرا سنبھل کے چلو چمن کو خانہ نہ نیمیر سے نکل کے چلو خاجو باڑن میں میرے لہو کی بل کے چلو نہ آئے گرمی رخسار لاکھ جل کے چلو لگے نہ پاؤں کو ٹھوکر ذرا سنبھل کے چلو جو امید گاہ کو تم پیر میں بدل کے چلو چلو جو ساتھ نہ تیور ہی بدن بدل کے چلو قرح کشو کہیں اب یکدے سے تل کے چلو دزا تو ٹھہر کہیں شہر سے نکل کے چلو نخل ہوں عطر جو تم پیر میں مل کے چلو کر سوئے بلکہہ کعبے میں پھلے جل کے چلو کہ طلق جمع ہے تم میان سے انگل کے چلو اچھلتے ہوئے سونا اچھل اچھل کے چلو |
|--|--|

| | |
|---|--|
| <p>اے دل کوئی انیس شب تار بھی تو ہو اے حسن خود فروش خریدار بھی تو ہو اے آفتاب حشر نمودار بھی تو ہو دست بٹو میں شیخ کی دستار بھی تو ہو پہلے شراب پی کے گنگار بھی تو ہو آئے ہمارو رونق گلزار بھی تو ہو برجھی کی نوک دل سے مرے پار بھی تو ہو راضی تھار سارے دیوار بھی تو ہو پرے میں خاشی کے کچھ اظہار بھی تو ہو اگرستہ ہے فوج علمدار بھی تو ہو</p> | <p>چھاتی سے میں لگائے رہوں کیونک داغ کو گر ہم نہیں تو رونق بازار عشق کیا پہلے میں چاہتا ہے کہ ہنگامہ ہو بیا اتنی اُداس صحبت سے واہ میکش زاہد امید و حبت حق اور بیجوے ساقی ابھی سے جاؤں میں کیا بہر میکشی بجائے نگاہ کو تیز سی یہ ہے گھمنڈ سوؤں میں آ کے دھوپے پاؤں مانا اگر کیونکر ہو درد دل کی ہائے لے خبر اشکون کے ساتھ عشق میں نالہ ضرور ہے</p> |
|---|--|

ساقی اُداس کیون نہو بزمِ دُکھو
میخانے میں آمیرِ سینوار بھی تو ہو

| | |
|--|---|
| <p>وہ حسن کیا ہے حسن جو خاطر نشین نہ ہو کیونکر ہو دل شگفتہ جو عزت نشین نہ ہو وہ یاس ہے کہ وصل میں بھی ہر گاہ پر راحت کی جستجو میں بہن اہل جہان عبرت ایک لے خلق پر ہے یہ غش مودی فلک ساحل سے ہوں میں تشنہ دہر خج دکنار کوش مانند بے گل چمن دہر سے نکل نام اُس حسین کا قلب مُصفا پہ نقش ہے ہستی جہان کی ہستی حق پر دلیل ہے</p> | <p>اُس کام کا وہ نام جو نقش نگین نہ ہو پھوٹے پھوٹے نہ دانہ جو زیر زمین نہ ہو دڑتا ہوں میں کہیں نہ وہ اپسین نہ ہو ہاتھ لگے وہ کسی کو کمان جو کہیں نہ ہو بے سائب چاہتا ہو کوئی آستین نہ ہو کدو کہ بھر موج سے چین بر حسین نہ ہو ایلیخ بے ثبات بن عزت نشین نہ ہو کیونکر اس آئنے پہ گمان نگین نہ ہو کیونکر جہان ہو جو جہان آفرین نہ ہو</p> |
|--|---|

ادکمان ابرو سمجھ کر پتھر کو
 ہو چکا میں قتل تو اس سے فضلے یہ کہا
 نظر اُس کی مچھری تیری پڑھی
 فصل گل میں گل کھلے تازہ ہوا نخل کُسن
 رنگ وحدت دل میں کترے سما جلتے اگر
 جیر کر پہلو کو دل نکلا ہے مشتاق نگاہ
 عشق دزدان کا ہون مجرم ہونا بھی حسبِ حال
 ناز کو نہ کر ہو گناہوں پر نہ مجھ کو اسے کریم
 بچ کی باتیں ہر شانے ہی سے اس زلف یار
 صفحہ زخسار جانان پر لکھا کیا خوب خط
 کس کو کتے ہیں نشانہ کس کو کرتے ہیں شکار
 جب کمان سے چھوٹا ہو زمین کرتا ہو مقام
 دل کی ہوتی ہو درستی جتنی ہوتی ہو شکست
 پوچھتی ہر شمع پر دانوں سے تیری داستان
 قالبِ خاکی سے ہر دم جو یہ تہذیبِ اجل
 بانوں پناہ درمیان تھا کھل گئے عقدے نام

سخت جانی سے کہیں صدمہ نہ پہنچے تیر کو
 مبارک آج سے فرصت ملی شمشیر کو
 بل پرے شمشیر میں سبھا کیا جب تیر کو
 گر چکا تھا ان جوانوں نے سنبھا لا پیر کو
 ایک برگ گل پہ کھینچوں باغ کی تصویر کو
 کیا تماشائے ہف لینے چلا ہے تیر کو
 موتیوں کا چاہیے دڑہ مری تعزیر کو
 پیار کرتی ہو تری رحمت مری تعصیر کو
 خوب ملجھاتا ہو دل ابھی ہوئی تقریر کو
 جو مولوں بانوں جو دست کا تب تقدیر کو
 ترک زدوا میں گئے کیا پنجیر سے پنجیر کو
 خوب سیدھی راہ دکھلائی ہو تے تیر کو
 کرتی ہے آباد بربادی اسی تعمیر کو
 محلِ شکار تے ہیں بلبل سے تری تقریر کو
 خاک میں اگردن ملا دیگئے ہم اس تعمیر کو
 سخت مشکل تحقیق زوایاں جھیلنی شمشیر کو

ل میں گھر آسکا ہو گردن تک گذرا سکا امیر

تیغِ قاتل سے جگھ ابھی ملی ہے تیر کو

موسیٰ سا کوئی طالب دیدار بھی تو ہو
 تیری سی اُسین تیزی رنار بھی تو ہو
 حیثیٰ ہیں سیکڑوں کوئی بیار بھی تو ہو

لھر لھر تجلیاں ہیں طلبگار بھی تو ہو
 تیغِ یار کیا کوئی قابلِ ہوبرق کا
 دل دردِ ناک چاہیے لاکھوں ہیں غوبرو

تا بہ مرہ
پہلی ہے امید
ہوں وہ پیاسا فوج کے دم بھی میں سیرا پہل
زیست پیری میں کمان رونق جوانی کی گئی
تیغ کھینچے میکے کی سمت اگر آئے وہ ترک
آبادی ہو اگر بلبل کے اشلون کی یہی
داغ دل سے گرم اپنی خاک ہو کیا ہو عجب
ور بھی گدوٹا ہوا چو پاتل ہے ضعیف
حسرت دیدار میں کھینچوں اگر میں آہ سرد
پھین کر رخت سفر یا مال ظالم نے کیا
اُس مٹی آو وہ لبک وصف کیا کوئی کر
چھپرتی ہو روئے سے قاتل کی تیغ آبد
حسرت دیدار ہو ہلکو مکان یار کی
میں اگر رونے پر آؤں صورت ابر ہارا
اسقند ہو بخیرہ کو غم جو دیکھے میرے زخم
اِس گلستان میں ہو مجھ سا کون طائر بے نصیب

مجھ سے تر دامن کا بھی شاید کہ درن خشک ہو
حلق میں پانی بسان آب آہن خشک ہو
کیا ہے روشن چراغ ایدل جو زخم خشک ہو
بت کا نہ رہ آب ہو خون برہمن خشت
ہر یقین فصل خزان میں بھی گلشن خشک ہو
چادر گل پڑے ہی بالائے مدفن خشک ہو
پانہاں گاؤں دھقان ہو جو خر من خشک ہو
ایک جھوٹے بین یقین ہو نخل ایس خشک ہو
یا نوں شل ہو جائیں یارب دہن خشک ہو
سلسلے سب کے زبان برگ سوسن خشک ہو
غیر ممکن ہو کہ اپنا خیمہ گردن خشک ہو
نیدہ ترکیا برنگ چشم روزن خشک ہو
سبز ہو دم بھر میں برسوں کا جو گلشن خشک ہو
جان مثل شستہ تن مانند سوزن خشک ہو
نوں کھون میں جان غار نشین خشک ہو

کیا حرات ہے لگاؤں میں اگر سٹھ سے امیر
جام مثل چشمہ خورشید روشن خشک ہو

| | |
|---|---|
| جھوڑ و نہیں ابے تو حیا کو لڑکاؤ نہ گیسوے رسا کو ظالم تجھے دل دیا خطا کی کائناتوں سے کو پہنحال لینا | کیا ٹھنڈ نہ دکھاؤ گے خدا کو چپچپے نہ لگاؤ اس بلا کو بس بس میں پہونچ گیا سزا کو آتل ہے غش اس برہند بلا کو |
|---|---|

آٹھان تھاجو ہمارے منظور نظر

ذبح رگ رگ کے کیا تیغ ادا نے ہکو
وہ پرکاش تھے اس گلشن ہستی میں امیر
دوش سے پھینک دیا باد صبا نے ہکو

تیغ پر تیغ دیے زلف دو تانے ہکو
پرنگائے یہ ترے تیرا دانا ہکو
تو وہ تیرون کا کیا تیرا دانا ہکو
تیرے بیمار سے یہ بخیری کہتی ہے
کہتے ہیں حشر وہ رفتار سے برار ہے
کی ہے جب شوق سے منعم کی عمارت پہ نظر
سائے عالم میں یہ شہرت ہو قضا نے مارا
وہ کہیں گئے نہ اٹھا صدمہ فرقت دو دن
دفن بھی اپنی نگہ میں نہ کیا ولے نصیب
ڈھیروں انگوڑے لٹے ہیں باقی لیکن
عیش کرنے کو تو تمکو کیا ہے پیدا
عشق ابرو میں خدا پار لگائے بیڑا
حیرت عارض جلاد سے سکتا جو ہوا

کن بلاؤں میں پھنسا یا ہو خدا نے ہکو
تھک گئی دوڑ کے پایا نہ قضا نے ہکو
شکر صد شکر لگایا تو ٹھکانے ہکو
کہ خبر کو تری بھیجا ہے قضا نے ہکو
ایسے کتنے ابھی فتنے ہیں جگانے ہکو
عبرت آئی ہو وہیں گور جھکانے ہکو
واہ کس پرے میں مارا ہو ادا نے ہکو
موت کیوں آئی ہے یہ دل لگانے ہکو
مر گئے پر بھی لگایا نہ ٹھکانے ہکو
ہاتھ آتے نہیں دوچار بھی دانے ہکو
رنج اٹھانے کو بنایا ہے خدا نے ہکو
آب شمشیر میں غوطے ہیں لگانے ہکو
آئی تیغ اجل آئیت دکھانے ہکو

آج تو ما غضب اس در دانا نے ہکو
آج تو ما غضب اس در دانا نے ہکو

ہوں بے گل تلک بچوں تو گلشن خشک ہو
چاہتا ہے سوز فرقت اس محبہ حسن کا
تازگی ہوئے جانان کی ننھا کے سبب
مش خا آشیان شاخ لیشمن خشک ہو
تن میں مش خا رہا ہی ہر رگ تن خشک ہو
چاہ جس گلشن میں ہو کیونکہ گلشن خشک ہو

| | |
|---|--|
| گیا تھا لیکے خط آیا ہے ہاتھ کٹوا کر اٹھاؤ آنکھ یہ کیا شرم ہے خدا سے ڈرو بغیر غم نہیں ممکن حصول دولت دہر | ذرا خدا کے لیے شان نامہ بردیکھو کسی کی جان کا ہو جائیگا ضرر دیکھو نظر جو آئے محرم کا چاند زر دیکھو |
|---|--|

امیر جلوہ وحدت سے آشنا ہو جو دل
وہی ظہور وہی شان ہے جدھر دیکھو

| | |
|---|---|
| دل ہو دابتہ کسی لطف سے کچھ ہو فکر نیجا ہے طبعیو مرض عشق ہو یہ دیکے خط اب کسے بھون کبر آئے مطلب رہل گئے وہ کسی رستے میں تو مانند غبار جان پر کھیل گیا میں تو کہا اُس سے نظر آ جائے جو اُس نے لطف سیہ کی ناگن تیرے بیمار محبت کی ہے صحت شکل سخت جان ہوں کٹ جاؤں اگر شرم میں ہو نسا دہن تنگ کا دشوار بہت تو بھی آخر کسی در کا ہے گدا کی سلطان نہ عبت کی وہ آنکھیں وہ اُلفت کی بکاہ بادہ سُرُخ لے تم سے یہ اُمید کمان مستوق در دولت پہ کھڑے ہیں کب سے کوے جانان میں کوئی دم تو تھیر جائے پائون | اب تو سرین میں سودا ہوا سے کچھ ہو غیر ممکن ہو کہ تخفیف دو اسے کچھ ہو جب قاصد نہ کہو تر نہ صبا سے کچھ ہو ہم پٹ جائیگے دامنِ قبل سے کچھ ہو میں نہ سمجھا تھا کہ تم فضل خدا سے کچھ ہو ڈال دوں ہاتھ مقرر میں بلا سے کچھ ہو فکر ہو لاکھ دوا سے نہ دعا سے کچھ ہو شرط بدتا ہوں جو پھر تیغ قضا سے کچھ ہو حلِ مطلب ہو تو شاید شعر اسے کچھ ہو عفو لازم ہے جو تقصیر گداسے کچھ ہو حائل کس سے کون تم تو خفا سے کچھ ہو میںجو تم تو مرے خون کے پیاسے کچھ ہو اب تو ہکو بھی عطا نوان عطا سے کچھ ہو ایسی فادامری نظر شش پاسے کچھ ہو |
|---|---|

عالمِ فقر میں تحلیف گوارا ہے اسی سے
نہ طین گے نہ طین گے اُمرا سے کچھ ہو

| | |
|--|---|
| <p>بیل کو لے جا باغبانی امی حضرت دل بتو کو سجدہ گل کر گئی میری شمع تربت کو چے میں ترے سایہ آرام اتنا بکیے کہ کچھ کہے وہ کتاب ہے یہ شوق قتل ہر دم کیا کیا تری چشمیں بچا نہیں دکھلا کے ہم اپنی سخت جانی ہاتھ آئے اگر نگین حسرت راضی برضا ہوں امی صنم میں</p> | <p>روکے دربار پر صبا کو اتنا تو نہ بھولے خدا کو کیا موجد یہ آگئی صبا کو نیند آگئی چشم نقش پا کو یوں ٹھوہے قفل مدعا کو دم لینے نہ دیجئے قضا کو دھوکے دیئے تیرے خطا کو غصہ دلواتے ہیں قضا کو کھدو ایسے نقش مدعا کو جو کچھ منظور ہو خدا کو</p> |
| <p>کستی ہو امیر اس سے شوخی اب منہ نہ دکھائیے حیا کو</p> | |
| <p>وصال پر ہی جو وصل امتحان کر دیکھو خدا کی شان کہ دیکھیں ہم آپکی آنکھیں پڑا ہوں ہجرین مرنے کی طرح بستر پر جنازہ غیر کا نکلا ہے تو نکلنے دو مری طرف سے کہے کوئی حضرت غم کو کسی کا دل نہ دکھاؤ خدا کا خوف کر دو چھپا چھپائے نظر بازیاں ہوں غیور سے دکھا کے تیغ کو تڑپا رہے ہو دیر ہے کیا ہے سحر عشق کہ جلتے نہیں پر بیل</p> | <p>آمیر یوں ہی سہی چند روز مرد دیکھو نگاہ تک نہ کرو تم ادھر ادھر دیکھو ابھی تو جان سی آئے جواک نظر دیکھو ہمیں کو بیٹو جو چلین سے جھانک کر دیکھو بہت ہے مے دلیں اب اور گھر دیکھو ذرا یکھے پر اپنے تو ہاتھ دھر دیکھو ہمیں سے اٹھ چڑانا ذرا ادھر دیکھو جو دیکھنا ہو تماشا تو ذبح کر دیکھو لگی ہو کاش گل باغ میں جدھر دیکھو</p> |

داستان میری پسند آئی مرے صیاد کو
خسف ایسا ہی کہ رگ ملتی نہیں فضا کو
جشن شادی کا کیا خلعت دیا جلا کو
کیا پریشان کر دیا مجموعۂ اضلا کو

شکر کرتا ہوں کہ پایا قدردان مدد کے بعد
لیا کھیلنگی فصد کیا سودا ہمارا ہو گا کم
خوش ہوا ایسا وہ میری قتل کی سن کر غیر
کس طرف سے آگیا جھوکا ہوئے مرگ کا

قید تھی مدت سے اب آزاد ہوئی ہو آمیر
روح نکلتے گی دعا دیتی ہوئی جلا کو

| | |
|------------------------------|---------------------------|
| پہلے تو مجھے کہا نکالو | پھر بے غریب ہے بلا لو |
| بیدل رکھنے سے فائدہ کیا | تم جان سے بھگو مار ڈالو |
| اُسے بھی دیکھی ہیں یہ آنکھیں | انکھ آرسی پر سمجھ کے ڈالو |
| آیا ہو وہ سہ بچھا بھی دو شمع | پر دانوں کو بزم سے کالو |
| گھبر کے ہم آئے تھے سوئے حشر | یاں بیش ہے اور ماجھالو |
| تکے میں گیا تو بین چکا را | شب تیر ہے جاگوسنے والو |

اور دن یہ آمیر تکیہ کب تک

تم بھی تو کچھ آب کو سبھاؤ

بھولے سے بھی بھلی کوئی آتی نہیں بھگو
آواز جس میں بھی تو جگاتی نہیں بھگو
مٹھ دُختر رز بھی تو لگاتی نہیں
کیسی ہی بہ آئے کھلاتی نہیں بھگو
کہتے ہیں لگاؤ بہت آتی نہیں بھگو

آتی بھی ہو تو آپ میں پاتی نہیں بھگو
مردوں کو جلاتی ہے جگاتی نہیں بھگو

غربت میں وطن یاد دلاتی نہیں بھگو
س منٹھ سے کروں قافلہ والوں کی شکایت
ساتی کا گلہ کیا ہے جو دیتا نہیں بوسہ
میں غنچہ پرمردہ ہوں گلزار جہان میں
ششاق شہادت کو وہ دو ہاتھ لگا کر
نیا خبری ہو کہ خبر یار کی مجھ تک
لٹا ہے قیامت سے ماطالع خفت

| | |
|---|--|
| غلک سے بخونہ آئینے میں آئندادیکھو چشم پوشی کا میں کرتا ہوں جوئے شکوہ نوازندہ میں عیسیٰ نے بہت سر مارا پھرنے کے لیے دال کے تھے ہم یان اسی جان | جانے دو اپنی طرف اسی گل رعنا دیکھو آنکھیں کھلاتے ہیں وہ اور تماشا دیکھو تم بھی اس قالب بے روح کو ٹھکرا دیکھو کے لیے جان بھی نذر اور تماشا دیکھو |
|---|--|

شوق اس کچے کا کتا ہو یہی ہم سے کریم
خود چلو دوڑ کے قاصد کا نہ رستا دیکھو

| | |
|--|---|
| میرے پہلو میں جو دیکھا خنجر جلا د کو ہوئے اولیاء بھلا تا ہوں جو میں فضا د کو ہر جو کھوے بھلی کبھوے خزان جب آگئی قتل کرنے کا مرے اللہ سے اس ظالم کو شوق یاد میں اک شک جیسی کے جو میں مرنے لگا حاک ہونے پہ بھی ظالم نہیں ہوتا عویر دیر خنجر او دل بسل رپ ابھی نہیں سائے رحمت میں تیرے بلکے بیٹھی اے کریم مجھ سا صید فتنہ طالع کون ہو گا عندیاب دو قدم اس فتنہ عالم نے چل کر ناز سے جرم میرا کیا اگر قدموں پہ سرکٹ کر گرا کیون نہیں بھائی عدو کو میری نظم طبع زاد بھری اس کے قدموزن سے ہو جو عظیم شوق بڑھنے کا ہوا اس طفل کو سننے میں ہم عید موسیٰ کو ہوئی برقی تجلی کی مگر | دل سے لاکھوں حسرتیں نکلیں مبارکباد کو ساتھ لالہ ہے حمایت کے لیے جلا د کو رحم آیا بھی تو کب آیا سے صفا د کو حکم مینوں دیدیے بیکبارگی جلا د کو بچکیاں کہیں دم آخر دیا رکیب او کو کب کوئی دیتا ہے مٹی کشتہ فولاد کو قہر ہو جائیگا اگر رحم آگیا جلا د کو کیا ٹھکانا ہاتھ آیلے مری فریاد کو فوتہ بخشی سے مری نیند آگئی صفا د کو خوب لڑو یا جمن میں قمری شمشاد کو خیر جانے دیجئے کیا کیجئے اُفتاد کو دوست کھتی ہو عقیقہ خیر کی اولاد کو گندہ دوزخ کا بنا لیا خدا شمشاد کو خردہ مکتب کو مبارک مرگ نوا ستاد کو پہلے نکالے ہیں غش آیا مبارک باد کو |
|--|---|

| | |
|---|---|
| ساتی یہ صراحی تو چھلکاتی نہیں جھکے اسے لغزش پاؤ بھی گراتی نہیں جھکے | سیکش میں بلا نوش ہوں تم ٹھکے سے لگائے اگر دش مری قسمت کی چھڑاتی ہو وہ کوہِ |
| میں گل ہی امیر آپ کو اس باغ میں سمجھوں قسمت مری اتنا بھی ہنسائی نہیں جھکے | |
| دل میں ہزار درد اٹھے آنکھ تر نہو دو چار سو برس تو الٹی سحر نہو دھڑکانے مجھے یہ ہے کہ کسی کا جگر نہو دھو کا ہوا یہ مجھ کو کہ اُس کی کمر نہو گردن پہ آفتاب نہو یا فسر نہو میں خوش ہوا کہ یار کا یہ نامہ بر نہو بیکار ہے صدف جو صدف میں گھر نہو صحبت ہزار سال ہے کچھ اثر نہو نچے نہ آفتاب الٹی سحر نہو | اسے ضبط دیکھ عشق کی انگو خیر نہو میت میں شام وصل ہوئی ہر مجھے نصیب اک پھول ہو گلاب کا آج لٹکے ہاتھ میں دھونڈے سے بھی معنی باریک جب لا فرقت میں یاں سیاہ زمانہ ہے جھکے کیا دیکھی جو صورت ملک الموت نزع میں آنکھیں ملی ہوں اشک بہانے کے واسطے الفت کی کیا امید وہ ایسا ہے بیوفا طولِ شب وصال ہو مثلِ شبِ فراق |
| مٹھ پھیر کر کہا جو کہا میں نے حال دل چپ بھی رہو امیر مجھے درد نہو | |
| ر دینے ہلے ہوز | |
| طوبی سے بھی بلند کون اسکو چار ہاتھ ہیں دامنِ قضا کے لیے سیکر رہا ہاتھ پیدا کیے تھے کیوں مرے پروردگار ہاتھ ہے پانوں کا تصور نہ تقصیر دار ہاتھ | آیا نہ مر کے بھی شجرِ قدیار ہاتھ بیری میں ضعف سے یہ نہیں عیشہ دار ہاتھ بہوچے کھنچے خواب میں بھی اُس کے پانوں تک دل کو مرے پچھا وہ یہ بیڑی یہ تھکڑی |

| | |
|--|--|
| دہ جنس ہوں بازارِ جہان میں کہ تضا بھی مچاتی سے لگاتار نہیں تو قتل ہی کر یار سکتا ہے مجھے دیکھ کے رُخسارہ قاتل کچھ عار نہیں تیری خوشامد سے پرے یار وہ مجرم بقدر ہوں مقل میں تیرے جھوٹوں بھی مجھے خوش نہیں کرتی مری تقدیر آئینے کی صورت ہم تن چشم ہوں لیکن | لینے کا تو کیا ذکر چکاتی نہیں مجکو یہ روز کی تکرار تو بھاتی نہیں مجکو کیون آنہ شمشیر دکھاتی نہیں مجکو مجبور ہوں میں اس سے کہ آتی نہیں مجکو تواری تری ہاتھ لگاتی نہیں مجکو تصویر کی صورت بھی سناتی نہیں مجکو اسپر بھی وہ صورت نظر آتی نہیں مجکو |
|--|--|

ہے خواب میں آئینا امیر اس سے جو وعدہ
موت ایک طرف نیند بھی آتی نہیں مجکو

| | |
|---|---|
| پورے میں بھی منہ موت دکھاتی نہیں مجکو اُفتادہ کیا موت جو آتی نہیں مجکو اس تنگ قضا سے میں نکل جاؤں کہیں در سر پر سے مرے ہو کے چلی جاتی ہو خلقت اس در سے کہ برہم نہو ہنگامہ عشر تجے گور ہی تک سب کے منہ دیکھنے والے لاغر ہی میں ایسا ہوں بھاری نہیں تقصیر اگر تی نہیں کب دختر ز مجھ سے شرارت کوپے سے تیرے میں جو نکلتا ہوں تو دشت لے آتے دل ہاتھ میں قاتل کے ہو تلوار ہو جاؤں میں دو ہاتھ میں اس پاسے اس پار میں مست بھلی و دختر ز نشہ میں ہوں چور | کافور سے بوئے کفن آتی نہیں مجکو ہوں ناز کسی کا کہ اٹھاتی نہیں مجکو دشت مری وہ راہ بتاتی نہیں مجکو کیا نقش قدم ہوں کہ اٹھاتی نہیں مجکو آتی ہے قیامت تو جگاتی نہیں مجکو اب ایک کی صورت نظر آتی نہیں مجکو بستر یہ مری موت بھی پاتی نہیں مجکو کس دن یہ پڑی آگ لگاتی نہیں مجکو ہے کو لٹا کو چہ کہ جھکاتی نہیں مجکو اک دو قدم اور آئے برہانی نہیں مجکو تلوار تری گھاٹ دکھاتی نہیں مجکو کیون دُر کے مانند بھاتی نہیں مجکو |
|---|---|

طوغ غم بھی ہمد لانا لہ شہیر کے ساتھ
 تیر پر تیر لگا دیکھ کے اوصد افکن
 کیا شہیر گلگون نے دکھایا عالم
 ٹانگ بالون میں ہوا بروہو قریب مرگان
 حشر تک کشمکش زندگی و مرگ رہے
 عرصہ جنگ میں بھی نیچے سے اوساقی
 کیا ہوا تیری نگہ سے کوئی زندہ جو بچا
 تو نے تیوری جو چھائی تو ہوئے سب قاتل
 بھڑستی میں کمان چشم بقا شل حباب
 میوے ہوتے نہ چھری پھر کسی پر اوٹھ کر
 ہوں وہ دیوانہ رہا ہوں کے بھلی ندان میں را
 دی سزا اس نے گناہوں کی بھہ ہنس ہنس کر
 سیرے پھنستے ہی تنگ سے چٹا شوخ تنکار
 بھر دیا ردیہ رگ رگ میں غم گیسو نے
 خطر خسار کو اس مہر کے کیا یاد کیا
 ناتوانی سے بمانک ہیں ابیری میں شک
 اس طرح ساتھ ہو کر دون کے مرانا دل

لکھ پایا کو پہر چاہیے شمشیر کے ساتھ
 لوٹ جائے نہ قضا بھی کہیں شہیر کے ساتھ
 کچھ گیارنگ میں نقاش بھی تصویر کے ساتھ
 تیج غریبان وہ سپر پر یہ کمان تیر کے ساتھ
 تم دیم ذبح کئے یار جو تکبیر کے ساتھ
 کیا مزہ جو چیلے جام بھی شمشیر کے ساتھ
 تھک گئی ہاے اجل دوزخ کے اس تیر کے ساتھ
 کچھ کٹیں سیکڑوں تیغیں تری شمشیر کے ساتھ
 آٹھتی ہو صبح خرابی مری تیر کے ساتھ
 کاٹ ڈالو نگا گلا گردن نجسیر کے ساتھ
 کٹ گئے پائوں بھی شاید مرنے بھیر کے ساتھ
 ڈر پایا بے دُرہ تعزیر کے ساتھ
 کٹ گئے تیر کے پر بازوے پنجیر کے ساتھ
 بڑی ہڈی مری غل کرتی ہو زنجیر کے ساتھ
 شرح شمشیر پڑھی حاشیہ میر کے ساتھ
 پائوں اٹھ جلتے ہیں اب نالہ زنجیر کے ساتھ
 جسطرح راہ میں رہتا ہو عصا پر کے ساتھ

بات سید می مری ہو جاتی ہو انکی جو آمیر

ضد ہے شاید مری تقدیر کو تدبیر کے ساتھ

دل نکل جلے نہ یاد بکین میں تیر کے ساتھ
 کچھ گئی روح بدن سے تری شمشیر کے ساتھ

اُس لکھا ہو بہت نالہ شہیر کے ساتھ
 حوصلہ دار لگانے کا عبت ہو او ترک

تکلیف سائون کی جنون میں نہیں پسند
 ہر گل یہ رنگ پیچھے مر جان میں بھی نہیں
 ہے مرگ بجوز نیست کہ کہے میں یار کے
 دینے کی وجہ جنگ میں کیا ہو تھیں کو
 ہر ہم نہو پھنسا کے مرے دل کو زلف یار
 بلخ جان میں راحت ہے غم کہاں نصیب

ٹو پائین بحر خون میں تو قاتل نے یہ کہا
 وہ سخت جان تھا غیر کہ تب سر جدا ہوا
 یک اسکی جوت میں ہے سو پھنک کھیت

دامن کو بھاڑ دوں میں بڑھائیں چوڑا ہاتھ
 دکھلا رہے ہیں طرفہ خلیا سے بہار ہاتھ
 دو گز زمین آگئی بہر مزار ہاتھ
 کیا میرے دوہیں اور رقیبوں کے چار ہاتھ
 خوش قسمتون کو آتے ہیں ایسے شکار ہاتھ
 پتوں سے ملے ہیں شجر سایہ دار ہاتھ
 میدان جیت لو گامین بڑھ کر ہزار ہاتھ
 بیڑا ہے پار اور لگا تین چار ہاتھ
 سفاک نے جگن کے لگلے ہزار ہاتھ
 کتنا منجا ہوا ہے دم کار زار ہاتھ

سمجھے یہ سب کہ سیکڑوں منزل گیا آمیر
 اپو نچا جان زمین کے تلے کوئی چار ہاتھ

دل جو سینے میں زار سا ہو کچھ
 ہٹیک نہیں
 چشم ز گس کمان وہ چشم کمان
 نخل امید میں نہ پھول نہ پھل
 ساقیا ہجر میں یہ ابر نہیں
 کل تو آفت تھی دل کی بیتابی
 مردہ ہو دل تو گور ہے سینہ
 اسکو دنیا کی اسکو غلہ کی حرص
 پہلے اس سے تھا ہوشیار آمیر

غم سے بے اختیار سا ہے کچھ
 جائے مستعار سا ہے کچھ
 نشہ کیسا خمار سا ہے کچھ
 سامان پر غبار سا ہے کچھ
 آج بھی بیتار سا ہے کچھ
 داغ شمع مزار سا ہے کچھ
 رند ہے کچھ نہ پار سا ہے کچھ
 اب تو بے اختیار سا ہو کچھ

دیکے بوسہ مجھے وہ وصل میں کتنے ہیں آئیں
[سچ بتا دل میں تے اور بھی ارمان ہو کچھ]

دستگیر ہی با بھو ساقی ساقی کوثر کے ہاتھ
دب گیا ہو کیا کدوں زاہد تے پتھر کے ہاتھ
بیچھے آئینہ دل چل کے اسکندر کے ہاتھ
داسن جلا آ یا ہے بجے مرمر کے ہاتھ
خط بجے بیجا تو بیجا اُنسے باز گر کے ہاتھ
آبر و اباسی گلو ہے تیزی خنجر کے ہاتھ
گردن قاضی میں ہیں مست ملاحمر کے ہاتھ
دونوں خالی یاسے بعد مرگ اسکندر کے ہاتھ

زندہ سہر سب ہم ہوئے دست پیر دھر کے ہاتھ
عشق تبت تھانے سے جلنے نہیں دیا بجے
داخل جو رکھتا ہر فن میں قدر دان ہوتا ہوا خوب
لاش بھی مدفون اُسی کے کوسے میں ہو یا خدا
سیلے تاجا کے نامہ کوئی سے جلنے قریب
سخت جانی بجکو شرمندہ نہ قاتل سے کر
فصل گل آئی ہوئے سب مستاب کیسا لحاظ
لاکھ ہوں سامان دولت ایک بھی رہتا نہیں

دستِ نازک سے اٹھیں گے کب کرے بھاری
اگر کئے سیری تو باز دھون سامنے زور گد کے ہاتھ

ردیفِ تھانی

موجِ حرام پاؤں میں خلیفہ سال ہو گئی
چوئی گندمی تو جان کا تنہا سال ہو گئی
زنجیر پاؤں میں جو پڑی لال ہو گئی
زائل سیاہی خطِ اعمام
کیا غم کسی کی لاشیں جو یا مال ہو گئی
فرقت دین جو گھڑی کشی وہ غمِ مال ہو گئی
روئی جو چشم تر دہی غمِ مال ہو گئی

زیور سے بڑھ کے تجھ کو تری چال ہو گئی
زلف اسکی مرغ دل کے لیے جال ہو گئی
اشد رسی گرمیاں تے خوشی کی اسی پری
اکیسا سلوک مجھ سے کیا اشک شرم نے
خوش خوش سمندر ناز کو دورا ہے ہیں وہ
رے ہم عذاب میں
دیتا ہماری لاش کو غربت میں کون غش

او کما نذر یہ چٹلی کی صفائی کا ہے لطف
 قرب دیکھا تو نہیں کوئی کسی کا پس مرگ
 قتل کرتے ہیں وہ میں انکو دعا دیتا ہوں
 عریخ گردان ہو وہی رستم و سہراب کمان
 میدان اس ترک کا بچتا نہیں کشتا بھلا گے
 یار کی حسن جوانی کو مٹاتا ہے فلک
 حسن صورت نے مصور کو کیا مستثنیٰ
 کب پھرین گوشہ نشین لاکو زمانہ پھر جائے
 میں صبیحوں کا ہوں بیادے نسخہ میں
 قابل نطق نہیں فلک کے مانند زبان
 غلم یاد آتے ہیں اس بُت کے جو پڑھتا ہوں نمان
 پہلوے سر میں ذرہ نظر آئے سب کو
 ہوں وہ بخیر بچے دیکھ کے یہ گھبرا یا

دل بھی پہلو سے بھلائے ترے تیر کے ساتھ
 طفل ہمراہ جوان ہے نہ جوان پیر کے ساتھ
 چلتی ہے میری زبان یار کی تمبیر کے ساتھ
 تھک گئے کیسے جوان دور کے یار کے ساتھ
 اکو سون آتی ہو قضا دور کے بخیر کے ساتھ
 میں بھی مٹ جاؤں اسی جی تصویر کے ساتھ
 ہاتھ کھینچا ہے جہان نے تری تصویر کے ساتھ
 قطب گردش نہیں کرتا فلک پیر کے ساتھ
 عرق شیر بھی ہو قرص طالعیر کے ساتھ
 خامشی خلق ہوئی ہو مری تقدیر کے ساتھ
 منہ سے فریاد اُگل جاتی ہو تکبیر کے ساتھ
 خور کا نقشہ جو کھینچیں تری تصویر کے ساتھ
 دست قاتل سے کمان پھٹ گئی تیر کے سا

ایک عجیب بین بھی شہیدِ دن میں ہوں محسوبِ آسمیر
 افس کہتا ہوں بہت حضرت شبیر کے ساتھ

ہڈیاں چار بدن میں ہیں فقط جان ہے کچھ
 یہ تو کہہ اس فلک اس میں ترافقان ہے کچھ
 کیوں ہوا کیا نہ سمجھ جائے گا نادان ہے کچھ
 کیا کرے بات کوئی اس سے یہ انسان ہے کچھ
 یہ و فرماؤ ہمارا بھی کبھی دھیان ہے کچھ
 آج کل غم ہی بہت سخت پریشان ہے کچھ

بڑھ کے تصویر سے لاغر تر حیران ہو کچھ
 دھل کی راتیں بڑی بھر کی چھوٹی ہوں گرا
 میرے مرنے کی خبر کوئی کسے تو اس سے
 دھل میں بسے وہ گھبر کے مری عجز سے
 یاد غیر دن کو تو ہر وقت کیا کرتے ہو
 حال پیچھے جو وہ قاصدِ نقط اتنا کہنا

| | |
|------------------------------|--------------------------------|
| یہ تو اپنے دل سے بوجھا چاہیے | امتحان ہو دوست دین کا عیش |
| جلن کو دشمن کی رد یا چاہیے | دوست |
| دستِ دلِ مِثلِ دریا چاہیے | انکھ لبِ ہنرِ صحتِ دریا تو ہوں |
| کچھ مرہ اسکا بھی چکھا چاہیے | نک لذت بھی نہیں لذت سے کم |
| چاہئے دلاؤں کو چاہا چاہیے | یوں وہ بوئے ہیں خجائے کہا |
| اپنا اپنا جی اسے کیا چاہیے | تھنے چاہا مجھ کو میں نے غیر کو |

ہے فراہ اسکا بہت نازک انہیر
ضبطِ اطہارِ مست چاہیے

حیف مُنہ موڑ گئی بارہ بھی تلواروں کی
موت کے گھوڑن ہو دعوتِ تیر بیماروں کی
دیکھ کچھ کہتی ہو سُرخِ ترسے بیماروں کی
مجلسِ عظامینِ بزم ہے بخواروں کی
مذتوں سے خبر آئی نہیں کچھ یاروں کی
کچھ بڑھا جاتے ہیں میعادِ گرفتاروں کی
قطع کی راہ عدم چھاؤں میں تلواروں کی
ہے کالی ہوئی صحبت سے یہ بخواروں کی
بیگناہوں سے صفا آئے ہو گنگاروں کی
قیقیاں پہلے عطا ہوتی ہیں مفاروں کی
ڈاک بٹھائی ہے قافلے نے خبر دہاروں کی
قید تو از بھی ہو ان کے گرفتاروں کی
سایہ پوشیدہ ہوا ان میں دیواروں کی

مشکل آسان نہوئی تیرے گنگاروں کی
چلیوں کی ملکِ ملک بٹھائی ہو ڈاک
کرنا انکار مرے خون سے اسی تیر فگن
چادر سر چھوڑتے ہیں چار کھڑے روتے ہیں
اک ذرا یا توں اٹھائے ہوئے اسی توں عمر
اکھول کر مال جاتے ہیں وہ زندان کی طرد
م نکلنے پہ بھی اُن ابروؤں کا دھیان رہا
ل شکستہ ہے جو توبہ تو عجب کیا نا
سب کے پاس اپنا ہوتا ہے یہ عفو کا حکم
پچھے پر طائرِ دن کو دیتا ہو صیادِ قضا
خون گرفتہ ہوں میں ایسا مری شکار آہ
تو نے کیسی ہی کڑی اُن نہیں کرتے عاشق
میں وہ وحشی ہوں کہ جب کبھی جانان میں گیا

| | |
|---|--|
| یہ وصف میں کیا شعر نے مہربانہ ملنے نہیں جو سکھ داغ جنوں ہمیں دل تل گئے وہاں کے سودا ٹھہر گیا ادبار تھا فراق تھا جب تک کہ بارہے راتوں کو چھپ کٹانے لگا ہوا وہ مہروش پایا نہ اُس سے تو نے کبوتر جواب خط آیا تھا سوے شریں تفریح کے لیے ساتھی ہو دخت رز سانس کی فحش مزاج آریش کی زلف نے کس کس سے کی محفل میں کہ رہی ہو انا الحق پکار کے کرتے ہیں غلے فرقتِ نفِ سیاہ میں | نقطہ دہان تنگ کمر بال ہو گئی ای عشق بند کیا تری نکسار ہو گئی الفت کی آنکھ بچ میں دلال ہو گئی وہ دل گئے ترقی اقبال ہو گئی ہر شام صبح غمزدہ سوال ہو گئی آنکھ اس سے روتے روتے تر لال ہو گئی یاں تو شروع پُشش اعمال ہو گئی کین اور گرمیاں جو کُن سال ہو گئی ہنسلی گھے میں پانوں میں خفاں ہو گئی منصور کی زبان تری مُنہاں ہو گئی یہ کا لکا ہا سے لیے کال ہو گئی |
|---|--|

اچھا ہوا کہ مرگ سے ہم پہلے مر گئے
ہوئی تھی جو امیر وہ فی الحال ہو گئی

| | |
|---|--|
| چاہتا ہوں تو اُس کا چاہیے دل نے جب پوچھا مجھے کیا چاہیے کان جب آواز سننے ہیں تری بولوں اور ادعلے سوز عشق دل مرا کہتا ہے سُر سوزِ حشر وعدہ آنیکا ہے اُن سے خواب میں حرص دنیا کا بہت قصہ ہو طول ظالمیہ پر دگی ہو اُن سے حُسن | وہ ہمیں چاہے تو پھر کیا چاہیے درد بول اٹھا تر پنا چاہیے آنکھ کستی ہے کہ دیکھا چاہیے داغ کھانے کو لکھا چاہیے یہ نمک نے خون پہ چھڑکا چاہیے خواب کب آتا ہے دیکھا چاہیے آدمی کو صبر تھوڑا چاہیے شرم کتنی ہے کہ پردا چاہیے |
|---|--|

| | |
|---|---|
| <p>ابھی مزار پہ احباب فاتحہ پڑھ لیں پس شباب ہے کیا اعتبار جمع حواس خدا کے واسطے کلمہ بتوں کا پڑھ نہ لے ہمارے دل سے مٹے گا نہ داغ شوق سود خزان تو خیر سے گزری چمن میں بکبل کو چلا تو ہوں بے نظار درد دل دیکھوں کرونگا سر کے بھی میدان عشق میں تگ و تاز تڑپ رہی جو یہی دل کی بعد مرنے کے قیام روح پہ غالب بین اعتماد نکر روان ہے تیغ لگا مے مرا بھی بیڑا پار شب وصال غنیمت ہے پھر خدا جانے چلا ہوں کو جہ قافل کو سر کے بھل دیکھوں دور و زہ زینت غنیمت ہو ذکر حق کرے</p> | <p>پھر اس قدر بھی ہمارا نشان ہے نہ رہے کہ ایک شب سے سو کا دملن ہے نہ رہے پھر اختیار میں غافل زبان ہے نہ رہے جہن رہے نہ رہے آستان ہے نہ رہے ہمارا آئی ہوا ب آشیان ہے نہ رہے حضور بار بجالی بیان ہے نہ رہے سمنہ عمر روان زیرال ہے نہ رہے زمین گوریہ آسمان ہے نہ رہے کچھ اعتبار نہیں ہیں ان ہے نہ رہے پھر اس طرح سے کشتی روان ہے نہ رہے کہ صبح کو وہ سفر ہر بان ہے نہ رہے یہ حال دل کا دم آستان ہے نہ رہے بدن میں جان ہن ہن زبان ہے نہ رہے</p> |
|---|---|

اسی طرح ہیں احباب درد دل کہے

پھر اتفاقات دل دوستان ہے نہ رہے

| | |
|--|--|
| <p>زمانہ ہو گیا مدھوش چشم مست دلبر سے پرا ہو داغ میرے دل میں عشق قد دلبر سے اگر یزان کیوں نہ لیں غیار میری آہ کو سکر جہن میں جا کے یہ ٹھروئی پالین دکھاتے ہیں یہ روز و شب نہیں کہتے ہیں غافل نہ گانی کے بٹھا کر رو برو تجھ کو جو دیکھا اُسے آئینہ</p> | <p>تماشا ہو چکی غفل کی غفل ایک سالگرہ سے یہ سودا ہاتھ آیا ہے مجھے بازار عشر سے شیطاں بھاگتے ہیں نعرۂ اللہ اکبر سے گھون بکن کے چلتے ہیں کرتے ہیں خوب سے کھنچ جاکے ہر روز اک ورتہ تیرے دفتر سے مقدر لڑ گیا میرا سکند و سکندر سے</p> |
|--|--|

| | |
|--|---|
| <p>شکست خاطر میں لگے حق میں کم نہیں ہے مگر کا شہد سے تھک بھریا موروں کا شکر سے شکار اُتے ہوئے طائر کا ٹھکانا میرے پر سے لپٹ جاتا ہے سایہ خوف کے ماتے صنوبر سے سکاند نے زہر ہتائی آئینے کو جو ہر سے ہمیشہ خال چھوٹی فلک نے یسیرا گریں سے</p> | <p>پیر پرواز کی حاجت ہو کیا رنگ پریدہ کو وہ منصف ہوں جو خاں و خطہ جانا بٹا بوسہ کیا قمری کو صیاد ازل نے سرد کا قیدی مدیحہ دیوانہ قامت ہوں جاتا ہوں گلشن میں تری تیغ نگہ کا جب ہم ایجاودھیان آیا مفقود ہی جو اثر ہوں ہو تو کام تھی ہی کبالت</p> |
|--|---|

| | |
|--|--|
| <p>جواب نامہ لکھ کر طرفہ شوخی کی آمیزش نے کہ مقرر انس اسپر کی ظالم نے منہار کیو تر سے</p> | |
|--|--|

| | |
|---|---|
| <p>پھولوں میں اگر ہے بو تمھاری اُس دل پہ ہزار جان مندے دودن میں گلوں سار کیا کی چٹکا جو چمن میں غنچہ گل مشتاق سے دُور بھاگتی ہے گردش ہے ہر دم کے ثابت آنکھوں سے کہو کمی نہ کرنا لو سرد ہوا میں نیم بسمل سب کہتے ہیں جسکو لیلۃ القدر</p> | <p>کائناتوں میں بھی ہوگی خوشتمھاری جس دل میں ہو آرزو تمھاری رنگت وہ رہی نہ بو تمھاری بو دے گی گشت کو تمھاری اتنی ہے اجل میں خوشتمھاری اُن کو بھی ہے جستجو تمھاری اشکون سے ہو آبرو تمھاری پوری ہوئی آرزو تمھاری ہو کارِ نعل مشکبو تمھاری</p> |
|---|---|

| | |
|--|--|
| <p>تہنہ پھر و آسیر شب کو ہو گھمات میں ہر عدو تمھاری</p> | |
|--|--|

| | |
|---|---|
| <p>جو ہو بہا اسکو خزان کا خطر بھی ہے گناہک ہوں خاک جو ہر لیل کو نظر بھی ہے</p> | <p>ای باغبان بسنت کی تجھ کو خبر بھی ہے یہ اشک خون تو لعل بھی ہے اور گہر بھی ہے</p> |
|---|---|

| | |
|---|--|
| <p>جو اپنے ملائے دے دونوں آخر روز حشر آیا حسین کہتے ہیں میرے دل کو پلک اپنے مجمع میں نہایت نصیب چاہو دقن میں دل پریشان ہو غم طالب دنیا تو دنیا رنگ پر آئی نہیں حاجت نہ محسن بھنسونک دنیا میں رہا بیتاب حرص میں وہ سیاب کی صورت چمن میں آئے ز پر سایہ انگور بیٹھا ہوں چرغا جلتے تھے غم کے غم گہمی حلقے میں بستوں کے غبار جہل اڑا دیتا ہے فیض صحبت کامل خیر کے خیر دے اللہ میرا میرے قاتل کو یہ ایسا کس کے شہیاد نظر کا تھا کہ سے تین</p> | <p>اکیس اب لڑوں صد یا جھگڑوں کبوتر سے نکل کر اب کہاں جاتا ہے یہ پیچہ لشکر سے کوئین میں گر پڑا ہو جسکے اب کیا تادوس ایکے ہوں اس میں غم نے لال کپڑے خون ہر سے یتیموں کی بچی ہو پیاس کس کی گچہ ہر سے بناؤ تختہ قبر موس سس کی چادر سے ٹپک کر گر پڑ گیا کوئی تو روانہ مقدر سے وہی ہم ہیں کہ پھر جاتا ہو سرانک در ساغر سے شعلہ مہر تابان کم نہیں ملے کو شہر سے کہ سارا نامہ اعمال دھویا آبِ خیر سے کیا شاہینِ خاتمہ توڑ کر بازو کبوتر سے</p> |
|---|--|

آئینہ اک قطرہ آنسو کا گراں ہو سوے مرگان پر
 اگر ہشتے کی سوزن کیلے بڑھ کرے لشکر سے

| | |
|---|---|
| <p>ہوئیں پُر نور آنکھیں جلوہ رخسار دلبر سے چھکادے بادہ خوار و کوشرب و ح عشر سے تر پیکر جب نکل چلتا ہوں میں کوہ سنگوں سے ندامت سے عبث یہ راہلین خشک رہتے ہیں جواب خط نہیں آیا ہو پیغام اجل آیا بلبلے بادہ ہو کونچل تابی نہیں اچھا آل کار کی صورت نظر آتی تو رود دیتا دو گوشِ صنم کے صدف میں لازم طہارت ہو</p> | <p>ہلا طالع خوابیدہ چونکا شور عشر سے مٹکے سا قیادوں کز دور ساغر سے اشارہ کرتی ہیں آپس میں تین تین چشم جو ہر سے چھگی رو سیاہی خاک اس بانی کی چادر سے کھما تو یزید نے قبر کا خون کبوتر سے کہ غم عالی ہو جائیگا ساتی ایک ساغر سے برنگ اشک گزتا آئینہ چشم سکندر سے یتیم کیسے گردِ یتیمی بیکے گوہر سے</p> |
|---|---|

| | |
|--|---|
| <p>کرتی ہے جلد خوب حفاظت کتاب کی یہ دے سکیں گے خاک نہ تعبیر خواب کی</p> | <p>یہ وجہ ہے جو عارض جانان پہ ہو نقاب ان غافلوں سے غفلتِ دل اپنی کیا کہیں</p> |
| <p>مٹی خراب ہے قدرِ آفتاب کی</p> | <p>وہ رشک ماہِ مکہ سے لگتا نہیں آمیر</p> |
| <p>جالی سے چھن رہی ہو کرنِ آفتاب کی کیا جانے کیا سمجھ کے یہ سو بھی ثواب کی اس آنے کی رنگ نے مٹی خراب کی ایسی ہوئی خوشی مجھے خطِ جواب کی آہو کی شاخ جس کو قلم ہے شراب کی اب کیا کہیں وہ ذکر کہ باتیں ہیں خواب کی گرمی ہو ماہتابِ مین بھی آفتاب کی دریا اُچھالنے لگے ٹوپیِ حباب کی ہو ہکو نقل و اصل برابر کتاب کی چادر ہلا رہی ہو جو ہر موجِ آب کی زور اپنا تولتی ہے ترازو حساب کی دیکھی گئی نہ فرد ہمارے حساب کی قرآنِ مین تو طورِ صفت ہو شراب کی ساقیِ گلابِ بیانِ مین کہ قلیں گلاب کی</p> | <p>جھکی یہ روئے یار سے قسمتِ نقاب کی دولتِ لٹا ہے مین وہ شبنِ شباب کی کھوئی گدورتوں نے ہماری صفائے دل سجے کیے یہ مین نے کہ خطِ جبینِ مٹا کیفِ ہواے وادیِ وحشتِ مست ہوں سوئے تھے وہ پٹ کے کبھی ہم سے رات بھر بھوئے وہ جانے فی مین ہوئے جب عرقِ عرق ساحل کی سیر کو اگر آئے وہ بھرِ حُسن نقشہ ہی اپنے روئے کتابی کا بیچ دو دریا پہ یا خدا یہ چڑھی کسلی فوجِ اشک انداز سے جو پاتی ہے باہر سے گناہ کیا قہر ہے کہ روزِ قیامت ہوا تمام واعظِ ترسی سمجھ کے بھی قربانِ جانیے گلشنِ مینِ بلبلینِ مین ہماری طرح سے مست</p> |
| <p>دُنیا مین آبرو نہ رہے آفتاب کی</p> | <p>شہرت اگر نہ ہو اس نام سے آمیر</p> |
| <p>مخالبے دہن تو بات بھی کیا لاجواب کی</p> | <p>مانگجو بوسہ آنکھ در کھائی عتاب کی</p> |

| | |
|---|--|
| <p>سینے سے دیکھ بھال کے ناولک کو کھینچنا محشر میں ہونگے تیرے تم کے یہ دو گواہ کونین میں ہو جلوہ حسن و جمال دوست کیا یہ بھی تیری اُلفتِ عارض میں ہو مریض کیا فائدہ کریں جو رُفُوڑ سے التجا فرقت کی شب میں کوئی پھٹکتا نہیں ہے صد چاک ہو جو دل تو جگر داغدار ہے</p> | <p>ناولک کے ساتھ کسی کا جگر بھی ہے ہمراہِ زخمِ دل بھی ہو دلِ جگر بھی ہے ہو ایک روشنی کہ ادھر بھی ادھر بھی ہے تپ بھی ہو آفتاب کو دورانِ صحر بھی ہے صد چاک مثلِ جیب ہمارا جگر بھی ہے اُس مہر کی طرح سے گریزانِ صحر بھی ہے دیکھو تو اکیچا پہ کستان بھی قہر بھی ہے</p> |
|---|--|

محبوبِ حق کا خاص یہ رتبہ ہے امیرِ
داخل ہوا مکان میں یہ حدِ بشر بھی ہے

| | |
|---|---|
| <p>عمرِ روان کو جان کوئی موجِ آب کی نوبت نہ آئی اپنے حساب و کتاب کی میں سیاہ کار ہوں جسکا ہوا ہوں و فن امید وادبارِ شمسِ ابرِ گرم ہیں ہم اللہ سے قدر میرے گناہوں کی روزِ محشر سو جانیں ہوں تو تیغِ بہ تیری فدا کروں باز صحنِ ہوسِ دمری گردوں نے کیا ہوا مصروفِ یادِ دوست ہوں امی منکر و نکیر وڑتے نہیں ہو ساقی کو ترس و اعطو بابل کے جذبِ عشق سے گل اور اڑ چلے جلیتی ہو مثلِ موج جو وہ تیغِ ابدار ایک ایک تل ہو عارضِ جانان کا لاجواب</p> | <p>آرِ نفس نگاہ ہے چشمِ حباب کی اللہ شام بھی ہوئی روزِ حساب کی چلا تے ہیں زمین مری مٹی خراب کی بجلی گرائے نہ نگاہِ عتاب کی تعظیم کو کھڑی ہوئی میزانِ حساب کی کیا جلد کٹ گئی ہے گھڑیِ اضطراب کی نکلی ہے برقِ اوردہ کے کملیِ سحاب کی پوچھا کرو میانِ نہیں فرصتِ جواب کی منبر پہ بیٹھ کر یہ مذمتِ شراب کی کھینچے سے اور تیز ہوئی بوکلاب کی سٹھی میں جان رہتی ہو ہر دمِ حباب کی قرآن کو احتیاج نہیں انتخاب کی</p> |
|---|---|

| | |
|---|---|
| <p>بیفادہ غریب کی مٹی خراب کی دیوار لہر کی ہے کٹوری حباب کی ساقی شراب دے مجھے ایشک کباب کی جی بھر کے سیر کی نہ جانِ خراب کی قاتل ہو بھر تیغ ہے موجِ خطر اب کی دی ایک نانِ شک انھیں آفتاب کی چوٹی ہو طور کی بجھے بوتل شراب کی ہو موج موج چاک گے بیانِ سراپ کی پیدا ہے درد دل میں جبکہ آفتاب کی اللہ نے ہماری دعا مستجاب کی</p> | <p>قالب میں روح بند فرشتوں کی عبت محرمِ عرف میں ڈوب کے آبِ ان بنی خواہش بجائے نشہ موسوز دل کی ہے حیران ہیں جا کے اہلِ عدم سے کہیں گے کیا مقتل ترا تمام زمانے سے ہے جدا اکتنا دنی ہو چرخ جو مہمان ہوے مسیج دکھلا نہ ہی ہو دختر زرنگ برق طور وسی جان کسے وادی غربت میں تیشہ لب فرقت میں ہو یقین کہ شبِ زندگی ہو صبح اُس بُت یہ عاقبت دلِ ناصح بھی آیا</p> |
|---|---|

فرقت میں دل جلاتی ہو بوسے کہا یا امیر
رہ رہ کے موجیں آتی ہیں بجگو شراب کی

| | |
|---|---|
| <p>سطرین کہ پیچ و تاب ہیں موجیں ہیں آب کی مُدّت کے بعد راہ چلے وہ قواب کی سُرخی شفق کی ہو تو جبکہ آفتاب کی گھوٹے سے اُترو آنکھ بجا کر رکاب کی تصویر ہے وہ دختر زر کی رکاب کی اُڑ جلتے میکدے سے ہر اک بط شراب کی ہر بد آہ سنج ہے گو یا کہا ب کی خوشبو جو حسینِ مشک کی رنگت شہاب کی ڈھونڈے ملی نہ فرد ہا سے حساب کی</p> | <p>حالت لکھی ہو رو کے اُسے خطر اب کی لکے مزار پر ہوئی خفتِ عذاب کی نیرنگیاں ہیں طرفہ سُرخ بے نقاب کی تم شمسوارِ حسن ہو لگ جائیگی نظر زہاد جانتے ہیں جسے آفتابِ حشر وہ بنی صیب بھی جاؤں جو میں اُدھر لختِ دلِ شمشاد کھلتے ہیں جھد کے ساتھ ساقی وہ ہو کو مو سیم گل میں شراب سے وہ بے فشان ہیں کہ فرشتوں کو زورِ حشر</p> |
|---|---|

کیا قہر ہے کہ چھوڑ کے بجٹی شراب کی
 مٹی کو یہ چڑھی ہو کہ برق جال مٹی
 مچ پیچھے تو طاریم انگور کے تلے
 انسان کا دل تلامذہ الفت صد افرین
 شہسوار حسن کہلے اسکو انتظار
 آواز صور سُر کے دے دات اُنکھ کھڑا ہوا
 نقاش کیا تمام مرقع نے رو دیا
 دنیا ہی تین سزا ہے غفلت کی ہو گئی
 اللہ سے جوش شرم معاصی کا بعد مرگ
 تاس یہ شان عفو نمایاں ہو روز حشر
 ساقی کا دل ضرور نکد رہے کچھ نہ کچھ
 غم میں بشر ہو کیون نہ بشر کا شہ باب حال
 احسان سر پہ ناخن شمشیر بار کا
 دیکھ تو اتحاد ذرا حسن و عشق کا

بیجا بہشت میں مری مٹی خراب کی
 اک تہ اتر گئی تھی تھارے نقاب کی
 نار و ان کی چھاؤں دین ہو بہار آفتاب کی
 دیکھو بساط کیا ہے غریب اک حباب کی
 اتیک کھلی ہوئی ہین جو آنکھیں کاب کی
 کچھ یہ تو ایسی بات نہ تھی غلط اب کی
 نشو ویرد یکسر مری چشم پر آب کی
 تعبیر خواب ہی میں ملی غلو خواب کی
 مزار کی چادر ہو آ

چن ل ہوئے سنے فردہا سے حساب کی
 پلٹ ہوئی ہو ہکو عنایت شراب کی
 تپنی جو موج آنکھ بھر آئی حباب کی
 لیا دل سے کھول دی ہو گرہ چچ و تاب کی
 بیل کے آنسوؤں میں ہو خوشبو گلاب کی

ن غافلون سے غفلت دل کیا کہین امیر

مردے نہ دے سکین کبھی تعبیر خواب کی

واعظ کے ٹھہرہ مہر لگا دو ان کیا ب کی
 حاجت ہو کیا نقاب یرا سکو نقاب کی
 سمجھا کہ گرم ہے کوئی بجٹی شراب کی
 باری جو پہلے آئے پہلے حساب کی
 چادر چڑھائی ابرسنے رو روئے آب کی

وہ جاٹ دون کرے نہ نہت شراب کی
 پردہ چلب ہو اسکے رخ بے حجاب کی
 ساقی تین رند دیکھ کے دوزخ کو روز حشر
 سیا عجب حشر میں چھوٹیں گناہ گار
 اگر لیان وہ ہوں کہ جب مری تربت پہ گیا

| | |
|---|---|
| تقدیر کیا فلک کی جفا سے بگڑ گئی طبع مریض اور دوا سے بگڑ گئی تعمیر اس مکان کی بنا سے بگڑ گئی اپنی توسانس قم کی صدا سے بگڑ گئی پانی سے آگ خاک، ہوا سے بگڑ گئی بگڑی جو خوں یار بلا سے بگڑ گئی اچھون کی بھی بڑی دعا سے بگڑ گئی اس آنے کی شکل جلا سے بگڑ گئی پگھلنے سے بانگن سے صبا سے بگڑ گئی ہڈ سے ہنگی جو ہما سے بگڑ گئی | بے وجہ ایک ماہ تقا سے بگڑ گئی سو گئی جو بے زلف بڑھا اپنا درد دل پوچھو خرابی تن خالی کا کچھ نہ حال جا کر مسیح اور مریضوں کو دین شفا کیسا فتور چار عناصر میں پڑ گیا اپنی طرف سے فکر ہے لازم بناؤ کی سامع خدا ہے قصہ موسیٰ دلیل ہے کچھ دل کا حال گرد کدورت سے خوب تھا نکو چمن سے کیا کہ ہوا خواہ دام بہن حاضر ہے دوسرا نہ سہی ایک نامہ بر |
|---|---|

| | | |
|---|---|---|
| وہ بہر قن میان سے توارے چلے ذمے تین اپنے ہم تو یہ بیگارے چلے ایسے حراسے تو ترے بیمارے چلے بس بس کہو سے ایک کے تم چارے چلے تھو کر ہزار جادہم فستارے چلے انگڑیاں خمار میں میخوارے چلے آگے بڑھو کہ دم ہیں دیوارے چلے رخ کی بلا میں گیسوے خمارے چلے ہم چپ بہن آپ دون کی سوارے چلے | ہم مست ہوئے لب ساقی بہن ای امیر بگڑی جو دخت رز سے بلا سے بگڑ گئی | دم بھر بھی دم اب نکلے گنگارے چلے جس طرح ہو گا نازتون کے اٹھائیں گے دھمکار ہی اور گرمی بازار حشر کیا ہم بڑھ چلے جو وصل میں بے وہ ناز سے طاؤس و کبک خاک اڑائیں گے انکی چال دیکھیں کہ اب تغافل ساقی دکھائے کیا ٹھہرے جو کوئے یار میں ربان نیون کہا وہ حسن اب کمان کہ ہوا آشکار خط بس بس بان ہوک لو اتنا نہ بڑھ چلو |
|---|---|---|

| | |
|---|---|
| وقتِ شنا ز اکت جانان کو دیکھنا حاشن پسند کیوں نہ کرین ہر چشم یار طفلی سے جھکوا دہ کشی کا ہے ذائقہ رکھو کمر پہ دستِ خانی نہ رقص میں اٹھاٹھ کے بیٹھ بیٹھ گیا راہِ شوق میں | موج آگئی جو لگ گئی ٹھوکر حباب کی میکش کو خوشگوار ہو تلخی شراب کی مٹی تھی شیر دایہ میں لذت شراب کی اس مو کو احتیاج نہیں کچھ خضاب کی میرے غبار نے مری مٹی خراب کی |
|---|---|

دہ مست بخیر ہے نہ سمجھے گا دوا عطا
کیئے امیر سے نہ عذاب دوا یاب کی

| | |
|---|---|
| ہم غش میں اُسکار ورنِ دیوار بند ہے خلقت کو ہو یہ اُسکے نطاسے کا اشتیاق رستم کا ٹھہرے یہ کہ دمِ جنگ ٹھہرے تو یہ کا در تو وا ہے وہیں جا رہن گے ہم خوش چشم جتنے ہوں وہ تجھے دیکھ کر ہن غش یوسف کو پوچھتا نہیں کوئی تیرے حضور بیل کو وصل گل ہو مبارک کہ دیر سے چپ لگ گئی ہو تیرے لبِ لعل کے حضور یارِ جان میں عید ہو جاوے صیام سمجھ لے تھا ہاتھ میں اوتھت جو کل تلک ارشاد جو ہوا تھا زبان سے دمِ نخت اور وں کا ذکر کیا لبِ جان بخش کے حضور | کیا آنکھیں کھولے رہ دیدار بند ہے کھڑکی ابھی کھلی نہیں بازار بند ہے لاٹھوں پہ بھی نہیں تری توار بند ہے کچھ غم نہیں اگر درختار بند ہے گلشن میں چشم ز گن سیمار بند ہے مدت ہوئی کہ مصر کا بازار بند ہے سوتا ہے باغبان در گلزار بند ہے مانند غنچہ لال کی منقار بند ہے مدت سے میفروش کا دیار بند ہے دہ کج تیرے عشق میں ز تار بند ہے بندہ اُسی کا آج تلک کا رہند ہے عسے کا نا طلقہ دمِ گفتار بند ہے |
|---|---|

اظہارِ خط ہو اُس رخِ گل رنگ پر آمیر
یا گل کے گرد باغ میں یہ خار بند ہے

کیا دور ہو یہ اُس کے جمال و جلال سے
 ڈالی سپر نجوم نے اس رخ کے خال سے
 واقف ہوں اہل یب جو اپنے مال سے
 بوسہ نہ کس حسین کا مبالغہ حسن بن
 یہ رنگ جلد بلند تلمبہ وہ نگار
 یہ کیف حسن ہو کہ تصور سے ہوش اُڑیں
 سجھائیں جین گوشہ بارسے ہوئے عید
 بندون کو چشم شوق بتوں کو دیا جلال
 کیا کیا چمک چمک کے نکلتے ہیں مہر و ماہ
 سنبل نظر پڑا نہ کوئی گل نظر پڑا
 صیادین تو طائر رفت پسند ہوں
 انجام کو نہ سوچ جو دنیا کی ہو طمع
 غمگین جو ہیں ہوا تو ہوا انکا صاف دل
 دیکھ لکے آنکھ دل نہیں بچھ مست کا لیا
 چاہہ ذقن میں لہو میں غافل ہر حریف
 دونوں جہان میں ہو قیامت کا سامنا
 مڑے پہ میرے آنکے کا انبار دل
 تم چوڑھویں کا چاند ہو تو اپنے واسطے
 میں کیا ہوں کٹے ہی ہو قضا کے شرم کے
 عاشق کا جی ڈبو کے چلے آپ ڈوبنے

چیتے سے چھین لے کر آنکھیں غزال سے
 ابرو نے بڑھ کے نیچے چھینا ہلال سے
 سر نہ بھی پھر لگا بن تو گرد لال سے
 ایک ایک پھول توڑ لیا ہر نہال سے
 آئینہ شہر میں ہے ہجوم مثال سے
 ہوتا ہے مست کب کوئی مڑے خیال سے
 نازا فلک نے تیر کسان ہلال سے
 واقف ہو کون مسکرت ذوا بجلال سے
 گل تکیے بن کے چھو گئے کیا تیرے گال سے
 خوشبو بن بڑھ کے زلف سے زلفت میں گال سے
 لٹکا مرے نفس کو تو شیش ہلال سے
 ہاتھ آئے مال مڑو گرا دین مال سے
 چمکا یہ آئینہ مری گرد لال سے
 تنے شکار شیر یہ کھیل غزال سے
 یعقوب کو خبر نہیں یوسف بگئے حال سے
 اللہ کے جلال بتوں کے جمال سے
 مٹی وہ دے گئے بچے گرد لال سے
 کیا فائدہ کسی کو کسی کے کمال سے
 چلتی ہو تیغ یار نئی چال ڈھال سے
 ایسے عرق عرق وہ ہوئے لافعال سے

اس پر یہ خبر نہیں جاتی سوال سے

جو چاہیے سو لے لگے اللہ سے آمیر

| | |
|--|--|
| <p>قیمت یہ ہے نومول خریدارے چلے جلاد جان سادہ شہوارے چلے کردٹ کہیں زمانہ غدارے چلے سودا یہ جان دے کے خریدارے چلے ہم تغزیہ بھی بن کے غرادرے چلے</p> | <p>ملتی نہیں جو نقد دو عالم چہنس وصل پر دلے جسم کیا صدف بے گھر ہے آب اہل جہان کو بستر آرام ہو نصیب کہا ہا تھا اے اہل ہوس کو وہ مشک نے لہن آنے کبھی نہ آپ زیارت کے واسطے</p> |
| <p>کب تک کٹے امیر پریشاںوں میں عمر بل کی کہیں وہ غمخوارے سے چلے</p> | |
| <p>انگہ بھی شکل دہن ہم سے چڑا رکھی ہے یہ بھی کیا کات ہو قاتل جو چھپا رکھی ہے ایسی شے ہے کہ قیامت پہ اٹھا رکھی ہے خاک کیا نجد میں مجنون نے اُتر رکھی ہے اک صراحی تری خاطر بھی لگا رکھی ہے یہ ادا کسے دینے تو نے اٹھا رکھی ہے کہ ترے دم کو یہ توار لگا رکھی ہے اجٹی جو چیز تھی وہ آپ اُڑا رکھی ہے اب یہ تسدن کے نے تو نے اٹھا رکھی ہے میں یہ بچا کوئی قاتل نے دوا رکھی ہے یہ وہی بات ہو جوتے بنا رکھی ہے مختصر بات ہونا صبح نے بڑھا رکھی ہے جان اک سدر من بننے بچا رکھی ہے</p> | <p>ایک پوشیدہ کمریہ کرنے کیا رکھی ہے کچھ شمشیر ادا میان میں کیا رکھی ہے اجوئے بیٹھ کے مسجد میں نہ کرا ہوا عطا اک ذرا دشت بل بڑھ کے خبر تو لینا بنم کو میں جو گئے ہم تو کما ساتی نے نگہ ناز سے بھی دیکھ جو کرتا ہے حلال ساتنے کر کے نگہ مجھ سے یہ قاتل نے کما نہ دکھاتے ہیں کمر کو نہ دہن کو یہ بیت حشر کے دن نہ شکایت میں کمی کرایدل نمک افشان جو ہوا زخم پہ وہ ہنس ہنس کر غیر کے ساتھ و فکر کے وہ مجھ سے بولے جا کے لائے اُسے پھر نہ میں جھگڑوں نہ لڑوں نزع میں آؤ تو اُسکو بھی تصدق کر دین</p> |
| <p>گردنِ عطر تہ تیغ رضا رکھی ہے</p> | <p>ایارِ رخسار جو چاہے اسے ہے امیر</p> |

| | |
|--|--|
| <p>رٹ تیرے نام کی ہے برابر لگی ہوئی نیچھے چلی قضاے سب کو تو لگی ہوئی اک بھڑ ہے جو شام سے دربر لگی ہوئی ہجلی ہے نزع میں جو برابر لگی ہوئی ہے دور بین دیدہ سلف لگی ہوئی ہے پنج میں قنات سرا سر لگی ہوئی جنکے لیے تھی سند پر زر لگی ہوئی تھدی لگا لگا کوئی کیونکر لگی ہوئی ہے سان بدوہ تیج دد پیکر لگی ہوئی کیا ہے قلم میں شلخ صنوبر لگی ہوئی اشکوت کی یان جھری ہو لبر لگی ہوئی اک عمر سے یہ چوٹ ہو دل پر لگی ہوئی ہے ہکو پیاس واسے مقد لگی ہوئی دل کی تو مہلون سے کہی پر لگی ہوئی لاجلہ برف میں سے احمر لگی ہوئی</p> | <p>تو جسکا نام بھی نہیں لیتا کبھی اسے خط میرا لکھ کر چہ قاتل کو جب چلا شاید ہو صبح کو اسے منظور قتل عام کس دوست نے کیا ہو خدا جلنے ہو گویا کیونکر نہ حال غیب ہو مستون پہ آئندہ ہنجانہ گو کر یارے بن پر جد اہن ہم دور فلک سے اُنکو نہیں پور یا نصیب درد سخن سے معنی بھلین کو کیا نظر کونین میں بچے گا نہ اب کوئی قتل سے مضمون جو قہ یار کے لکھا ہے یہ بلند بارش میں ساتھ غیر کے پیتے ہیں وہ شراب عاشق کچھ آج کل سے نہیں ہیں تو نکلے ہم غیروں پر آب خنجر قاتل سبیل ہے او ترک کب کسی سے ہوئی تیری تیغ صاف ساتی کمال پیاس ہو جلتا ہو یان جگر</p> |
|--|--|

جائے گا سوئے زلف دل اک دن ضرور آئیں
 ظلمت کی دھن ہے مثل سکندر لگی ہوئی

چال اُلٹے کو دبے پانوں قیامت آئی
 شبِ فرقت جو گئی صبح قیامت آئی
 دن دھلا دیکھو وہ شام شبِ فرقت آئی
 کب پھونکا صور کب اویار قیامت آئی

خوشخامی پہ جو اس بت کی طبیعت آئی
 اک بلا سے ملی دوسری آفت آئی
 اے اجل باندھ کر وقت ترا آ پو نجا
 ہم بڑے کشتہ رفتار میں کیا ہم کو خبر

| | |
|--|--|
| <p>وہ تیغ آب گون ہونان پر لگی ہوئی فرست حساب حشر سے ہو جلد ہے یقین افادہ کوئی مجھ سا کہاں راہ عشق میں کمرے میں اُسکو دیکھ سکیں کیا نظارہ باز جلتا ہو سینہ بتے ہیں آنکھوں نے اپنے اشک جا تا نہیں ہر دل سے رخ آتشیں کا دھیان اسد رسی دید چہرہ قاتل کا اشتیاق پوچھو لال سوزشیں پروانہ شمع سے غم سے بقلے دل ہو تو دل سے بقلے غم کیونکر ہو حسن جبرہ صیاد آئینہ تو ناخسہ پہر گرا جا م آفتاب ہو راستی فرج میں کتا ہوصاف صاف آئینے میں جو اسکے رخ و چشم کا ہو عکس اکدن تو کیجئے مرے آنسو کو زیب گوش وہ سیر بام کرتے ہیں ہمراہ غیر کے عالم ہے کیا شراب کا خیالے صاف میں قاتل اک اور ہاتھ لگائے خدا کرے،</p> | <p>دل کی بجھے گی آج مفسر لگی ہوئی فرح حباب ہے سر د فتر لگی ہوئی قد مون سے میرے رہتی ہو ٹھوکر لگی ہوئی چلن کیے نیچے اور ہے چادر لگی ہوئی باہر ہے آب آگ ہے اندر لگی ہوئی لو آگ سی ہے مثل سمندر لگی ہوئی ہے ہکو ٹھکلی تیرے پنجہ سر لگی ہوئی آنسو روان ہیں خاک ہو ٹھہر لگی ہوئی دو نون طرف ہے شرط برابر لگی ہوئی ٹی ہے مثل سید سکندر لگی ہوئی یاں ہو امید شیشہ و ساغر لگی ہوئی رکتا نہیں وہ رشک صنوبر لگی ہوئی نر گس ہے باسین کے برابر لگی ہوئی تو ہے اُسے بھی صورت گوہر لگی ہوئی یاں آنکھ حجت سے رہتی ہو شب بھر لگی ہوئی قصیر ہے یہ شیشے کے اندر لگی ہوئی ہر دم یہ اس ہے تر خنجر لگی ہوئی</p> |
|--|--|

آب خضر ملانہ سکندر کو اے امیر

ہر سعی میں ہے شرط مقدر لگی ہوئی

| | |
|--|--|
| <p>دل کی بجھائے نہ سمندر لگی ہوئی آنکھیں ہیں شام سے طرف در لگی ہوئی</p> | <p>ہو سر داگ عشق کی کیونکر لگی ہوئی دیکھیں کب سے گھر میں ہلے : وہ ماہرو</p> |
|--|--|

| | |
|--|---|
| شب کو ہوتا ہے وہ جبے پر وہ | چاندنی سیر باہم کرتی ہے |
| آفت اسکی مٹاٹا کے بچے اے امیر انیا نام کرتی ہے | |
| <p>بہاؤ کی عجبات ہر آن روزوں میرے دل کی سفر میں مج سے کہتی ہوشش دم مردل کی جہاں سے اٹھ گئے تو اٹھ گئے ہم کچھ نہیں بہر نئے کو بانٹے بنے ہو تم نہیں شمشیر باز ہی ہے بھلا دیکھو تو وہ کیونکر نہیں آتے ہیں گھر میرے گریبان بچاؤ گھر سپر حسن کو مثل گل چلے غور در حسن تکو ہے کمال عشق مجکو ہے تمھارے حسن سے آیا تھا نادان ادعا کرنے خدا کے واسطے لاکشتی ہو جدا سی ساقی کسی کو دہر میں پہچانتا ہے کون اور غربت چھپا یا رب کے منہ ٹکڑے ہائے خون کی منہ دی نوشاد یواں گان آہ آفت خوب ٹھو پے ہو یہ حیرت زلف کا عقدہ نہیں ہا ہو جو شان سے تال سے جو دیکھا ہر گھلے غنچہ گل کو کلیجا منہ کو آجاتا ہو دل پہر وں تر پتا ہے جہاں بلا مزاج اس ترک کا چڑھنے لگی تیوری</p> | <p>جگر میں چمکیاں لبتی ہیں نقارین غدا دل کی گدہ بھی پوچھتے آتے ہی ہونگے اونہر ل کی غصبت ہو کہ گردن اٹھ نہیں سکتی قاتل کی نگاہ حیرت کو وہ نہیں دیکھی ہے بسل کی اگر وہ عشق کا مل کھینچ لائیکسی کشش در آ کی جنون انگیز میرا کی ہیں آواز میں غدا دل کی کو تم میرے دلی یا میں کدو کی بے دل کی سبیدی چھا لگی صدمت تو دیکھو ماہ کمال کی ترشح ہو رہا ہو کچھ ہوا ہے سرد سائل کی شناسائی ہو کچھ ان رستے والوں میں منزل کی عروسانہ حیا کرنے لگی شمشیر قاتل کی بیان کیسی مصیبت میں پڑی جان قاتل کی اے نادان بت شکستے کھلتی ہو گردن کی نظر میں چمک رہی ہیں صحتیں یاران یکدل کی مرے در و در گریں بھی چمک ہو تیغ قاتل کی ذرا قاتل کھنچا کھنچنے لگی شمشیر قاتل کی</p> |
| نہ سمجھو کھیل امیر آفت کی بازی جان لیتی ہے کہے دیتے ہیں ہم اچھی نہیں بنے دل لگی دل کی | |

| | |
|--|--|
| <p>دل پر سوز کا نوحہ جو میں پڑھنے بیٹھا تیغ قاتل سے تھی اُمید بڑی دلے نصیب ہاتھ میں نے جو بڑھایا کبھی گیسو کی طرف حال بیمار محبت کا یہ آخر کو ہوا تھی تو کچھ دُل میں کھٹک کی پہلے سے مگر اُلفت ساقی کوثر کی جو یاد آگئی معوج سیمان سے کبھی خالی نہ رہا گھر میرا ذرتے عکس سُرخ روشن سے بنے ریزہ زہر ذرتہ مہر ہوئے ہم کبھی پروانا نہ شمع</p> | <p>داد دینے کے لیے بزم میں رقت آئی وہ بھی ٹھہر گئی جب مری نوبت آئی بوسے وہ دیکھئے پھر آپ کی شامت آئی ملک الموت کو بھی دیکھ کے رقت آئی پاس سے آپ کا جانا کہ قیامت آئی سمجھے ہم ہاتھ کلید درِ جنت آئی یاسِ نصرت جو ہوئی دل سے تو حسرت آئی خود بدولت مے گھر آئے کہ دولت آئی جس جگہ دیکھ لیا حُسنِ طبیعت آئی</p> |
|--|--|

ہوں وہ مایوس کہ دنیا سے جو اٹھا میں آئمیر
گور تک بیٹھتی روتی بنے حسرت آئی

| | |
|--|---|
| <p>نگہ ناز کام کرتی ہے اکے مغل میں دخت زرشب بھر ٹھہرے ہیں لہن سیر کوئے غم درد جانا ہوں وہ سید بہن بہن مگر بد بلا ہے تری سیاہی خط شیخ صاحب اٹھ کے دیکھو آنکھ کیا وہ آئین کے میری میت پر ڈر کے میری شبِ جدائی سے اُسکے کوچہ میں روح خواب میں روز چلتی ہو جس جگہ کہ تیغ ارسکی</p> | <p>دم میں تیر کی تمام کرتی ہے نیند سب کی حرام کرتی ہے فوج جیسے مقام کرتی ہے خلق کچھ کچھ کلام کرتی ہے صبحِ عارض کو شام کرتی ہے دخترِ رزِ سلام کرتی ہے خلق جو اثرِ دھام کرتی ہے کالکا رام رام کرتی ہے سیردارِ السلام کرتی ہے خود قضا اہتمام کرتی ہے</p> |
|--|---|

| | |
|---|--|
| <p>پڑی کبیدہ ماہی میں اگر گر دساصل کی اُسی دریائی موصین ہیں لکیریں بہت ساصل کی مٹا جو نقش باجھو تبادی راہ منزل کی چلو دین سے سنی ہنسنے کہانی ماہ کول کی جھڑی ہواست دن بالوں پر تیغ قاتل کی اگرے ریلک فان دریا کو اگر گر دساصل کی نہ چھوٹے چاندنی بکومہ رخسار قاتل کی اگر میری قبر چھوٹی بنگلی درویش ساصل کی کہ امرہ شیر کا جھنکا رہے شمشیر قاتل کی سحر ہوتے ہی کیفیت بدلتی ہو محض کی اٹھائیں اپنے اتھون شخص نے کرناں سلاسل کی</p> | <p>سواد ہر سے کیا آشنائی بھر عفان کو لب ساصل نہیں جو کشی دریا سے بے آبی خیال نیستی بہ ہر قدم تھا دشت نیستی میں وہ عاشق ہیں کیا جب پسوندے کا اندھیر میں میٹھنے طرے کیونکہ ڈوبیں ایسے طوفان میں وہ بیاسا ہوں لاش کب میں جس دن ہیں تلخوں وہ ششاق شہادت ہوں جو اپنے نظم بھی کھاؤں غلاؤں نے یہ دقت دفن دسی ہر رنگ کی مٹی تعجب کیا جو کوسون دشمن رو بہ نشانے بجائے گرفتار آگیا اعضا میں یہی سے جو ہم سا ندھ جاتا تو کیوں پر نہیں یہ سب چین</p> |
|---|--|

انزل سے ہے جو اُس زہرہ شامل سے آمیر الفت
نہ میر دل میں کیا مٹی ملی تھی چاہ باہل کی

| | |
|---|--|
| <p>خوب اُسے دواے دل بیمار نکالی قاتل نے کہاں حسرت دیدار نکالی کیوں لاش جاری سب بازار نکالی غصے سے جو آنکھ آپ نے ہر بازار نکالی یہ ہنسنے قفس سے رہ گلاز نکالی ہر بات میں اک تہ دم گفاز نکالی اُف ہنسنے نہ ٹھہرے کبھی زہار نکالی منصور کی جب روح سبہ داز نکالی</p> | <p>شکوہ جو کیا درد کا تو از نکالی جب کچھ نہ رہا مجھ میں تو کھولیں مجھی انگلیں رسوائی ہوئی تیری ہوا ترک بہین کیا کب ہنسنے کہا تم سے کہ آئینہ نہ دیکھو عتیاد کا رخ دیکھ لیا چاک قفس سے ہم زند کبھی صحبت زامین جو ہو پچھے لگتے ہیں اسے ضبط کہ دل غم سے ہوا خون سو گئی ملک انوت نے بڑے گل و ہفت</p> |
|---|--|

| | |
|--|--|
| <p>بے بحر فانیں جلد یاد ب لاش بسلی کی تصور خل کا آیا تو دونی چڑھ گئی دل کی بسی گویا غریبان جس کسی کا گھر ہوا دیران جہاں رکھی گلے پر تنج دم لینے نہیں دیتا جناب عشق سے فریاد ہو رہا ہوتا ہوں ترسی پلوں کی فریادیں کچھ کر ٹھہرا دل عاشق دہان بار کے آگے سکوت غیغہ زیبا ہے نہال عشق کو رو رو کے ہم سر نہر کرتے ہیں ظالمون خرم میں بیٹھا ہو شراب مرگ پینے کو وہ لاغر ہون انی میں نہیں کھینچیں ہیں گرم آہیں حسیناں جہاں ہتے ہیں جہاں عکس کی صورت یہی دو چار لے حاصل کشت محبت ہیں کسی کا ساتھ کہے تیا ہو کوئی بیقرار ہی میں چو نظروں میں مایا ہو گیا عشاق کا مہمان مری کشتی برنگ موج میں بحر حوادث میں ازل سے جو مال کا رہے مغزو کا نا کامی</p> | <p>کہ بھوک پھلیاں بین جوہر شمشیر قاتل کی لگا دھیس میں لپٹی سے آرائش ہے مجھل کی مسافر ٹپکے سونے جاگ اٹھی تقدیر منزل کی ٹپنے کا مزہ کھوتی ہو جلدی میرے قاتل کی ٹٹا جاتا ہوں میں بکین بانی شاہ عادل کی سیاہ سان صفوں کا ہو سیاہی شام منزل کی خوشی چاہیے نادانوں کو صحبت میں قاتل کی نہیں آنکھیں دو نہرین ہیں بانیہ گلشن دل کی نہیں حکمت سے خالی بات کوئی ہو تو قاتل کی شب تاریک ٹھنڈی ہیں شبنم خانہ دل کی بنا ہو خشت آئینہ سے شاید خانہ دل کی نہیں ٹک سلسل بایان ہر جن میں دل کی تر پتارہ گیا شعلہ شرنے قطع منزل کی جنہیں کہتے ہیں آنکھیں کھڑکیاں ہیں خانہ دل کی کنارے تلک گر پہنچے تو ٹکڑہ کھائے سائل کی کف دریا کی نسبت میں کبھی ہرچ سائل کی</p> |
|--|--|

امیر آئے گا روز عید قریان گاہ میں قاتل

سپیدی چاہیے دیوار و در پر چشم بسمل کی

| | |
|---|--|
| <p>لو کیا کہ صدمت تک نہیں دیکھی ہو بسمل کی نہا سکتی نہیں مڑگان ترکھت مرے دل کی ٹپ جاتا ہو دل بل کر م کا جوش میں آکر</p> | <p>اتنی خیر ابھی سے فقی ہو نکلت ہر سگال کی نہ جھڑی گرد دست موج نے دامان سائل کی چمکتی ہے جو بجلی شعلہ آواز بسمل کی</p> |
|---|--|

اگر کشکش میں وہ زلف سیاہ پڑتی ہے
 بدن پہ اڑکے اگر گردِ راہ پڑتی ہے۔
 بڑے نہ تیغ کبھی جیسے آہ پڑتی ہے
 بلا میں جان یہاں بے گناہ پڑتی ہے
 قفس میں نیند اگر گاہ گاہ پڑتی ہے
 نظر جو صورتِ مردم گیاہ پڑتی ہے
 کنارے نہر کے جیسے سپاہ پڑتی ہے
 اگر مٹی تو تم پہ بھی اعر و ماہ پڑتی ہے
 نہ گردِ راہ نہ گردِ نگاہ پڑتی ہے
 ہزار پائوں پہ زلف سیاہ پڑتی ہے
 کہ عقل شے میں بے اشتباہ پڑتی ہے

بنائے شانہ مرے دست شوق کو کیونکر
 وہ ناتوان بچن کہ ہوتا ہوں زندہ گور میں فن
 استانہ خاطرِ مظلوم کو ڈرے ظالم
 عجیب حال ہو کچھ کوچہ محبت میں
 چمن کی سیر کو جاتی ہو روح لے صیاد
 جنوں میں ترستے بھی بھاگتا ہوں میں کچھ سون
 یہ ہیں نلتے ترے بیخِ آبدار کے گرد
 اُمن میں غصے کے وہ میخ دیکھ کر ہنوش شد
 وہ چھپکے گھر سے نکلتے ہیں یوں کہ دامن پر
 پختائے ہیں وہ غریبوں کو بے گنہ نہ بھر
 عجب طرح کے بنائے ہیں وہ دہان و گھر

دیا ہے یار نے فرمانِ قتل عامِ امیر
 اہمیں بھی اب تو اُمیدِ رفاہ پڑتی ہے

رخم وہ دل میں ہو کاری کہ گلجاستق ہے
 اسکو کیوں مشقِ جفا اسکا جگر کیوں شق ہے
 بول لٹھیں بُت بھی گواہی کہ سچی حق ہے
 چشمہ قلمِ عصیان کے لیے زورِ حق ہے
 حلقہ دیدہ سوزن بھی مجھے خندق ہے
 ذوق جب تک نہ ہو رنجِ عبث نہ حق ہے
 شمع سے جاوے فافوس کہاں ملحق ہے
 خوف سے جو ہر شمشیر کا سینہ شوق ہے

اور دیہلو کی یہ تہوارِ رملت فق ہے
 عشق سے عاشق و مشوق اگر مشق ہے
 سنگدل تیری جو فریادِ کینِ دیر میں ہم
 شرمِ عصیان سے بہا اشک کہ ہو بیڑا یا
 رشتہ آسادہ ہوں لاغر غمِ عریانی میں
 ذکرِ گنجینہ سے ہوتا نہیں کوئی منع
 ہوں میں دلِ سوختہ دنیا میں جہادِ نیک سے
 کیوں نہ کانپے تری مہرگان کی چھری سے دل

قاتل نے کسی کی نہ ذرا قتل میں میرے
میں غزع میں عیشی کو مرے شکوہ تعظیم
خالی گئی بندوق تو تلوار نکالی
اکس وقت میں کس بات کی تکرار نکالی

بجعتی ہے جو نشتر کی طرح دل میں آمیر آہ
بار صحنے دہی چھٹ کی گھٹتار نکالی

| | |
|--|--|
| <p>خود بخود صید چلے آئے ہیں گردن ڈالے آج سے پہلے لو ہر گ گردن ڈالے پردے لکھن پہ جب اسکا رخ روشن ڈالے گردن شیخ میں زنتار برہمن ڈالے حورین بیٹھی ہوئی ہیں غلین چین ڈالے ملک الموت چلے آتے ہیں گردن ڈالے چار آنسو بھی نہ تم نے سر مدفن ڈالے نہ کر بیان میں تو اپنے گل سون ڈالے تو اگر آنکھ سوے داو سی امین ڈالے بنے کا ندھ بے انٹ کر جوہ دم ڈالے قدم اس ناز سے جب یار کا تو سن ڈالے کو ڈوٹنے یہ کسی اور پہ سون ڈالے</p> | <p>لیون وہ صیاد کسی صید پہ تو سن ڈالے لج جتوری پہ نکلتے وہ پرفن ڈالے لیا کرین طالب دیدار حیا کا شکوہ ساراپروہ ہو دوی کا جو یہ پروہ اٹھا قابل دید ہے وہ عارض چشم و شرکان جب نکلتے ہیں وہ تو اسنبھالے گھر آبرو خاک ہوئے بوجی کی عاشق کی زنگ اس لعل سنی رجبے مٹا ہی کہاں لوتی برق سر طور پھرے چار طرف اڑ چلے قص میں پرواز کو پر پیدا ہو گشتے اندازے کس طرح سے پامال ہون اکین زخم نگہ نازر فو ہوتے ہیں</p> |
|--|--|

خون ناع اکین چپتا ہے چپلے سے امیر

کیون مری لاش پہ وہ بیٹھے ہیں دامن ڈالے

تجی پہ آنکھ بسا عیشک ماہ پڑتی ہے
گدا پہ کب نظر بادشاہ پڑتی ہے
بائسے جہرے پر اپنی نگاہ پڑتی ہے

نہ حور پر نہ پری پر نگاہ پڑتی ہے
وہ چشم مرے دیکھے مجھے امید نہیں
بلائے جان دو عالم ہے جسکی برق جمال

| | |
|---|---|
| نہیں ہو شرم کی جانب تو ہکو دیکھئے آؤ تماشا جانتا ہوں مگر دیش گردون گردان کو ملا غاڑہ تو پایا اسی نے رنگ آرائش ملا مارا ہو کام ان خورشید رویوں کا فراق یار مین ہوں اس قدر مخزون مین اس قدر | کہ پٹی باندھ لی انگوٹھی لکھو پیر بھی مرہم کی گل غنار کی لکھون مین نیرنگی ہو عالم کی جہنی افشان تو آئینہ کی قسمت اور بھی مکی کبھی ٹٹھتے ہیں تے موت آجاتی ہو شبنم کی لکھون جو سطرلے مین نصف بجائے ماتم کی |
|---|---|

امیر اس سرور عالم کی کیا توصیف ہو مجھ سے
خدا کی شان ہو سیرت ملک کی شکل آدم کی

| | |
|---|--|
| نہال اسکو ہمیشہ کرتی ہو بالیدگی غم کی نہو جسمین تجلی تجھ سے محبوب دو عالم کی اُدھر ہوں عیش کی باتیں کہانی ہوا دھر غم کی ہولے عشق سیریل مین رخ دیاس گلوفان چمن کیا جانیے ہو کس شہید ناز کی مجلس غضب گرمی قیامت کی جلن ہو عشق مین یار جلا اس جو رکاد دل کیا ہماری سونچیل سے نظارہ دوہان کا چھوڑ کر دل کا تماشا کر اُزلے ننگ غنچہ پکڑے گل کی روش ایدل ازل مین صل کس مشوق و عاشق کا نظر آیا زمانے بھر کی ایدلؤن سے چھٹی مر کے ملتی ہے پرستش حسن گندم گون کی عین آدمیت ہے ہے سینہ پیر کیا شاعر مہر تابان سے یہ بچے گشگری کے لہے ہیں ہچکیان کیسی | اتنی دل ہو یا کوئی کلی ہے نخل ماتم کی وہ جنت جل کے یارب خاک ہو جا جہنم کی کہو تم اپنے عالم کی کہیں ہم اپنے عالم کی بھلا بنیاد کیا ہو ایک مشت خاک آدم کی کہ غنچوں کے چکنے مین صدا ہے نخل ماتم کی چھچھکا جاتا ہو تن آنچین نکلتی ہیں جہنم کی کہیں جنت کو کچھ چنگار یاں اُڑ کر جہنم کی شبیبہ مین اس ورق پکھنچدی ہیں دونوں عالم کی کہ منہ سے کچھ نہ کہ کاٹنے سن کر سارے عالم کی کہ لکھیں آج تک کھلتی نہیں با دام توام کی سچا کہتے ہیں جسکو ہو وہ سرحد کشور غم کی نہیں وہ ابن آدم خونین ہو جسمین آدم کی لکھنچین سو پریاں لیکن نہ چھکی آنکھ شبنم کی نہیں یہ حلق لیل بانسلی ہو مطرب غم کی |
|---|--|

| | |
|---|---|
| لب جان بخش سے کلی مرے مر قہکدو زاہد و ساقی کو تر تھیں کیوں دیکھے شراب خوف ممتو بی آدم سے دُرا ہے ایسا عشق میں پار ہو کس طرح سے بٹرا دیکھیں | خوف کو فر کا تو پانی شہد کا حق ہو دختر رز تو فقط بادہ کشون کا حق ہو دیکھئے آج تلک سینہ گندم شق ہو ہم شکار و نہیں یہ قلم بے زورق ہو |
|---|---|

دُرِ مضمون دم تحریر نکلتے ہیں آمیر
صدف آمارے غلے کا کھلجا شق ہو

| | |
|--|---|
| یہاں تک جگو ہنگام خوشی ہو آرزو غم کی میں غم دوست ہوں تجو کی غم سے دو غم کی منا ہی کو چہ محبوب میں ہو نالہ غم کی قطار مور جس باد کھتا ہوں یہ سمجھتا ہوں تراغزہ ہو وہ طرار جب گلشن میں آیلے خیال دختِ ناز میں آگیا ہو بھگو غش ساقی ستایا اسقدر ان مردم ابلیس خصلت نے الہی ہے یہ لشکر کس سلیمان پر سی دش کا ہم سے نالہ دل سے ہو گرم نالہ ہر بلبل یقین ہو روز عشرت کے ہے اولاد میں جھگڑا فراق و وصل کی شبلیک ہو برفرق جو اتنا نہ لائے کوئی ہم تک خوشی گیسو سے پیماں کو خدا جانے بھرے ہیں لے گلشن بار کیا انکر دُری یہ رات کو میری سیہ بختی کی غفلت سے یہ شہرہ وحشت مجنون کا مشیت استخوان مجنون | اٹھا رکھتا ہوں روزِ عید پر مجلس محرم کی جو آیا اٹھ جبالِ بھال میں نے غل ماتم کی غضب ہوا تو وہ جزو کاٹتے ہیں غل ماتم کی سلیمان اٹھ گئے شاید یہ صف ہو لنگے ماتم کی گلون کی جیب کتری ہو گرہ کاٹی ہو شبنم کی کھلیں نگین اگر پاؤں ہوا دامنِ مریم کی کہ ڈر کر آدمیت چھپے ہی تربت میں آدم کی بلا میں لیتی ہوں پر یان ہوا پر زلفِ پر خم کی نہیں کس گلستان میں شاخ اپنے غل ماتم کی ہماری غیر کی ہو دشمنی ابلیس و آدم کی بہارِ اسمن ہو جنت کی ہوا اسمن جہنم کی مچائیں گی یہ غل عشرتین زنجیرین جہنم کی ہوا میں آئیں گی ایسی نہیں سنتے ہیں مرہم کی دلع نور پڑھ کر اپنے اوپر شمع نے دم کی مثل سج ہو کہ ستم سے سوا ہو دھاک ستم کی |
|--|---|

قاضی کرے جو منع تو سے رو برو پیہ
اب تو کمی کرے تو ہمارا لہو پیہ
شیشے کی طرح چاہیے تاکلو پیہ
کیون گھونٹ زہر کے نہ لب آبجو پیہ

ہشت ذرا کسو کی تر لوند
نہ نے مجھے کھینچ کے یہ تیغ سے کہا
نے جو میکدے میں کر
دیکھے وہ خط سبز جو سبزہ تور شک سے

منظور چرخ ہے کہ آمیر سیاہ
دل کا کباب کھائے جگر کا لہو پیہ

خوب مطلع ہے یہ اللہ کرے یاد رہے
یہی گریہ یہی نالہ یہی فریاد رہے
رقص میں تیغ رہے وجد میں جلا رہے
گندہ ہر باغ کے دروازے پہ فضا رہے
میں ستم کش نہ رہوں یہ ستم ایجا رہے
آئے لیے حضرت بہت آزاد رہے
کینے وہ خام ہے کینے یہ ارشاد رہے
لوح باقی نہ ظلم میں ترے ہزار رہے
گھر اتھی مرے اُستاد کا آباد رہے
اک دراد گل سنبھالے ہوئے جلا رہے
سلے منے لگے بھی جب حضرت دل یاد رہے
درد کا دل نہ دکھے خاطر غم شاد رہے
کہ مبادا تمہیں بھوکے تو بچے یاد رہے
ہم ہے کب جو کے کوئی کہہ رہا رہے
وہ اگر اور کوئی ہو تو بچے یاد رہے

بروے یار نہ بھولے کبھی ل شاد رہے
عُمران زار میں بھی گرداں ناشاد رہے
ہونی مقتول مرے قتل کی ایسی ہونو شہی
پھر بہا آئی چھ سوے چمن دیوانے
رشتک جو بعد فنا بکھو فلک سے تو یہ ہر
ہم جو پونچھے تو لب گور سے آئی یہ نہ
نکھیں جانی کو کتنی ہیں وہ لب جینے کو
سُکی تصویر میں اس درجہ نزاکت کا ہر طرف
تسائے سے نہ مطلب جو نہ گلشن سے غرض
بسملوں کی نگہ یاس بُری ہوتی ہے
ہ کون گایہ کون گایہ ابھی کہتے ہو
ہون وہ غم دوست کہ دور کے دعا کرتا ہوں
شہر میں غدر گنہ کیا ہے بتا تو رکھو
محر ہستی میں حباب لب دریا کی طرح
بن اگر غیر کوئی ہوں تو مجھے وہ بھوے

| | |
|--|--|
| <p>ہوئی کس کس کو جھلتا کیسے قتل ہوتے ہیں تمھاری چال بھی کیا گردش گردن گردان دکھایا گرم دوسرے دہراغ و انسا کے مجھ کو یہ شوقِ نیکشی ہے سایہ انگور کے پتے سواغوشید رویوں کے کسی پرین مائل ہوں</p> | <p>پسینا لگیا قاتل کو گردن تیغ نے خم کی کہ چکا دو قدم صورت بدلے ہو علم کی اکدن بھر دھوپ کی تہتی ہو ایداشب کو شبنم کی ہو اکھلنے کو روح آتی ہو اتناک حضرت غم کی الہی ل مجھے ذرے کا دینا آنکھ شبنم کی</p> |
|--|--|

شکستِ شیشہ دل سے آمیر آتا ہے غش مجھ کو
 جھڑک کر سے شگفتے کوئی مٹی سا غم کی

| | |
|--|--|
| <p>مجھ دستِ کمرے کی بو بہت ہے موتی کی طرح جو ہو خدا داد جاتے ہیں جو صبر و ہوش جائیں مانند کلیم بڑھ نہ اسے دل بے کیف ہو تو خم کے خم کیا کیا اصل کی شب میں شگلیں ہیں منظور ہو خون دل جو ہے یاس اسی فشرِ غم ہو لاکھ تن خشک چھترے دہ مرزہ تو کیوں ہیں روون غنچے کی طرح چمن میں ساتی</p> | <p>دیولنے کو ایک ہو بہت ہی تھوڑی سی بھی آبرو بہت ہی مجھ کو اسے درد تو بہت ہی یہ درد کی گفتگو بہت ہی اچھی ہو تو اک سبب بہت ہی فرصت کم آرزو بہت ہی اتنے لیے آرزو بہت ہی تیرے دم کو لہو بہت ہی آنکھوں میں خلش کو مو بہت ہی اپنا ہی مجھے سبب بہت ہی</p> |
|--|--|

کیا غم ہے امیر اگر نہیں مال
 اس وقت میں آبرو بہت ہی

| | |
|---|--|
| <p>ہمراہ غیر بادہ جو وہ تند خو ہے تسکین ہو ایک جام سے کیا اسکو ساتیا</p> | <p>غم کیوں نہ چونک بنکے ہمارا لہو ہے جو خم کے خم چڑھائے سبب کے سبب ہے</p> |
|---|--|

آبِ خنجر سے وہیں بیاں کھجا
لکھ لکھ ابر تو اور آگ لگاتے آئے
قدم بُت پہ بھی ہم سر کو جھکاتے آئے
خاک اُٹاتے گئے ہم خاک اُڑاتے آئے
سیکڑوں جلتے گئے سیکڑوں آتے آئے
لہتمہ ترے ناز اُٹھاتے آئے
ہنی پازیب کی جھنکار سناتے آئے
ملک الموت بھی پر اپنے بچاتے آئے
پردہ ڈولی کا سر راہ اُٹھاتے آئے
بوہین عاشق کو ہم عشق مٹاتے آئے
بیرِ بیان پہننے ہوئے شور مچاتے آئے
خواب آئے کہ مئے مٹھ کو چڑھاتے آئے
گل کھلاتے گئے گلچرے اُڑاتے آئے

جام کو ترسے ہو کیا کام ہیں امیرِ رضوان
مُرکشی کی ہے خوشی بھر میں کس کو ساتی
سنگِ اسود کے جوہرے کو چھٹے سٹے حرم
شتِ ہستی میں ملا خاکِ بگوے کی طرح
بادشاہوں کا ہے دربارِ در پیرِ مغان
المن ترانی سے ہوا صاف یہ ہم پر روشن
چھپ کے بھی آئے مرے مگر تودہ دربانوں کو
ہوئے ہالان کہ دم نزع مر سی بالین پر
بے سبب پہ یہ بلوہ نہیں غالب ہو کہ آپ
موجبِ مہرِ شہنشاہ ہوئی بولی یہ زمین
روزِ محشر جو بلائے گئے دیوانہ زلف
ذکرِ غنیمت جو سنا بھٹے تو ہنس کر بوسے
مُرخِ دل نقشِ قدم وار کرے وقتِ تکرار

۱۱۔ اکین کے گم ہوئے
کیون نہ یگری ہوئی باتوں کو بناتے آئے

پہ بدنام نہون دھویئے شمشیر اپنی
طوق بننا ہو گڑھی جاتی ہے زنجیر اپنی
کھینچ کر آبِ مٹاتا ہوں میں تصویر اپنی
نذر دی قید نے لا کر ہمیں زنجیر اپنی
آجکل جھولتی ہے عرش پہ شمشیر اپنی
چار سو جاتی ہے آواز پر تیر اپنی

ہم اگر قتل ہوئے خیر یہ تقدیر اپنی
پھر بہار آئی جنون ہوتی ہو تیر اپنی
بے نشانی یہ مرے دل کو پسند آتی ہے
نید ہو کر تیرے گیسو میں یہ رتبہ پایا
بانِ نثاروں کو کہتے ہیں چڑھا کر تیوری
دھرگان میں شبِ ہجر جو جلاتے ہیں ہم

زار ایسا تھا کہ میں دشتِ جنوں میں نہ ملا | ڈھونڈتے محکومے سایہ ہزار رہے

کیا عجب بھول گئے ہم جو کلام اپنا آمیر
یاد رہنے کے جو قابل نہو کیا یاد رہے

| | |
|---------------------------------------|--|
| ایک دل بھرتی کس کس کی یہ ناشادہ | قیس کا داغ کہ اس میں غم فرما رہے |
| دل ان آنکھوں کے تصور سے مرثا | قافِ پیروں سے جنانِ حوروں کی آباد ہے |
| قتل بے خنجر و شمشیر جو ہو مدِ نظر | اک ذرا آپ کو کھینچے ہوئے جلا رہے |
| طولِ فرقت سے مزے چل کے سب بھل گئے | نہ وہ باتیں نہ وہ راتیں نہ وہ دن یاد رہے |
| جب کیا ہم نے گلا اپنی پریشانی کا | زلفِ جانان نے کہا ہم بھی تو برباد رہے |
| اچھ گئی یار کی تصویر تو اندری خوشی | ہم بغلِ دیر تنگ مانی وہ بھرا رہے |
| ہم وہ قیدی ہیں جو کھے وہ خطِ آزادی | ہو یقینِ حرفوں میں شانِ خطِ خدا رہے |
| لامرکان میں ٹھکانا نہ مکان میں وسعت | دل سے نکلے تو کمان جا کے یہ فریاد رہے |
| کون پر دانہ میاں شمعِ سرِ طور کا ہے | جلوہِ افروز تر حُسنِ خدا داد رہے |
| بھرمین یار نے پوچھا نہ اجل نے ہلکے | نہ اسے یاد رہے ہم نہ اُسے یاد رہے |
| واہ سے شوقِ اسیری کہ دعا کرتا ہوں | مُنہ دمِ ذبحِ شوقِ خائے صیاد رہے |
| شادی و رنجِ زلمے میں ہیں تو امِ ایدل | کچھ تو ہونٹھوں پہ ہنسی بھی دمِ فریاد رہے |
| کھٹ گیا غم سے اگر تن تو بنا شکلِ جناب | ہم ہوئے خاک سے پانی بھی تو برباد رہے |
| اکٹے ابھین کہیں جامہٴ آزادی میں | دامن اس دُڑ سے سینے ہوئے شمشاد رہے |

روزِ جانبا زلڑے شوقِ شہادت میں امیرا

کیسے ہنگامے سر کو چہ جلا رہے

| | |
|---|---------------------------------|
| دل کو طرزِ رنگِ یازِ جلتے آئے | تیر بھی آئے توبے پر کی اڑتے آئے |
| فاتحہ دیکھے نہ پانی پہ بھی دورِ دن کے بعد | مادرِ گور ہیں جو خاک اڑتے آئے |

| | |
|--|--|
| <p>سایہ افکن ہو وہ گیسو اس دل صد چاک پر جائے نگلشن میں جو وہ گلرود گل مندی کی شاخ آفت نازل ہو جو ہنس بڑا ہاتھارا آئے یاد شکار افکن چلے لیکر اگر تیرو کمان بارہ پر آجائے تیغ قامت قاتل اگر پھنس کے چھوٹے لذت دنیا سے کیونکر لایوس</p> | <p>یا الہی سیما ہی اس نگین پر گر پڑے سہ جھکا کر اُسکے پائے نازنین پر گر پڑے چھست مکان کی توڑ کر بجلی میں پر گر پڑے نسر طائر جوڑ کر کندے زمین پر گر پڑے شاخ طوبیٰ کٹ کے دھنچھو رحین پر گر پڑے اگس طرح اٹھے گس جب انگبین پر گر پڑے</p> |
|--|--|

آفتاب غرض ساتی اگر چکے امیر
خاک ہو کر برق آب آتشین پر گر پڑے

| | |
|--|---|
| <p>جب تک وہ پلک بر سر بیدار نہ آئی کب گور میں خنجر کی رگوں یاد نہ آئی شیرین نہ ملی سنگ اگر سیڑیوں کاٹے بالوں کی سفیدی کو کفن سمجھے نہ کس دن دعویٰ دیت شیرین کس سے میں کرو نکلا طاہر میں ہوں پاؤں نہ گلزار میں رکھا سچ ہو یہ مثل جان ہوا اپنی تو جہان ہے غش صورت موٹی میں ہوا سامنے اُسکے کیا اُسکے نظر مرد کب چشم کو وہ قال نقشہ مرے محبوب کا جلتا ہوا دیکھا کیا جرم ہوا تھا کہ گرے اُسکی نظر سے مایا بلکو</p> | <p>تجھ میں چمکے جوہر فلاد نہ کب روح سوئے کوچہ جلاد نہ آئی چھہ م سبک دستی فریاد نہ آئی کب آنند دیکھا کہ اجل یاد نہ آئی حیرت سے نظر صورت جلاد نہ آئی جب تک خبر آبد صیاد نہ آئی اُترے کو عزیزوں کی کبھی یاد نہ آئی تاب نظر حسن خدا داد نہ آئی انسان کو نظر صورت ہزار نہ آئی تجھ کو دشمن کا غم نہ ہند نہ آئی کچھ ذہن میں اپنے تویہ افتاد نہ آئی روح آئی عدم سے مگر آزاد نہ آئی عرض بھی مری ہو کے کسی صاد نہ آئی</p> |
|--|---|

ساقیا پھٹ گئی ہجر میں تقدیر اپنی
 ردین کاٹ کے خود لائیں گے پنجر اپنی
 خیر قسمت وہ تمھاری ہے یہ تقدیر اپنی
 مع چہرہ ہو ترا آنکھ ہے گلگیر اپنی
 ہے گراں آپ کی زنجیر کہ زنجیر اپنی
 بھیج دیتا ہے وہ یوسف مجھے تصویر اپنی

موتی کون کسے چہرہ ہوا شیشہ دل
 حاجت تیرا کمان کیا ہو تجھے چل تو سی
 نکو بیولون کے چہرے کھٹ کر کاٹے ہر نصیب
 آنکھیں چہرے پہ لینے تو چمک جائیگا حسن
 حضرت قیس جو طالین تو اتنا پوچھیں
 یہ نفت مصر کا نقشہ جو طلب کرتا ہوں

آنکھ نہ سکے صنف سے ہم تادم مرگ

جس جگہ بیٹھ گئے ہو گئی جاگیر اپنی

برشس خنجر سفاک مرے دم تک و
 نرگس باغ سے بلبل کو بجا چشمک ہو
 زاہد اکبوں تجھے یکتائی بت میں شک ہو
 لون کہتا ہر رخ صاف پہ یہ چھاپ ہو
 رتبہ دیدہ بیدار قیامت تک ہو
 آنکھ جب بند ہوئی پیش نظر عینک ہو
 شہر آباد محبت کا یہی پھانک ہو

تو یہ معرکہ عشق میں بجو چمک ہو
 گھورتی ہو یہ جوانان چمن کو ہر دم
 حسن یکتا کا جو پر تو بھی جہان میں یکتا
 جنگ عاشق کے لیے حسن زہرہ پوش ہوا
 شب بھر آغوش گلستان میں ہو شبنم کی جگہ
 عرش سے عرش تک آئینہ ہو سب فکر کے قوت
 قدم بڑھ کے در دل پہ تو منزل کو پہنچ

نہیں دیوانہ اگر لاف بغیر امیر

کس لیے سنگ بکف ہرین ہر کو دک ہے

خضر گردن جگہ پا کر جبین پر گر پڑے
 چاندنی کا پھول بن کر آستین پر گر پڑے
 اڑتے ہی اڑتے کہیں بازو کہیں پر گر پڑے
 کیا کروں پرواز کی طاقت نہیں پر گر پڑے

فشان کا اگزردہ زمین پر گر پڑے
 رات کو ہو فکر آرائش جو اس گل کو تو ماہ
 نامہ ہم اتمام گون کا جب کبوتر پہچلا
 آشیانہ دور ہو متیاد آہو نچا ہے پاس

| | |
|---|--|
| <p>جو ہو خلوت نشین کیا عجب اغیار میں آئے جو تو آیا تو آیا وہ نہ اس سرکار میں آئے الہی کوئی لکھ کوہ سے گلزار میں آئے زمین پر گر پڑے آخر جو خم دیوار میں آئے گریبان چاک گل گلزار سے بازار میں آئے کمر میں بن بال اس ترک کی توار میں آئے کہ ہم مسجد سے اٹھ کر خانہ خمار میں آئے چمن میں تم کو یوسف مصر کی بازو میں آئے تو غر جسکو جو ناہو وہ اس سرکار میں آئے براہیم لگ میں پھینکے گئے گلزار میں آئے جب آئے بابر ہنہ وادی پر خار میں آئے جو بے پردہ نہ خواہ طلبیدار میں آئے کو نشانہ سمجھ کر گیسوے خمدار میں آئے ہلاؤ لب زبان گنگ بھی گفتار میں آئے خلن بھی ساتھ آئی ہم اگر گلزار میں آئے زبان کو کاٹ ڈالو فی حق اگر توار میں آئے</p> | <p>دلا آنکھوں سے چھپ کر اُس سے ہو دیدار کا طالب خطہ بگونے میں اور خل رکھ دیا روتا ہوں بہت مشتاق ہیں مست آمد پر بہاری کے خمسیدہ قد ہوا اب دیر کیا ہو خاک ہونے میں جنون کا رنگ چمکا یا یہ تیرے عشق غافل نے یہ وقت قتل جو ڈر ہلکا ہو اپنی سخت جانی سے کیا دے دے کے طعنے دے غلطی ننگ یہ آخر نظر آتا ہے ہر گل زر بکف بہر خریداری زرد داغ جنون تقسیم شاہ عشق کرتا ہے خدا ہو دوست جسکا اسکو کیا اندیشہ دشمن خلش میں کیا مزہ ہو تیرے دیوانوں کو کیا جانے علانیہ کھائے کب وہ جلوہ روے روشن کا ہیانیت سے ہو میرے دل صد چاک کا قبضہ اٹھاؤ رخ سے پردہ کو رازاد بینا ہو گرفتار قفس تھے جب تک فصل بہاری تھی کیا ہو وعدہ سُرینے کا قاتل سے سو حاضر ہوں</p> |
|---|--|

آ میراب دغذغہ کیسا کہ پہونچے ہم مدینے میں
چھٹے آفت سے ظل احمد غفار میں آئے

نماز صبح و شام اک جا ادا کی
کو کیون موت آئی ہو قضا کی
ترسی توار آواز سے کسا کی

خیال زلف و عارض میں قضا کی
ادا پر مرنے والوں سے بھی غم نہ
نہ آنا تھا اجل منہ پر نہ آئی

| | |
|----------------------------------|--------------------------------|
| مضمون سے پس مرگ مرا نام ہوزندہ | پھندے میں مری خاطر آزاد نہ آئی |
| کچھ کام نہیں کام جو اولاد نہ آئی | |

دشت میں امیر اپنے برابر نہ ہوا قیس
شاگرد میں کیفیت استاد نہ آئی

| | |
|--|--|
| ہم اور سرکہ امتحان سے مل جاتے | جواب پاؤں جو دیتے تو سرکہ بھل جاتے |
| عدم کو یان سے تو گھر کے احوال جاتے | مان بھی جی جو نہ لگتا کہاں نکل جاتے |
| ہزار تیز نہ تھی تیغ یار اگر چلتی | ہم سے کتنے غریبوں کے کام چل جاتے |
| جنوں کے جوش میں کھلتی نہ راہ ملک عدم | بڑے مزے میں پہونچتے جو آجکل جاتے |
| سیاہ کار وہ ہوں حشر میں حساب مرا | جو وقت صبح سے ہوتا چرخ جاتے |
| بچائی داغ نے زندانیان زلف کی جان | منہن تو گھٹ کے اندھیرے میں دم نکل جاتے |
| بتوں کی بھی جو پرستش نہ کرتے امیر زاہد | خدا کے سامنے ہم لیکے کبسا عمل جاتے |
| شب فراق میں اچھا ہوا نہ کھینچی آ | غریب خانے کے دو چوڑے بھی چل جاتے |
| جھرمی نے آنسوؤں کی اور جی ڈوبا ہے | برس کے جلد یہ بادل کین نکل جاتے |
| دکھ کے تیغ جو قتل سے یار بڑھ چلتا | اجل کے پاؤں پہ سرکہ کے ہم نکل جاتے |
| پتنگ بنکے پیٹتے جو شمع رویوں سے | وہ ہم نہ تھے کہ تب ہجر سے نکل جاتے |
| تلاش رزق میں گردش ہوا ہی ہوس ہے | عیب ساتھ ہی رہتے جہان نکل جاتے |

قبول خاطر دشمنان اگر ہوتے

امیر نور کے سانچے میں شعور چل جاتے

| | |
|---------------------------------------|---|
| مقام وجد ہوا دل کہ بزم یار میں آئے | بڑے دربار میں پہونچے بڑی سرکاریں آئے |
| خداوند ازنگ اس ترک کی تلواریں آئے | اکہین دھپانہ میر نے خرم دامندار میں آئے |
| مرے گھر کی طرف بھی عالم مستی میں آنکھ | ترنگ ایسی کبھی یارب مزاج یار میں آئے |

جدھر سے اڑھٹھا ہو سوئے میخانہ آتا ہے
 مگر اک گریہ حسرت کہ بیتا بانہ آتا ہے
 اجل تجھ کو بھی کتنا ناز مشوقانہ آتا ہے
 کہ اک اک بال پر قربان ہونے شانہ آتا ہے
 ہمارے ٹھٹھک ساقی اگر یہ سامانہ آتا ہے
 لب خاموش تجھ کو بھی کوئی افسانہ آتا ہے
 بدلتا ہی پر پی کا بھیس جو دیوانہ آتا ہے
 کہ کعبہ ہموکھ لینے تادیر میخانہ آتا ہے
 کوئی ہشیار آتا ہے کوئی دیوانہ آتا ہے
 ٹوٹ پ کر شمع پر جیسے کوئی پروانہ آتا ہے
 تجھے افسون تو مجھ کو ہی پر ہی افسانہ آتا ہے
 صدف آسا اگر مجھ کو میسر دانہ آتا ہے
 مزے کا وقت اب ای ہمت مردانہ آتا ہے
 اک دم ہو ہوش میں آؤ کوئی آیا نہ آتا ہے
 کہ نبیا ہے جگنو آج جویر دانہ آتا ہے
 میسر تیسرے دن بھی جو مجھ کو دانہ آتا ہے

دور رحمت باری ہو بخواروں پہ ان زون
 لگی دلی بھجائے سیکسی مین کون ہے ایسا
 اُنھیں سے غم نہ کرنی ہو تجھ پر جان دیتے ہیں
 پریشانی مین یہ عالم تری زلفوں کا دیکھا ہے
 چھلک جاتا ہو جام عمر اپنا داسے ناکامی
 وہ بُت ہو مہربان سب اپنا اپنا حال کہتے ہیں
 طلسم تازہ تیرا سایہ دیوار رکھتا ہے
 یہ عظمت کے زہد ان بتوں مین بننے پائی ہے
 دورنگی سے نہیں خالی عدم بھی صورت ہستی
 ہمایوں استخوان سوختہ پر میرے گر تلہ ہے
 اُدھر ہن چمن کی گھاتین ادھر ہن عشق کی باتین
 کلجا ہاتھ سے اہل طمع کے چاک ہوتا ہے
 نمک جلا دھڑکا چاہتا ہو میرے زرخون پر
 زبردستی کا دھڑکا وصل مین تھکوسایا ہے
 تہی کسی شمع حسن سے روشن ہے گھر میرا
 وہ عاشق خال خط کا ہون کندر مور کرتا ہون

۱۱ امیر اور آنے والا کون ہے گورِ غریبان پر
 جو روشن شمع ہوتی ہو تو بان پر دانہ آتا ہے

اُٹنے ہی جو صلے دل مضطرب رہ گئے
 جھٹے ہمارے خون کے خنجر مین رہ گئے
 تو آسمان ایک ہی چکر مین رہ گئے

جتنے کہ تیر ترکش دلبر مین رہ گئے
 دھویا ہزار اُس بُتِ سفاک نے مگر
 بھرائے عشق نیری طرح طے نہو سکا

| | |
|---|---|
| <p>شبِ غم میں جو ہلکوتا تھا آتا وہ بکس تھے کہ تربت پر ہماری عدم میں کیا تماشا ہو کہ درزات مرے منہ کا ہے لقمہِ حقتہ غیر دکھے کیونکر نہ دل آواز نے سے نہ کھا اودل فریبِ زینتِ دہر بہارِ بخزان ہے جا مہ یار کیسے پہننے یہ بتخانوں میں سجدے دلا ہم سے گلا اُس دلربا کا نہ بخون ہونہ وامق ہونہ فرہاد وہ دانہ ہوں جو پسنے سے بخون بین وہ غافل تھے کہ تب لی ہمت کروٹ الہی مرکبوں جھگڑا بھی چھوٹے کسانک دانہ ہو گا عقدہ کار پسین کیونکر نہ تیری راہ میں دلی اگر میرے سیہ خانے میں آجائے تسک کشتے نے خنجر ہی کے پیچے</p> | <p>درازی ناپتے روز جزا کی چڑھائی چرخ نے چادر گٹھا کی چلی جاتی ہو سب خلقت خدا کی مجھے قسمت ملی ہے آسیا کی صدا ہے یہ کسی درویشنا کی ڈلی اس پان میں ہے سنگھیا کی نہ مڑجھائیں کبھی کھیاں جنا کی کہ بیت کہنے لگے رحمت خدا کی شکایت آشنا سے آشنا کی مرے سب آشناؤں نے قضا کی جلادے آگ سنگ آسیا کی ڈھلی جب دو پہر روز جزا کی کہیں آسان ہو مشکل قضا کی اگر ہ ہے کیا ترے بند قبا کی غضب شوخی ہی چشمِ نقش پا کی سعادت سدا کی اڑ جائے ہما کی مصیبت جھیل لی روز جزا کی</p> |
| <p>اتمیر سخت جان بھی ہو چکا قتل جلوشت ہوئی پوری قضا کی</p> | |
| <p>ترا کیا کام لے بل میں غم جانا نہ آتا ہے - نظم میں تیری نگین سون سن سودا تیری زلفوں کا</p> | <p>انگل اے صبر اس گھر سے کہ صاحب خانہ آتا ہے اکسی پروں کے سچے میں ترا دیوانہ آتا ہے</p> |

| | |
|---|---|
| بلی کا دیوان گل نے خزان میں عدم کی راہ آئے بھی حرف شکوہ جو دل سے زبان تلک رزق سب دہما کیے دوز سپہر نے آزار گان عشق کا کوسن پست انہیں | بلی بھگ بھگ کے گلستان میں رہ گئے بن بن کے درد وہ مرے دند میں رہ گئے جو استخوان کہ گنج شمشیدان میں رہ گئے کچھ ڈھیر ہڈیوں کے بیابان میں رہ گئے |
|---|---|

لوٹا ستگردن نے مگر پھر بھی اسے آ میر
مضمون ہزار ہا مرے دیوان میں رہ گئے

| | |
|---|---|
| بتوں سے زد وہ جا کر مکان پر کھیلے کمان میں تیر وہ جوئے تو صید ہوں نہ رہیں زبان تیشہ یہ دیتی تھی کوہکن کو صدا یہ اس کے پڑھنے سے ہو چار بیت کو شادی میں ندرنگ بیٹیوں وہ طفلانہ فروش جائے رنگ وہ مطرب بسر جو بیٹھا ک تیر جیتنے میں گزارہ نہ مارنے میں رفاہ کون تو درد دل اس سے گرے قتل کا خوف لگائے کیون وہ واعظ نماز میں شریطین ہمارا دل ہے کہ اس ترک شوخ سے شطرنج | کہ ہارے دل و دین اپنی جان پر کھیلے زمین کیسی شکار آسمان پر کھیلے جو سرفروش ہو وہ اپنی جان پر کھیلے کہ بیت بیت سے چوتھی زبان پر کھیلے خدا کیسے کہیں ہولی دکان پر کھیلے جو پار سا ہو تو ہر ایک تان پر کھیلے پھر اس سے کھیل کوئی کس گمان پر کھیلے قضا نہ سرچ کہیں اس بیان پر کھیلے جو آج وہ زو شب اپنے مکان پر کھیلے ہزار بار کیا امتحان پر کھیلے |
|---|---|

آ میر چال کوئی اس سے کس طرح چل جائے
تمام روز جو چوڑ مکان پر کھیلے

| | |
|---|---|
| نمود خطا بھی امی حسن یار باقی ہے نہ مست ہو نہ کوئی ہوشیار باقی ہے وہ صید گاہ سے جاتے ہیں ارجا جل کندے | اس آئنے کے جگر میں غبار باقی ہے حجاب کس سے اب او چشم یار باقی ہے ادھر بھی بے پروا بال اک شکار باقی ہے |
|---|---|

چھوٹے کینٹ گینڈے پر خم نے لٹکے بیچ
 مجلس تمام ہو گئی ہنگامہ ہو چکا
 اسے چشم اشکبار ڈبوسے انھیں بھی تو
 یارب شتاب آئے سب یار اس طرف
 ساقی جہن میں آتے ہی رخصت ہوئی بہا
 تو نارسائی قسمت سے گریڑ
 اشکوں سے میرے بچ گئی سارے جہان کی آگ
 واما ندگی سے جانے بکے کاروان تلک
 اُنکے مکان بہن دیدہ دل اختیار ہے

کچھ رہ گئے تو میرے مقدر میں رہ گئے
 ہم راہ دیکھتے تری عشرت میں رہ گئے
 ٹاپو بہن جا بجا جو سمندر میں رہ گئے
 کچھ کچھ بہن استخوان تن لاغر میں رہ گئے
 میخوار فکر شیشہ و ساغر میں رہ گئے
 ڈوسے ہی ڈوسے بال کبوتر میں رہ گئے
 پوشیدہ کچھ شر تھے سو پتھر میں رہ گئے
 اکلانی تھیں ٹھوکرین جو مقدر میں رہ گئے
 اس گھر میں رہ گئے اُنھی گھر میں رہ گئے

اُنکے نشانِ آئینہ نہیں بہن اگر نہوں

نام آوروں کے نام تو دفتر میں رہ گئے

داغ اقربا سوزان میں رہ گئے
 خنہ تمام بندیکے صبر نے مگر
 لٹنے نہ گرد بھی مری کشتی کے پائین گے
 کانٹے کہیں پڑے بہن کہیں گرد باد بہن
 میری طرح ضعیف ہوئے میرے شاگد غم
 وہ خوب رو رہے نہ وہ تر بن لطف و رخ
 یوسف تو مصر میں ہوئے رونق فرور حسن
 مقتل میں اُسکے دوڑ کے پونچے جو تھے قوی
 وحشت میں بیٹے سکے نہ مرا ساتھ گرد و باد
 دوڑے تلاش و لہر تیا میں جو حر لیں

مغل گمان چراغ شبستان میں رہ گئے
 سوراخ دل میں جاگے یاسان میں رہ گئے
 کیا سیرٹک کے شورش طوفان میں رہ گئے
 یہ یادگار بہن جو سیا بان میں رہ گئے
 نکلے جو دل سے دامن مرگان میں رہ گئے
 باقی فساد گبر و مسلمان میں رہ گئے
 یعقوب راہ دیکھتے کنگان میں رہ گئے
 قیدی جو ناتوان تھے وہ زندان میں رہ گئے
 نقش قدم کی طرح بیا بان میں رہ گئے
 آخر کو تھک کے گور غریبان میں رہ گئے

| | |
|---|---|
| <p>خزان کے بعد بھی جو ش بہار باقی ہے کوئی دم اور مجھے اختیار باقی ہے کوئی کوئی جو گریبان میں تار باقی ہے مزار و سایہ نخل مزار باقی ہے موتے پہ بھی وہی نقش و نگار باقی ہے بڑی نقاب تو یہ اسی نگار باقی ہے ہزار آئے پسینا بخسار باقی ہے کہ ایک پرہیز تار تار باقی ہے ابھی تو جبر پہ کچھ اختیار باقی ہے وہی حجاب عروس بہار باقی ہے</p> | <p>شریک سیکڑوں گردوں اپنے پھولوں میں نفس کی آمد و شد ہر نفس یہ کہتی ہے کفن کے واسطے کافی ہو ہوں وہ وحشی زار نہ تخت خسرو چین ہو نہ چتر قیصر روم ہجوم دلغ سے ہر عضو ہے پر طائد س اٹھا جو پردہ تو کیا شرم ہو ابھی شب وصل یرنگاب شمع اُترتی نہیں گہبی تب غم ہواے کوچہ گیسو میں یہ لٹا سنبھل نخل چلے ہیں بہت لعل انکس وک اس دل صبا جلی نہیں غمچے ہیں منہ چھپائے ہوئے</p> |
|---|---|

کسین گے اہل عدم کو دکھا کے داغ آسیر
یہی گل چمن روز گار باقی ہے

| | |
|--|---|
| <p>رقص بسمل پہ قضا لوٹ گئی بال کھوئے تو گھٹا لوٹ گئی پائے رنگین پہ حنا لوٹ گئی نیچی نظروں سے حیا لوٹ گئی پچھ گئے بھول عبا لوٹ گئی وہ ادا کی کہ قضا لوٹ گئی درد پہلو میں اٹھا لوٹ گئی رات وہ زلف و تالوٹ گئی برق بن کر یہ بلا لوٹ گئی</p> | <p>تیغ قاتل پہ ادا لوٹ گئی ہنس پے آپ تو بجلی تڑپی پس گیا چشم سیہ پر سر نہ او بچی چوٹی کے ادا گرد پھری اس روش سے وہ چلے گلشن ہین تیرے بسمل سے تو بے خبر نے جان مخزون کی حقیقت کیا تھی سانپ کی طرح مری چھاتی پر یاد گیسو نے تڑپ پیدا کی</p> |
|--|---|

یہ میکے میں شیشون کا قحط اوسا قی
 زمین گور کو سیر فلک مبارک ہو
 وہ منظر ہیں کہ مروں تو لاش پر آئیں
 پھر اسکے دانتوں کا تجھ کو ہر قصد نظارہ
 نہ جانگی کبھی تازیت اپنی سوزش دل
 چلے برنگ نفس عمر بھر تو کیا حاصل
 وہ ذبح کر کے لو پر چھڑک ہے ہن ج خاک
 موئے تو خاک موئے ہم مٹے تو خاک مٹے
 نہ توڑو آئنے جانے بھی دو کہ ایک یہی
 نہ دل میں تاب آ نکھو نہیں نور ہے لیکن
 سوال کرتے ہیں کیا دیکھ کر ملک ہم سے
 قضا بگارتی بھرتی ہو اُنکے مقتل میں
 بہار میں ہونے کیوں روے یار یر جو بن

بھی تو شیخ کا سنگ مزار باقی ہے
 اگر میرے پاس دل بے قرار باقی ہے
 جل کو آنے میں کیا انتظار باقی ہے
 اگر ہ میں کچھ گھسیر آبدار باقی ہے
 کہ شیر زندہ ہے جب تک نگار باقی ہے
 کہ منزوں ہی ابھی کوئے یار باقی ہے
 اشارہ ہے کہ ابھی تک غبار باقی ہے
 ابھی تک تو نشان مزار باقی ہے
 تھائے پکھنے والوں میں یار باقی ہے
 وہی ٹپ ہو وہی انتظار باقی ہے
 آگن میں بھی تو نہیں کوئی نار باقی ہے

پہلے اگر کوئی اُمیدوار باقی ہے
 جین عروس ہے جب تک بہار باقی ہے

امیر فاتح بڑھنے کوئی کمان آئے

مزار ہے نہ نشان مزار باقی ہے

بس اب بھی غمردا غدار باقی ہے
 یہ کچھ غبار رہ انتظار باقی ہے
 ابھی تو باغ میں کچھ کچھ بہار باقی ہے
 کہ اور بھی کوئی اُمیدوار باقی ہے
 اب ایک ہی تو عدم کا دیار باقی ہے
 ہنوز حسرت دیدار یار باقی ہے

بہار عمر سے دل یادگار باقی ہے
 انکہ کمان مری آنکھوں میں یار باقی ہے
 باغس سے کسے بلبلوں کو کیا صیاد
 کلیم بیٹھ رہے طور پر خیال نہیں
 کمان کمان نہیں یا ان رفتہ کو ڈھونڈھا
 مثال آئنے واہن مزار میں آنکھیں

مظلوم دادخواہ ہیں خوں بہا رہا رہنے کے
ہو اور ایک مزار برابر مزار کے
چڑھتا ہوا ایک آئینہ منہ پر ہزار کے
ذدے ہیں آفتاب ہمارے غبار کے
صدقے اتر رہے ہیں عروس بہا کے
ای نخل عمر دن تو یہی ہیں بہار کے
ساح لگہ ہو دور تو کیسے چکا

بیجا تھا میرے یار کا نقشہ آثار کے
پتھر سے سخت ہوتے ہیں دن انتظار کے
منفصل تمام جو رہیں خط غبار کے
ٹھہرے رہے ادب سے نکار قلا کے
پایوں سے کھسبے وہ پنیجے آثار کے

کیا لوٹ جاتے پانوں نسیم بہار کے
محتاج ہیں وہ ایک چراغ مزار کے
سوداغ دی گئے بہین دودن بہار کے
پہنا کفن تو جامہ ہستی ہمار کے

بیجا نہیں خزان میں یہ نالے ہزار کے
رکھنا نہ بجھو ساتھ دل بیقرار کے
گستخ صاف دل میں صفائی کی کب ہویا
برباد ہو کے اُسکی گلی میں ملا یہ اوج
گلشن سے بلبلوں کو اڑاتا ہے باغبان
بچھوے گا ادھ کب جو نہ پھوے گا آجکل
صوفی خدا کے گھر میں یہ ہوتی ہی کیا ضرور
یوسف کی اصل پوچھے نقاشن ہر سے
ایام بحر کثرت سے کو کہن سے بھی
یہ عشق خط یار میں ہے حال جسم ناز
آئے سوال کو جو نکیر میں بعد مرگ
شرمندہ میرے بعد پوچھیں یہ خانہ جنگ
شکوہ میں ابر کا کہ ہوا کا لگہ کر دن
تی شمیم گل جو کسی دن قفس تناک
وشن تھے جبکہ قصر میں سو بیتوں کے جھا
پر ہی میں کس مزے کو جوانی کے رویے
یزنگ تھے وہ ہم کہ دور نگہی نہ کی پسند

بنکر گڑتے ہیں جو گھڑے ہزار کا
ہیں کیسے آ میر صنعت پرور دگار کے

گشتی ہماری ڈوب گئی پار آمار کے
شبنم نے دھوئے کیا ٹون عروہیں ہمار کے

بنت میں ہنچ جسم ہے نیچے مزار کے
ب خاک کام آئیں گے آنسو ہزار کے

وار خالی نہ گیا قاتل کا
لیکھا مزے کی ہر طبیعت اپنی
بچ رہا میں تو قضا لوٹ گئی
ایک بوسہ جو ملا لوٹ گئی

خجر ناز نے کشتون سے آمیر
جال وہ کی کہ قضا لوٹ گئی

جب تک اٹھے یہ داغ جگر پر اٹھائے
اگل ہزار داغ ہین کیونکر اٹھائے
لشہ جان چھوڑیے بستر اٹھائے
کس کا جنازہ ہے یہ سمجھ کر اٹھائے
مر جائے نہ منت خجر اٹھائے
کس سے حجاب گوشہ چادر اٹھائے
تکے سے اب تو بہر خدا سر اٹھائے
حکم خدا سے ناز و سبب اٹھائے
اٹھے مزہ جو ہاتھ برابر اٹھائے
دیوار کیا جوتہ سکندر اٹھائے
سر پر جو بوجھ اٹھائے جھک کر اٹھائے
قرآن اٹھائے بھی تو حق پر اٹھائے
اب انجن سے شیشہ و ساغر اٹھائے
اب اسکی لاش بہرہ پیمبر اٹھائے
دونوں جان سے ہاتھ برابر اٹھائے
بجلا ہین شرار جو
یہ بوجھ اٹھائے تو سمجھ کر اٹھائے

عشق بتان سے ہاتھ نہ مر کر اٹھائے
جور فلک نہ ناز و سبب اٹھائے
لکھتے ہین مجھ لگا کو وہ کو پے مین کیھکر
مرد بہ میرے تو بولایا اے ناز
غیرت کا حکم جو کہ گلا گھونٹ گھونٹ کر
امشاق دید صورت موٹی پڑے ہین غش
مرقد مین آکے مجھ سے کہنا شور حشر نے
ہیے مخوش قاصد جانان جو پچھ کے
میر اسلام آپ کا دار ایک وقت ہو
اؤن مین پاس آپ کے گھر پھانڈ کر ڈ
منظور ہو جو عشق تو اضع ضرور ہے
یکتا میضم بہ قسم رخ کی کھائے
بے چشم مست بارہین لطف میکشی
قاصد نزلے نامہ بری کو پہونچ گیا
ہو عشق کی نماز مین تکبیر کا یہ لطف
دل کی جلن کا ہاتھ مین اپنے ہے یہ اثر
آسان ہین ہو عشق بت لعل آمیر

اب زمین پر ٹھوکرین کھاتے ہیں اٹھتے بیٹھتے
منزل آسان ہو چلے جلتے ہیں اٹھتے بیٹھتے
سندی ملتے ہیں تو اترتے ہیں اٹھتے بیٹھتے
گیسو کی طرح بل کھاتے ہیں اٹھتے بیٹھتے
ضعف سے اب پاؤں تھکتے ہیں اٹھتے بیٹھتے
آگے پیچھے چلے جاتے ہیں اٹھتے بیٹھتے
تین دن تک پاؤں رہ جاتے ہیں اٹھتے بیٹھتے

جن جوانوں کے سرفلاک پڑتے تھے قدم
زاہدون کو کیا حرم کی راہ میں رنج سجد
خود نمائی کی بدولت کتنے اوجھے ہیں حسین
بوجھ ہو موبان کا آنکھوں زناکت ہو د بال
تھا جوانی تک مزہ سیر و تماشا کا تمام
کیا ہوا میں نا تو ان ہوں گور کی منزل کڑی
رسم نے ملنے کی کھوئی عید کی ساری خوشی

آگے سو شو شرک جلسے میں کہتے تھے آسمیر

چار مصرع اب کہے جاتے ہیں اٹھتے بیٹھتے

اور بھی برق تڑپ کر بجے تڑپاتی ہے
جب یہ اٹھتا ہو مری روح نکلتی ہے
نا توئی مجھے ہر گام پہ ٹھہراتی ہے
دیکھ قاتل یہ بڑی چال یہی جاتی ہے
آنکھ کھل جاتی ہو جسم کوئی لہر آتی ہے
پھر رکیں ہو ابھی آنکھ چھپک جاتی ہے
بیزبانی مری باتیں بگھسنو اتی ہے
چھینا تلب مرے زخموں سے چلی جاتی ہے
ب طبیعت بہت اس قید میں گھبراتی

کوئی دم میں یہ غریب آپ بھی جاتی ہے
اب تو آواز جس کی بھی نہیں آتی ہے
بوسے ہر بات میں جلدی نہیں پڑ جاتی

سرخ قاف - آنکھوں میں بھر جاتی ہو
درد اُفت بچے معشوق سے بڑھ کر ہو عزیز
یہ نفس قدم اٹھ نہیں سکتے ہیں قدم
طرز رفتار سے مارا ہے تو بال بھی کر
سنگوں بھر حوادث میں ہوں مانند جاب
شوخی حسن نے لاکھ آنکھوں کیا طاق مگر
کچھ نہ اغیار کی تفصیر نہ تپیر الزام
الاش بہ بھی وہ چھڑکتا ہو نمک ہنس ہنس کر
چٹنگ چکے صورتیں جلد وعدے نکلوں
گل نسیم سحری شمع سحر کو نہ کرے
دل کو تسکین میں اسے قافلے والو کیا دوا
جب کہا میں مگر اب قتل میں تاخیر ہو کیوں

بنیم ہن عیش کب چمن روزگار کے
مردون سے کر رہے ہن نکیرین کیا سوال
دفع میں بجو جھونک چکے تھے مرے عل
کیا چشم سرگین کے اشارون سے دل بچے
س پار سے زمین نے کینچا بخل میں تنگ
پنناؤ ٹیریون کے عوض بجو بدھیان
کیان جنین گلون کی سمجھتی ہی عندلیب
پانی تری چھری کا یون ہی جو بار پھر
کتے ہن گل یہ سچہ شبنم بھٹال کر
کیون عاشقی کے نامہ عصیان ہنوں سیاہ
کیون کوڑے سراغ مرے جسم زار کا
غافل نہ گرم و سرد جہان سے کبھی
صلح کا ناقہ ہو کہ دلا گا و سامری
جلوہ دکھا کے رنگ جوانی ہوا ہوا
دامن کشان وہ کئے سیر قبر شرک ہے

کھٹکے ہن کو چڑگ گل میں بھی خار کے
جھگڑیں مجاورون سے یہ باہر مزار کے
قربان شان رحمت پروردگار کے
آتے ہن تیر زنگی ابلق سوار کے
یاد آگئے منے مجھے آنغوش یار کے
کچھ اکی سال رنگ نئے ہن بہار کے
وہ بند ہن نقاب عروس بہار کے
دریا بہن گے دشت میں خونِ شکار کے
الگنتی کے رہ گئے ہن دن اپنی بہار کے
پر داز ہن مسودہ زلف یار کے
پرے ہن تار پیر ہن تار تار کے
سوئے جو ہم تو سائے میں بخل
پالے ہوئے ہن سب مرے پروردگار کے
آتے ہی لئے پانوں پھرے دن بہار کے
نسو تو کچھ بچے مری شمع مزار کے

لشیں میں کی جو آہ شرر بار امیر نے
چوٹیں گے پچھلے ہی کی طرح پھول انار کے

اک بھی پر آپ جھجھلاتے ہن اٹھتے بیٹھتے
پر رہے درکار نہ اتار ہن اٹھتے بیٹھتے
سائے اللہ کے جاتے ہن اٹھتے بیٹھتے
اکوئی بیٹھا ہو تو شر ماتے ہن اٹھتے بیٹھتے

ب جلو میں آپکے آتے ہن اٹھتے بیٹھتے
ضعف سے گو شوکرین کھاتے ہن اٹھتے بیٹھتے
ہو نماز ان زاہدوں کی ضعف ایمان پر دلیل
جوانی میں بھی باقی ہو انھیں اتنا حجاب

لکھ دیا موزن ازل انجام غفلت کا مری
لیلیا مرغ اسکو غار سُرخ کے لیے
دیکھا اے دل جاے عبرت قصۂ شدا ہو
مرتے مرتے بھی احسان غیر کا ہم سے اٹھا
اتنی آرایش بھی لکھو ہر نزاکت سے گران
اپنے شکر قاتل بسطون پر فرض ہے
بوسہ لینے پر جودہ بگڑے تو پھر بوسہ لیا
توڑ میں تیر قضا قاتل کسی سے کم نہیں
وصف گیسو میں جو کرتا ہوں کتا جو وہ شوخ
جان خاروں کو گلے مل کے کرنا تھا ملاک
عشق ابرو میں جو خط لکھتا ہوں قاتل کو کبھی
جیریاں دیوانہ گیسو کو پہناتے ہو کیوں
داد دینے کا تو کیا مذکور یہ صیاد حسن
منزل حیرت کا طوطا کرنا بہت دشوار ہے
اکے بربادی ہمارے خانہ دل میں بسی

خواب سے پہلے ہوا آگاہ وہ تعبیر سے
جو لہو کا قطرہ پیکار کی شمشیر سے
گھر جہنم میں بتا فردوس کی تعمیر سے
سر بھی کٹوا یا تو ہمنے یار کی شمشیر سے
کم نہیں پھولوں کی بدی آہنی زنجیر سے
ہر دہان زخم نے پائی زبان شمشیر سے
محبت کا ذوق دونا ہو گیا تعزیر سے
بان جو مارا ہے تو اک تیری گلے کے تیر سے
دم بکھتا ہو تری ابھی ہوئی تقریر سے
رہنی یہ چال اے قاتل تری شمشیر سے
چاک کرتا ہے لفافے کو مرے شمشیر سے
رشتہ الفت کا پھندا سخت ہے زنجیر سے
چلتے ہیں اور اٹنی آفرین نچر سے
پارکب ہوتی ہے کشتی قلم تصور سے
گھر خرابی کا ہوا آباد اس تعمیر سے

لکھو چکے قاصد کو خط اس شوخ کو لکھ کر امیر
روپے چکے لکھے کو اپنی خوبی تقدیر سے

سیکے گھر دل میں کرنا کوئی اس کے تیر سے
سن ترانی کا مزہ اٹھا تری تقریر سے
کم نہیں میرا تصور دام ماہی گیر سے
اضطراب ناوک افکن بڑھ کے ہو پچیر سے

کیا لب مشوق ہو کر جان لی پچیر سے
شعلہ آواز سے غش آگیا مشعل کلیم
پھلیان بلے کی رہتی ہیں مرے پیش نظر
مضطرب مجھے زیادہ یار ہو میرے لیے

| | |
|--|--|
| آخری وقت تو آواز سنا جاؤ مجھے مکڑسی ہو تری قسمت کی زبردست و ترک | خلق کے کئے کو اک بات رہی جاتی ہے سامنا تجھ سے ہو پر چوٹ نہیں کھاتی ہے |
| | دوسرا نوک کا بھسا ہے جوان کون امیر سیکڑوں نیزے بہن اور اک مری چھاتی ہے |
| توڑ کر پہلو جو چل نکلا دل پنجر سے ہم خود ایسا ہوں کسی کی لذتِ تقریر سے قید لگیو سے پھڑپھڑایا جھکو آنکھوں نے تری تیر نکلا بھی نہیں قاتل کے ترکش سے ابھی ہوں وہ تر دامن جلا سکتا نہیں دُرخ بجھے مصحفِ ناطق کہیں کیونکر نہ تیرے خط کو ہم پاس بٹھلا کر بجھے اُس نے اٹھایا غیر کو دھوم ہو قاتل تری آتی ہیں ہیراں سے کھینے دھم اگر کھلے تو نکلے گھٹ کے عشقِ زلف میں دُرخ ہونے کا نہ اٹھا خاک بھی ہم کو مرہ اے صبا سُنلے کیونکہ گلشن میں پھیلا یا ہواں بے سبب غلطان نہیں بناؤں اقلن خاک پر یوں نہیں آنے کا قابو میں خطِ رُخسار یا ر اس موقع میں عجب نیرنگیاں ہیں حُسن کی | خوب روئیں حسرتیں دلکی لپٹ کر تیر سے مہروں کرتا ہوں خموشی کا گلہ تصویر سے لے گئیں پران اڑا کر خانہ زنجیر سے روح خوش ہو کر نکل آئی تن پنجر سے کثرتِ عصیان نے امین کر دیا تقریر سے لذتِ تقریر ملتی ہے تری تحریر سے لو گئی تقدیر میری غیر کی تقدیر سے چال تیری تیغ سے پرواز تیرے تیر سے پر قدم باہر نہ نکلے خانہ زنجیر سے عمر بھر رگڑا تو کیا رگڑا گلا شمشیر سے موج بوئے گل بھی جھکو بڑھ کے ہر زنجیر سے چھینے لیتی ہو قضا ناوک ترا پنجر سے توڑ جوڑ اس خط کے سیکھوں کا بت تقدیر سے جب نظر اٹھی روئیں آنکھیں نئی تصویر سے |
| قید ہستی سے جو چھوٹے آگے جنت میں امیر خور بن کر روح نکلی خانہ زنجیر سے | |
| اگر کج تر تیرے جذبِ حُسن کی تاثیر سے | رنگِ خون ہو کر ٹپکتا ہو مری تصویر سے |

جان بھی ساتھ ہی جائے جو کہیں دل آئے
 میرے آگے تو چمک کر مہ کامل آئے
 موت لینے کو مجھے سیکرہ دن منزل آئے
 تو بہ کیجئے جو خیال حق و باطل آئے
 خاک گئے بسکہ کراہی جھیل کے منزل آئے
 خاک جھونکے جو نظر دور سے ساحل آئے
 کرتے پڑتے ہوئے ہم بھی سر منزل آئے
 دیر اچھی نہیں آنا ہو تو فاصل آئے
 حال کھیلانے جو آئینہ مقابل آئے

مجھ سے صدمے نہ جدا، سر اٹھتے یارب
 ماہیتابی پہ وہ گئے تو تجھ سنی نے کہا
 ہوں وہ دامادہ غربت جو کروں قصہ عدم
 مذہب عشق میں تمیز بد و نیک ہے کفر
 سر اٹھانے کی نہیں کنج کھد میں طاقت
 وہ عریق یم افراہ ہوں

تیر قدموں نے جو پیچھے ہمیں چھوڑا چھوڑا
 کوئی مشتاق شہادت نہ تڑپ کر مر جائے
 سادہ رویوں کو عبث دعویٰ یکتائی ہے

جگہ اور غیر کو یکساں تو نہ سمجھے وہ آمیر
 کاش کچھ اسکو تمیز حق و باطل آئے

مٹھ ہے آئینہ جو پھر تیرے مقابل
 مٹھ کے بھل شمع گئے غش محفل آئے
 قید ہونے کو فرشتے سوے بابل آئے
 جس طرح لٹ کے مسافر سر منزل آئے
 صاف آواز پر طائر بسمل آئے
 کہ غصہ مجھ کو کوئی صاحب محل آئے
 یا اتنی نہ گنن میں میرے کامل آئے
 بن پڑے ادھر غصے میں وہ قائل آئے
 خون دل کیوں بیان آئے
 پھینک دوں پیر کے پہلو جو کہیں دل آئے

روبر و دل جو ہمارا سر محفل آئے
 بزم میں شب کو جو وہ ماہ شامل آئے
 کوچہ یار میں جائینگے پھنسیں ہم تو پھنسیں
 ہم تہی دست لب گور تو پہونچے پر یوں
 زخمی عشق ہوں ایسا جو ہے دل میرا
 نجد میں جا کے میں بخون کب طرح بیٹھا ہوں
 کبھی اس چاند سے چہرے پہ نہو خط کی نمود
 لوٹا ہوں تر خنجر فقط اتنے لیے میں
 ساتھ اغیا یاد کرے بادہ کشی
 آنے جانے رائے تو کسی

| | |
|---|---|
| <p>مٹ گیا جو حرف نکلا خامۂ تقدیر سے سیر کر حیرت کسے کی دیدہ تصویر سے لاناگ لے پر عرش تک اُڑنے کو لے تیر سے فائدہ اتنا ہے بیت اللہ کی تعمیر سے چلتی ہے قاتل قضا بچکر تری شمشیر سے آج شرمندہ ہوں اپنی قتلِ تعصیر سے کیسے کی رونق ہوئی بخانے کی تعمیر سے آئے مقل ہین جو نکلے خانہ زنجیر سے یہ ادا ئیں سکھ لے کوئی تری شمشیر سے ایک خط لکھو کے بھجوں کا تب تقدیر سے جیتے جی کیا فائدہ ہے قبر کی تعمیر سے کیا میں نسبت دوں ہا کو یار کی شمشیر سے کیسے کیسے ہمنشین بھگو لے تقدیر سے</p> | <p>ہوں نہ عوینو دی لکھی جو میری سرفروشت مجھ ہو کر دیکھ نیرنگی طلسم دہسہ کی عندبے بال دپری کینک نکل اوی مرغ دل عالم کثرت میں وحدت کی نشانی ہے ضرور زندہ جاوید ہوں کیونکر نہ بسمل زیر تیغ کل تلک تھا کثرت عصیان سے نام و کریم نسبت اللہ سے بڑجاتی ہو ہر حسیں کی عشق گیسو سے جو چھوئے قتل بردنے کیا تیرے دکنے اور کھینچنے کا تو کیا مذکور ہے جو دم کرتا ہوں میں کرتا ہو وہ اُسکے خلاف کیا خبر تجھ کو کہ قسمت میں کمانگی خاک ہے وہ کس سلطان دُنیاء کرے سلطانِ دین واغ سینہ دل بھلو زخم دل درد جگر</p> |
|---|---|

زخم پہ اچھے نہیں کھائے ہین قاصد نے امیر
لیکے آیا ہے وہ اس کی دے میں خط شمشیر سے

| | |
|--|---|
| <p>تھک گیا ہوں میں ایسی کہیں منزل آئے وضع میں فرق خبر دار نہ اسو دل آئے جا کے تجھانے میں اللہ سے ہم مل آئے غش پر غش بھگو تیرے خنجر قاتل آئے کہیں اللہ کرے آپ کا بھی دل آئے ہم تو غافل ہے غافل گئے غافل آئے</p> | <p>قطع ہو راہ سفر کو چہ قاتل آئے چین چین پر نہ تیرے خنجر قاتل آئے حاجو تھکو مبارک ہو سفر کسے کا مرے دم بھی نہوئی لذت دیدار نصیب صد نہ درد جگر سے نہیں آگاہ ہنوز حال ہشیاری کا بیدار دلون سے پوچھو</p> |
|--|---|

دور ہے صیاد بھی اور آشیان نزدیک ہے
 کس قدر انسان کے ذوق زبان نزدیک ہے
 خوف کیا اگر ترسے زراغ کمان نزدیک ہے
 دیکھو گلیں نہیں جو باغبان نزدیک ہے
 حوصلہ عالی اگر ہوا آسمان نزدیک ہے
 المدد لب ضبط و قوت امتحان نزدیک ہے
 آبرو کیا ہے جو دریا سے کنواں نزدیک ہے
 اے بہار زندگی وقت خزان نزدیک ہے
 طوطا و صیاد اجل اے مرغ جان نزدیک ہے
 صاف کرنا چاہیے گھر میمان نزدیک ہے
 کیا ہی میخانے سے طاق آسمان نزدیک ہے
 کیا بہت میرے تفس ہے بوستان نزدیک ہے
 آگئی ہو بانگ جرس لب کاوان نزدیک ہے
 چپے ہے وقت حساب عاصیان نزدیک ہے

اس چین میں طائر کم پر اگر ہون میں تو کیا
 ہوانل سے ساتھ نرم و سخت کا اس دہرین
 صحبتِ ظالم سے نقصان گوشہ گیروں کا نہیں
 رکھ قدم آہستہ آہستہ تو چین میں عند لب
 بام جاناں دور کیا ہو کہتی ہو پرواز شوق
 ہو چلی ہو الفت لک پردہ نشین سے پھر مجھے
 آگے عالی ظرف کے کفر کیا پائے فروغ
 تو بہ گردیوں کی الفت سے ہو پیری میں ضرور
 پر فشانے حسرت پرواز میں اب کیا ضرور
 عشق صادق کی ہو آمد دل ہوس سے پاک کر
 لی جو میخواروں نے انگڑائی اتارا جام مہر
 برگ گل صیاد آتے ہیں جو اڑ کر متصل
 دل ہو نالان غم سے بڑکا چاہتے ہیں لاشک بھی
 صورتِ محشر کو کھلا دے سرمہ اے گردِ گناہ

ہر طرف ہیں غل خضر راہ پوشیدہ آسمیر
 اب ظہورِ مہدی آخر زمان نزدیک ہے

ہو ننوا سین بھی کوئی گھات ہو
 ہو دہن اسکا کمان مارک بات ہو
 ڈوبے نے کی یہ ایدل بات ہو
 یہ بھی ہر قتل عاشق گھات ہو
 یہ بگڑنے کی بھلا کیا بات ہو

وعدہ وصل اور وہ کچھ بات ہو
 خلقِ ناحق درپے اثبات ہو
 بوسہ چاہہ زرخدان غیر لیں
 گھر سے نکلے ہر نئے وقت قتل
 میں نے اتنا ہی کہا بنواؤ خط

جان جان ہو جو راہ میں تیری جانے
یہ نیا قاعدہ دربار کا ٹھہرا ہے حضور
اب کسی سے نہ رہی ملنے کی حسرت باقی
باتھڑک جائے نہ قاتل کا ابھی کم سن ہے
قلم عشق وہ قلم ہو جہاں مثل حباب
یا دگیوں نے حد میں بھی نہ چھوڑا چھپا

دل وہ دل ہو جو ترے کوچہ میں بسلائے
نذر کے واسطے ہر روز نیا دل آئے
آج جی بھر کے گلے تیغ سے ہم مل آئے
دن کے وقت نہ بچکی تجھے بس مل آئے
ٹوٹ جائے جو سفینہ لب ساحل آئے
قید خانے میں گرفتار سلاسل آئے

بے نقاب آئے جو وہ رات کو غفل میں آئے
شمع نے بڑھ کے کمار و نیک محفل آئے

لہا ہننے جو دل کا درد تم اس کو گلا سمجھے
ریا کو ریاطن طاعت خاص خدا سمجھے
ہوا جب نفس تابع طلب دل ہو گیا حاصل
نظر ریختے سید میں جب کوئی اُسے سفید آیا
جو اُٹھتے بیٹھتے پیری میں بولیں ہڈیاں اپنی
نہ کی عہد جوانی میں اداسے بندگی ہننے
جوانی اور پیری ایک بات اکدن کا وقفہ تھا
ہوئے کشتہ نظر آیا جو خال برے قاتل
ہر اک نخت دل پر خون شہید تیغ آفت تھا
محس ہے بنا سخن بدل وہ پنجہ رنگین

تصدق ہیں سمجھ کے مر جا بھگے تو کیا سمجھے
سہارا مل گیا دیوار کا اندھے عصا سمجھے
گلوے اُڑ رہا ہکو جو باتھڑک آیا عصا سمجھے
بہت روئے اُسے ہم خندہ دندان نما سمجھے
دلے کاروان زندگی کی ہم صدا سمجھے
ہوئے فلقے جو پیری میں ٹھہرے قضا سمجھے
خمار و نشہ میں دنوں کو کھو یا ملے کیا سمجھے
ہم ہیں خجر کے جوہر کو سر قاف قضا سمجھے
اگر او من پہ جب دامن کو اپنے کر بلا سمجھے
سوا شاعر کے اسکا حُسن کوئی اور کیا سمجھے

امیر اہل حرم بھگے حرم تصویر ابرو کو

کھنچا خاک جو اُس گیسو کا ہندو کا لگا سمجھے

تارک ہستی سے اسکا آستان نزدیک ہو
بے نشان و بے نشان نزدیک ہو

اے کوثر نہیں منظور تباہی تیری
 اب تو دیکھی نہیں جاتی ہو تباہی تیری
 داورِ حشر نما نے گاہی تیری
 تجھ کو اے شاہ مبارک ہے شاہی تیری
 بڑھ کر ہے سیاہی تیری
 دہنی کردہ نگاہیں تنخواہ سیاہی تیری
 کیسی قریبی ہے تلوار تیری
 صلحت ہے جو شیت ہے لہی تیری
 بل بے ایمانہ اعمال سیاہی تیری

لکھ کے خط کو چہ قائل میں تجھے کیا بھجو
 لڑ پتا ہو تو کنتی ہیں یہ آنکھیں رو کر
 چاہتا جو مجھے تو حشر میں کہنا ہے دل
 ہم فقیر اپنی فقیری میں شبِ روز میں ست
 کیا بلا سے تو ڈراتی ہو مجھے اے شبِ گور
 کمرِ پلانچ ہے جسے رمضان تک ساتی
 پیسے پیاسے کو بھی کئی نہیں سیراب و ترک
 برہن کعبہ نشین شمعِ حرم بندہ بڑے
 چھپ گیا مہر قیامت بھی تیرا برسیا

کیا ہوا تجھ کو کہ غافل ہے ادا مرے امیر
 حرص سے طمع ہے مشتاقِ نواہی تیری

عام ہے ہر صفتِ نامتناہی تیری
 دل میں ٹھہرے تو سید ہے سیاہی تیری
 راہِ تکتے ہیں کھڑے دیر سے راہی تیری
 کہ روانی نہیں رکھتی ہو سیاہی تیری
 قدر کس طرح سے سمجھیں نہ سیاہی تیری
 ہوگی اے خانہ زنجیر تباہی تیری
 دو گواہوں کے برابر ہے گواہی تیری
 معرفت کیون نہ دشاوارا لہی تیری
 مرج کرتا ہے ابو نصر فراہی تیری
 ابھی کوہِ جو جوٹی پر ماہی تیری

ہر گنگار کو ہے آسِ الہی تیری
 انگہ میں آئے تو بتلی ہو تو ازلفِ سیاہ
 منزلین ہوتی ہیں کھوٹی نکل و قائل خلق
 رنگ تو خوب ہے پراسی شبِ غمِ عیب یہ ہو
 جو ہر تیغ ہیں ادا بروے پر خمِ تجھ میں
 میوے زندان سے سوئے دشت بڑھا تا ہونِ قیام
 جشر تیغ نہ زبان بند کر اے تیغِ دو دم
 بو نہیں رنگ نہیں نور نہیں نار نہیں
 ماہ کس لطف سے پڑھتا ہے تو اے طفلِ نصاب
 جوشِ حشر میں مان ہم جو کرین قلمِ اشک

| | |
|--|--|
| <p>بعدِ مدتِ سخت جاتے ہیں مرے کیا کو دن و صفتِ تانِ خود پسند باتوں باتوں میں جو میں کچھ کہ گیا حرفِ مطلب صاف کہ سکتا نہیں مجھ سے ہوا ظہارِ اُلفت واہ وا رو رہے ہیں ہم ملاوے لبِ لب نہجِ ہوتیری چال سے رفتارِ چرخ کیسی کشتی ہے سببِ بختی میں عمر چھوڑتا ہے دل کو کیا ای دورِ ہجر اسی غنی دے سیم و زرِ وقتِ بلا</p> | <p>بیٹھے ہیں ہونے کو ساری رات ہو لٹے بڑھکر بس مجھ کی ذات ہو ہنس کے فرماتے لگے کیا بات ہو ہے ادب مانع کہ پہلی رات ہو آپ کے فرمانے کی یہ بات ہو میکشی ہو ساتھ بارِ سات ہو مٹرخ سے بلندی سے ماس ہو رات سے دن دن سے بدتر رات ہو خود گرفتار ہزار آفات ہو مالِ دنیا جان کی خیرات ہو</p> |
| <p>قطعہ</p> | <p></p> |
| <p>گر جگہ دل میں نہیں پھر اس سے کیا صاف کہے تو یہاں آیا نکر</p> | <p>یہ دکھینے کی یہ بڑھ کی رات ہو یار یہ سو بات کی اک بات ہو</p> |
| <p>بختِ دل میں میرے کھانے کو آئیں بس انہیں ٹکڑوں پہ اب اوقات ہو</p> | <p></p> |
| <p>کشورِ دل میں ہو پر یوں کے بھی شاہی تیری نیچان چھوڑ چلی نیم نگاہی تیری تو بہاؤ ایسیہ بوتلین بھی سے کی سیاہ گورین ساتھ نہ جائیگی یہ شوکتِ اس شاہ نازِ ننگ پر اے ابلقِ ایام نہ کر وصل میں جوشِ پرایا جو مرا قلزمِ اشک</p> | <p>قافِ تاقاف حکومت ہوا کئی تیری زندگی تا صدوسی سال الکی تیری مل گئی بیاہی میں سیاہی تیری چھوٹ جائیگی ہمیں مسندِ شاہی تیری نہ رہیگی یہ سفیدی یہ سیاہی تیری زلف اے ماہِ بنے گی پر ماہی تیری</p> |

قطعہ

کیا گل کھلے ہن حور جالون کے سامنے
کیا سبز سبز شیشے ہن تھالون کے سامنے
ہوتے ہن کیسے کیسے ملاون کے سامنے
کوڑی کی چینیاں ہن سفالون کے سامنے
ہو نطق بند میرے سوا لون کے سامنے
رُشن ہو آفتاب ہلا لون کے سامنے
شیشون کے سر جھکے ہن پالون کے سامنے
ساحل ہو بحر پیرنے والون کے سامنے
تینین نہ چل سکیں تری چالون کے سامنے
خوشید ہے تو اترے گا لون کے سامنے
پوچھانہ جائیگا ترے بالون کے سامنے
تنہا کتان ہو چار ہلا لون کے سامنے
کیا گل کھلے ہوئے ہن مٹالون کے سامنے

کیا گل خونچ رنگ چلے ہن بلغ مین
کیا سرخ سرخ جام ہن پھولون کے روبرو
وصلت کی رات اور موذن بگر فروش
اسی زربست فقر کا تھکوا مزہ تو ہو
کیا منہ جو علم عشق مین بخشے کوئی حکیم
اُن برووں کی یاد مین پیر نہیں ہو داغ
گرتے ہن بحر جنکو خدا نے دیا ہے طرف
رکتے ہن جو ہنر انھیں آفت سے کیا خطر
تیروں کے پر کئے ترے غمزوں کے روبرو
یہ نور یہ ضیاء چمک یہ دمک کمان
سودا ئی ہرچ لائے ہن چن و خن سے مشک
چار برووں کے عشق مین پوچھو نہ حال دل
گلشن ہے جوش ساغر و مینا سے میکدہ

تعریف سرو قاست محبوب کی آئینہ
مشکل نہیں بلند خیالون کے سامنے

میلی خط شمع ہے بالون کے سامنے
اظہار بویے مشک غزالون کے سامنے
شرمندہ ہون نہ قافلے والون کے سامنے
شیرازہ کھل گیا ترے بالون کے سامنے
آئسورے بحر آئے غزالون کے سامنے

خوشید چمکے کیا ترے گالون کے سامنے
دعویٰ زبان کا گھنواون کے سامنے
اس دل فغان وہ کر کہ صدے جس ہو بند
عاشق نہ لاکھ جمع کیا دفتر عواس
چشم سیاہ یا رجب آنکھون مین پھر گئی

| | |
|--|-------------------------------------|
| تیرے نظارے سے بڑھتی ہو بصراتِ کُوف | سُرسہ بجاتی ہو گھون میں سیاہی تیری |
| مشق فریاد دلا حشر میں کام آئیگی | کہ رُئے گی نہ ز بان وقتِ گواہی تیری |
| دھیانِ دن کو نہیں تیرا فقط امزلفِ سیاہ | شب کو بھی آ کے دباتی ہو سیاہی تیری |

لو سفینہ ہے زمانہ ہے سفینے میں امیر

سائے عالم کی تباہی ہے تباہی تیری

| | |
|------------------------------|------------------------------|
| گزر کو ہے بہت اوقات تھوڑی | کہ ہے یہ طول قصہ رات تھوڑی |
| جوئے زاہر نے مانگی منت پرے | بہت یا قبلہ حاجات تھوڑی |
| نہان غچہ کمان اسکا دہن تنگ | بڑھائی شاعرون نے بات تھوڑی |
| اٹھے کیا زانوئے غم سے سر پنا | بہت گزری رہی ہیبت تھوڑی |
| خیال ضبط گریہ ہے جو ہم کو | بہت اسال ہو برسات تھوڑی |
| پلائے لیکے نقد ہوش ساقی | تمہیں ستون کی ہے اوقات تھوڑی |
| ہی ہے آسمان پر گنجِ انجم | ملی مٹی جو ترسی خیرات تھوڑی |
| تراحدِ دختِ زرد اصفیٰ واعظ | اپنے حرمت ہو اتنی بات تھوڑی |

چلو منزلِ امیر گھنٹین تو کھولو

نہایت رہ گئی ہے رات تھوڑی

| | |
|--------------------------------------|---------------------------------------|
| پڑمردہ گل ہوئے ترے گالوں کے سامنے | سُنبُل پہنچ پڑ گئے بالوں کے سامنے |
| پردہ اُنھیں ہے جنھیں تابِ نظر نہیں | آتے ہیں خود وہ دیکھنے والوں کے سامنے |
| بیجا زمین کو فخر نہیں آسمان پر | دُڑہ ہے مہر مہر جالوں کے سامنے |
| کیا کیا بناؤ کرتے ہیں خارِ رہِ جنوں | رکھ رکھ کے کٹنے مرے چالوں کے سامنے |
| نیرنگ صنع دیکھ تماشاے باغِ کر | کیا سُرخ گلُں ہیں بنر نہالوں کے سامنے |
| بندھے جو شوخ دشت میں مضمونِ چشمِ یار | پڑھتا غزل میں اپنی غزلوں کے سامنے |

اپنے خرمن کا نگہبان اور ہے
جسکا مرہم جسکا درمان اور۔

کس کو اندیشہ ہو برق و سیل سے
درودہ دل میں وہ سینہ پر ہو دلغ

کعبہ و محراب ابرو اسے امیر
اپنی طاعت اپنا ایمان اور ہو

میں راہ دیکھ رہا ہوں قضا
نہیں سنا اُسے روزِ جزا کے آنے کی
نکال لو نکال کوئی راہ جا کے آنے کی
یہ کون چال ہے تیوری چڑھ کے آنے کی
اُڑا دے قید الگ ہی ہٹا کے آنے کی
کہ آج کھل گئی کھڑکی قضا کے آنے کی
ٹھٹھٹھ کر کہ نہیں نیند جا کے آنے کی
سبیل کون ہے بانگِ در کے آنے کی
لگی ہو رٹ بٹھے اُس یونفا کے آنے کی
یہ کون شکل ہو صورت چھپا کے آنے کی
اکشادہ ہو گئیں راہیں قضا کے آنے کی
ہے چمن سے توقع صبا کے آنے کی

نہیں امید جو اُس یونفا کے آنے کی
ستم سے تنگ ہوں احسانِ نچھپ کر داعظ
عدم میں یاد کروں گا کسی مسیحا کو
چڑھاؤ پھول جو میری سحر پر آئے ہو
سگ اُس مری کا کین کچلے استخوان مرے خلد
یقین ہو جاوے ادا نت کوئی پیری میں
جگایا میں نے جو سوتے میں تنگ ہو کے کما
میں تھک چکا ہوں بہت دور قافلہ پہونچا
غصہ ہے نزع میں کہتے ہیں سب پر ہو کلمہ
نقاب ڈال کے آئے گمراہ خدا کے لیے
جو تن پہ زخم لگے اور جان تازہ ہوئی
غلاف ڈال قفس پر ابھی نہ اسے صیاد

امیرِ جاہلین کے ہم بے نظیر آج ضرور
خبر پھیلے میں اُس سہ نقا کے آنے کی

شرِ بتی ڈاک تھی یہ زہرِ نکین بیٹھ گئی
باڑھ تو خنجرِ قاتل کی نہیں بیٹھ گئی
خاک اُٹھی بھی تو چکر اسے دہن بیٹھ گئی

ساقیادُہ صاف نہیں بیٹھ گئی
موت بھی پیری طرح ہو کے غمِ زین بیٹھ گئی
جدِ مردن بھی مرے صدف کی قوت نہ گھٹی

| | |
|---|--|
| <p>آئے وہ باغ میں تو لگی چھوڑنے نسیم ہم ہیں وہ اسی کلیم کہ غش کا تو ذکر کیا یاد آئی جب سیاہی چشم سیاہ یار حال کلیم طور سنا ہو گا آپ نے مضمون کی کیا کمی ہو کہ عرش بریں بھی ہی بانی کی چھا گلین جو سمجھتے ہیں غار دشت ہم کیا کہ سرکشوں کی بھی پُرخم ہیں گردنیں طاؤس و کبک ٹھوکرین کھلتے ہیں ہر قدم لیلیٰ کو پاس نختِ بخون بھی کچھ نہیں موسلی سے کدو طور پہ جایا کر و نہ روز جادون کو نہر نہر کو بھر روان کریں مہر قد سے بھاگ جائینگے خود منکر و نکر اے دل میرے تو بیٹھے ہی تھے سب اُبل پٹے</p> | <p>تازہ سگونے تازہ نالون کے سامنے پچھلے نالکے برق جالون کے سامنے آنسو مرے چہرے کے غزالون کے سامنے کیسا حجاب دیکھنے والون کے سامنے نزدیک دور گرد خالون کے سامنے آتے ہیں و زکمرے چالون کے سامنے ان کج کلاہ گیسوؤں والون کے سامنے چلتی نہیں ہر کچھ تری چالون کے سامنے آنکھیں دکھا رہی ہو غزالون کے سامنے اچھسا نہیں ہے برق جالون کے سامنے کتنی یہ بات ہو مرے چالون کے سامنے ٹھہریگے کیا وہ میرے سولون کے سامنے کانٹوں کی جو نوک کی چالون کے سامنے</p> |
|---|--|

دنیا اسیر کیا ہو جو ماتمکہ نہنیں

ہر دم بہان ہیں تازہ طالون کے سامنے

سجدہ گاہ اہل عرفان اور ہے
عاشقوں کی عیہ قربان اور ہے
دل کے داغوں کا چراغان اور ہے
بلبلِ اُپنا گلستان اور ہے
ہم گر قنادون کا زندان اور ہے
نوح سے کہہ دیہ طوفان اور ہے

قبرِ دل کعبہ جان اور ہے
ہو کے خوش کٹواتے ہیں اپنے گلے
روز و شب یاں ایک سی ہو روشنی
خار دیکھلاتی ہے پھولون کی بہار
عقیدہ میں آرام آزدی و یال
بہر گفت میں نہیں کشتی کا کام

چوٹ دل پر صفتِ نقشِ نکین بیٹھ گئی
ڈاکِ صحرا میں غزالوں کی دہن بیٹھ گئی
کوئی ہڈی بھی جو سر کی تو دین بیٹھ گئی
ضربِ تیشے کی جو بالائے چین بیٹھ گئی
ایسی چلائی کہ آوازِ زمین بیٹھ گئی

دی رقبہ یوں کو نشانی جو انگوٹھی اُس نے
بھی لیلیٰ کی منگائی جو خبرِ بھون نے
مار کھا کر نہ دیرِ یار سے سر کا عاشق
دہن کو مزہ اُلفتِ شیرین اُٹھا
بہرِ آدم جو فرشتوں نے اُٹھائی مٹی

طبعِ کمانِ دل نہ لگا اس میں امیر
پستِ مضمون سے زیادہ یہ زمین بیٹھ گئی

ل نے خوش ہو کے کہا ایک یہ حسرت نکلی
شکرِ صد شکر یہاں ایک تو صورت نکلی
ورہی چہرہ ہوا اور ہی رنگت نکلی
ہم آخر بھی نہ دیدار کی حسرت نکلی
ن ترانی کے سوا اور نہ آیت نکلی
دخترِ زوڑی صاحبِ عصمت نکلی
ن بھروسے کوئی کشتی نہ سلامت نکلی
خوب دیکھا تو وہ سیری ہی شہرت نکلی

جانِ تن سے جو تپ کر شبِ فرقت نکلی
ن اللہ حرم سے لایا
کیون ابھی غازہ مرے خون کا ملکہ دیکھا
ڈال کر مٹھ پہ نقاب اُسے کیا بھگو حلال
بہرِ نظر کارہ جو قرآن میں بھی دیکھی فال
ہاتھ تک مفتی و قاضی کو لگانے نہ دیا
سیکڑوں ڈوبے جاؤ ذقن میں تیرے
طور پر برقِ تجلی سے جو موسیٰ ہوئے غش

بڑھ گئی حسنِ پرستی کی مجھے حرصِ امیر

پیری تو جوانی سے بھی آفت نکلی

اُگتے ہی آتے سحر ہو گئی
بدلتے ہی کروٹ سحر ہو گئی
مری نبض اُس کی نظر ہو گئی
کہ جی ڈوبتے آنکھ تر ہو گئی

شبِ وصل کیا مختصر ہو گئی
شبِ وصل دھر سے اُدھر ہو گئی
بہنیں مٹی یہ بھی تو دو دو پہر
اویاموتِ نیاس میں جامِ آب

ڈاک حوروں کی درم باز پسین بیٹھ گئی
 کہیں قاضی کے تو گھر جلے نہیں بیٹھ گئی
 پار موچین بھی تری اٹھ نہ سکیں بیٹھ گئی
 پاس آکر مرے پہلو کے قرین بیٹھ گئی
 دھاک تمارے تاکشور چین بیٹھ گئی
 لٹکے چکر کوئی کشتی جو کہیں بیٹھ گئی
 گرد بھی اڑے جو بالائے جبین بیٹھ گئی
 دو تر موت تر خنجر کہیں بیٹھ گئی
 سائے آ کے مرے روح خزین بیٹھ گئی

قصہ جنت جو مری روح نے دُنیا سے کیا
 رن دنون دختر ز کا نہیں ملتا ہے پتا
 قف گردوں کی بھلی دیدہ تر کچھ ہو بساط
 دُور سے بھی جو نظر آئی کبھی شکل اُمید
 رستی پر جو تری زلف مسلسل آئی
 لشتی ہنست کا انجام ہمیں یاد آیا
 لمحہ حسن نے بخشا ہے افشان کا فرغ
 ہرے شوق اشارہ مجھے قاتل نے کیا
 شعرِ درد جو کھنے پہ طبیعت آئی

سخت جانی کے دکھائے کسے جو ہر اب آئیں

اک تری بازو تو اسے خنجر کہیں بیٹھ گئی

کشتی چرخ بھی چکر کے دہن بیٹھ گئی
 ٹیک کر زانوؤں کو گاؤ زمین بیٹھ گئی
 نرم ہو ہو کے یہ اشکون سے زمین بیٹھ گئی
 صف قبیلوں کی ایسا اور یمن بیٹھ گئی
 گرد ہنگامہ پیشین و پسین بیٹھ گئی
 کنپٹی ماہ کی اسے زہرہ جبین بیٹھ گئی
 یان سے اٹھی تو پر عرش برین بیٹھ گئی
 حلقہ چشم بین مانند نگین بیٹھ گئی
 کیون تری آنکھ نہ اسی آہستہ چین بیٹھ گئی
 ٹھوکرین یاسی لگائیں کہ دہن بیٹھ گئی

آنسوؤں سے نہ فقط گرد زمین بیٹھ گئی
 لگا کر اس سے بھی گناہوں کا مرے اٹھ نہ سکا
 تھا وہ گریبان کہ ہوئی قبر کو ان مرگ کے بعد
 ہم کھڑے رہ گئے جسدِ وہ کل کر بیٹھے
 جس زمین پر کہ مرا ابر طبیعت برسا
 رشک زخار نے تیرے کسے لاغر نہ کیا
 نارسا خاک کو بھی صدف نے میرے رکھا
 کیوں تجھ سمون میں ہو نام کہ تصویر تری
 عا آنکھ سے اُس شوخ کی ہنسی کا
 چال نے تری قیامت کو ابھرنے نہ دیا

| | |
|--|---|
| <p>دھاریں نظر آتی ہیں لہو کی ہے یہ تو مثال روبرو کی بٹی ہے خمیر میں سب کو کی جڑ کٹ گئی نخل آرزو کی پیلے نہ سنبھل کے گفتگو کی دو حرف میں ختم گفتگو کی</p> | <p>پلکین دم بچش خوش نشانی اُس رخ کو میں آئینہ کون کیا وہ مست ازل ہوں ساقیا میں دل ہی نہ رہا اسی کیسی اب کیوں ہیں کلیم غش میں خاموش لاکھ دہن کو ہم ہوئے نیست</p> |
| | ق |
| <p>خود دید کی اپنی آرزو کی آواز بدل کے گفتگو کی</p> | <p>کیسی آرنی کمان کے موسیٰ تھا پردہ ظاہری جو منظور</p> |
| | <p>کلفت نہ مٹی اتمیر دل سے اشکون نے ہزار شست و شو کی</p> |
| <p>سلسلہ ساقی کوثر سے ملا دیتی ہے نخت فختہ مری جھنکار جگادیتی ہے چھت سے آنکھیں مریضوں کی لگا دیتی ہے ابر مردہ اگر آتا ہے جلا دیتی ہے جل کے پھولوں میں سناگ لگا دیتی ہے یاد عارض اُسے قرآن کی ہوا دیتی ہے مرگ لٹے مجھے بیٹے کی دعا دیتی ہے بکیسی گور غریبان کا بیتا دیتی ہے لٹکے اس کان سے اُس کان آرا دیتی ہے مٹھ سے کہتی نہیں کچھ اشک بکارتی ہے</p> | <p>بجرت پیر مخان طرہ مزادیتی ہے یہ دم رقص وہ پاریب صدا دیتی ہے حیرت عشق رخ اوج دکھا دیتی ہے چشم مناک بھی ہے واقف اعجاز مسج بڑھے جب بولتی ہو موسم گل میں لب لب کیا عجب گر تے بیمار کو صحت ہو جائے غم یہ ہے ہجر میں مرنے کی ہوس ہو دل کو کنج عزت میں مجھے سو جیتی ہو موت ہی موت مانگنے پر نہیں لاتی ہے صبا کت گل پوچھتے ہیں جو شب بھر میں ہم سے حال</p> |

| | |
|--|--|
| <p>پڑا سچھ تو ٹھنڈی خبر ہو گئی تڑپتے تڑپتے سحر ہو گئی رگ جان مجھے نیشتر ہو گئی کوئی جھوٹ کمدے سحر ہو گئی رگ گل مجھے نیشتر ہو گئی کہ بلبلِ قوبے بالِ ویر ہو گئی سرِ شام کیونکر سحر ہو گئی</p> | <p>بہت آمد آمد تھی اُس گل کی رُم کسی کوٹ آیا شبِ غم نہ چین کھلتی ہے اب زندگی آنکھ میں اُسی شبِ غم میں اتنا تو تھا پیچھی ل میں اُس گل کی باریکیاں کرے کوں اب اُس کے سیرچن میں حیرن ہوں وہ زلفِ رخ دیکھ کر</p> |
|--|--|

ایں سر پہنکتے ہی گزری مہر
 یو نہیں عمر ساری بسر ہو گئی

| | |
|--|---|
| <p>خبر نے بلا میں لین گلو کی تیغینِ دین بھری ہوئی لہو کی سختی پہ بھی زخمِ گفتگو کی باری ہے ہمارے گفتگو کی ہم خاک ہوئے تو آبرو کی سینھے گی نہ چوٹِ روبرو کی اب تک تو نظر کہینِ بیو کی راہیں تو یہی ہیں جستجو کی ہونے پر مری رگِ گلو کی سونہری سونہری بچے سبکو کی ہر عضو بدن مگر ہے مو کی کیوں نقشِ ہماری قبیلہ رو کی</p> | <p>لذت جو ملی مرے لہو کی آنکھیں دمِ فتنہ جنگو کی کی دشمنی نہ تند خو کی موسیٰ سے کو کہ چپ رہیں اب روئے مری قبر پر وہ آکر منہ اپنا نہ اُرسی میں دیکھو کی جیسے نگاہ تجھ کو دیکھا جز دیر و حرم کمان میں جاؤں جائے گا جنوں نہ سر سے بے درج ساتی نے سنگھائی غش میں رہی تن ہے غم زلف میں یہ لاغر تھا چار طرف اُسی کا جلوہ</p> |
|--|---|

| | |
|--|---|
| آرزو یہ ہے کہ پشت کی طرح خونہا موسیٰ سے لینگے روزِ حشر عشق ابرو میں کمانِ صبر و قرار میکدے میں آئے تو پھنس جائے شیخ مر کے جب پنا کھن سمجھے یہ ہم | ڈھیر ہوں پیچھے تری دیوار کے کھٹے چشمِ نرِ مگین یار کے جلدیے سب کھینچتے ہی تلوار کے چچ ابھین یا ذن میں دستار کے زیب تن کیسے کیے دربار کے |
|--|---|

ذلت و خواری و رسوائی آمیز
سب ہیں دہتے دامنِ پندار کے

| | |
|---|---|
| آئی بالین پر جو بچھ بیاسے کے موسے مڑگان گردِ چشمِ یار کے دیکھ کر خون کو جسمِ زار کے تیرے منہ سے مان میں دن ہر خج ب باغبان بچھ ہوا تب مہربان ضبط گریہ کیا کروں اسی ہم صغیر ہیں وہ لاغر بلغم پھیلا کے پائون عشق ابرو میں سرِ آردوش سے کھیتا ہے یار گھر بیٹھے شکار شیخ کبے میں برہمن دیر میں داعماے عشق کھلاتے نہیں نالہ عاشق یہ ترجیح کی نگاہ حادثوں سے بیخاطر بن خاکسار شمع بالین سے یہ کمدے امشبنا | خوب روئی موتِ ذرا حین یار کے ہین گس رانِ مردمِ بہار کے روئے چھائے پھوٹ کر تلوار کے صدقے میں بکار اُس اقرار کے بھول جب کائنات ہوئے گلزار کے بھول کھلا جائیں گے گلزار کے سوئے ہین ملے میں نوکِ خار کے چڑھ گئے ہم دم پر اس تلوار کے ہنس کو دکھلا کے موتی ہار کے سب ہیں تجرائی ترے دیوار کے بھول ہیں کس بخیر ان گلزار کے دار بر چھی یہ لیے تلوار کے کب دبا سایہ تلے دیوار کے سر پہ روتا ہے کوئی بیمار کے |
|---|---|

اکم نہیں قنکر سے تمہاری تکرار
صد نہ ہجر سے کیونکر ہونا لان مرادل
جان پر صد مہ شب ہجر ہے سونا کیسا
پاکے غافل تھے اک روز فدا کر دیگی
لانگری نے یہ مٹایا کہ کوئی گھر میں نہیں
ہو بجا کہتے اگر دولت دنیا کو پر ہی
سلنے جا کے جو کرتا ہوں کسی وقت سلام
پھرتی ہیں گردن عشاق پہ دھری تغین
ہم رہنہ فقط اس دور میں ہیں در نہ بہار

کیا کون کیا مرے کا نون کو فرادیتی ہے
ٹھیس لگتی ہو تو جینی بھی صدا دیتی ہے
آنکھ لگتے ہی تڑپے ل کی جگا دیں ہیں
جان ہو کالے ملت جو قضا دیتی ہے
دستا آکے عبث د یہ قضا دیتی ہے
ہو شیارون کو یہ دیوانہ بنا دیتی ہے
پھیر لو سندھ انھیں پر چک یہ حیا دیتی ہے
ساتھ کیا انکی اداؤں کا قضا دیتی ہے
ٹوپان غجون کو پھولوں کو قبا دیتی ہے

کیجئے غور تو دولت بھی پیسر ہے امیر
اکہ کریون کو خدا سے یہ ملا دیتی ہے

بجے بد عمد وقت انکار کے
سے بن حسن بلج بار کے
مر گئے عشاق چشم بار کے
تیرے ابرو کے اشکے فیر سے
عرش پر رکھا قدم مجھ نے
باہر اُس یوسف نے جب کھا قدم
گنہ باری بن مقرر ہو عجز کا
نعمت کو نین سے دل سیر ہے
زیور اُس گل نے اتارا میرے بعد
میری حالت پہ گرے بن بار کا

دونوں اب بن دو گواہ اقرار کے
بن نمک پروردہ اس سرکار کے
صدقے اترے مردم بہار کے
مخلو گھرے زخم بن تلوار کے
گر کے نیچے یارگی دیوار کے
بھر گئے دونوں سرے بازار کے
جیتے بازی کو بہت ہمار کے
ایک بھوکے بن ترے دیدار کے
پھول تربت پر چڑھائے ہمار کے
اشک چشم روزن دیوار کے

کھلید مسیکدہ ہم بادہ خوار کھو بیٹھے
ہم اپنے ہاتھوں سے اپنا ترکار کھو بیٹھے
رگوں کے ٹفت وہ خنجر کی دھار کھو بیٹھے
یہ ہمنشین تھے

اگر چار دن بھی نہ گزرے بہار کھو بیٹھے

ہلال ابرو سے ساقی کی یاد بھول گئی
بلا مین لپٹے ہی وہ اور ہو گیا وحشی
مرے چھلے پہ بڑا خط نہ سخت جانی سے
نہ ہوش ہے نہ خرد ہو نہ صبر اب ہم کو
اگلون نے خندہ بجایا ہے یہ شمر پاما

ادادہ کون بھی جہر ہو کے فقیر امیر
ذرا سی بات پہ صبر و قرار کھو بیٹھے

دہن میں میرے قاصد کے مری کھنڈے زبان کوئی
دہن جب بند ہو کھل سکتا ہے زبان کوئی
مگر خم نیل کا ہلو ہے زیر آسمان کوئی
دیار حسن میں اُترا ہوا ہو کاروان کوئی
نہ تم سا نازنین کوئی نہ ہم سا ناتوان کوئی
اکہین بتلا ندے قاصد کو اس بے کاشان کوئی
ملا جھدے کے قابل درکس دن آستان کوئی
نظر آتا ہو جب گھر میں کسی کے میہان کوئی
نشانی تک نہیں جاتا ہوا کوئی بے کمان کوئی
ادھر آکھیں ادھر آکھیں نقاب لئے کہاں کوئی
نہو پھر طفل طفل شک کی صورت جو ان کوئی
قوی جیسا ہو عالم میں نجسانا تو ان کوئی
سرکنا ہے جب سرج کج سے استخوان کوئی
کہان باز ہے آگہی اس چمن میں تیان کوئی

مرا احوال کر سکتا نہیں ان سے بیان کوئی
اے کیا باغیاں سے ازل غنچہ بیان کوئی
نہیں کرتا سو گدب اب سچا بیان کوئی
خط غاصح کو اسکے دیکھ کر یہ دعیان آتے ہے
ہزاروں خار لاکھوں بھول میں گلشن میں ہیں لیکن
دیا ہو خط گراب شک سے پتہ کے کتا ہوں
سوائے کعبہ تجاؤں میں کیا اپنے قدم جاتے
نظر میں میرے پھر جاتی ہو صحبت نادر دل کی
پیریں سچا ہیں نوجوان مقصود کو پوچھیں
حیا دیکھو وہ زنگس زار میں گھبرا کے کہتے ہیں
نچا ہ پرورش پھیرے اگر لطف و کرم اُسکا
ٹھانا کوہ کا آسان اٹھانا بات کا مشکل
ضیق ایسا سب جانان جو آتا ہو خبر لینے
کی تیلیاں ہیں جیتنی شاخیں ہیں درختوں کی

اگر کل فکر ہو گیا مکی تھی کج ہے کل کی
جگر کے پار ہو جائے سنان ہر ایک کو بل کی
کسی یہ سوچ کر تبصیر بنے خواب غفل کی
پتا پوچھیں گے جب وہ بوٹیاں بولیں گی جنگل کی
مویطیت میں مٹی ہو تر بین عطر صندل کی
دو نشانوں سے کہیں بڑھ کر جو گرمی ہے کسل کی
اگر جیسے سانپ کو بوست کر دیتی ہو صندل
ہمیشہ لیک کو دو دیکھتی ہو آنکھ احوال کی

نجات اندیشہ امروز فردا سے نہیں ممکن
فراق یار میں جاؤں اگر سیر گلستان کو
تغافل پیشگی بیداری طالع کا باعث ہے
چھپے گی کیا کیونکر ترے صحرائیں سنو سے
جو سوئے گئے اس گل خوبی کی خوشبو دوسرے ہو جائے
جہان کی رہ دھری سے نہیں غم ہم فقیروں کو
صفت سینہ جانان پہ لہر تا ہو یوں گیسو
جدا سمجھے جو جگوار و نمکو غیر کیا پر دوا

امیر اک روز یہ گل سوکھو ہو جائیں گے کاٹے

چمن کی چوروش ہو آج کل چھاری ہو جنگل کی

ہم اُسکے عشق میں صبر قرار کھو بیٹھے
تو نے کسے عشق میں ہم جان زار کھو بیٹھے
سوال وصل کا کرنے سے یہ ہوا حاصل
کھلا نہ اشک بہانے سے کوئی عقد دل
وفا کا عہد کیا دے کے دل تو یہ پایا
خطا ہوئی جو کیا تم سے غیر کا ش
سیر خدنگ نگہ آچکا تھا طاؤر دل
کریٹے منزل عقبی کو اب یہ کیونکر ملے
ہزار حیف نہ آئی اجل نہ وہ بد عہد
لیا جو خواب میں بوسہ تو یاد جاگ اٹھا
قرار اب کسی پہلو ہمیں نہیں آتا

ہم اُسکے عشق میں صبر قرار کھو بیٹھے
تو نے کسے عشق میں ہم جان زار کھو بیٹھے
سوال وصل کا کرنے سے یہ ہوا حاصل
کھلا نہ اشک بہانے سے کوئی عقد دل
وفا کا عہد کیا دے کے دل تو یہ پایا
خطا ہوئی جو کیا تم سے غیر کا ش
سیر خدنگ نگہ آچکا تھا طاؤر دل
کریٹے منزل عقبی کو اب یہ کیونکر ملے
ہزار حیف نہ آئی اجل نہ وہ بد عہد
لیا جو خواب میں بوسہ تو یاد جاگ اٹھا
قرار اب کسی پہلو ہمیں نہیں آتا

کیا جانے کس سے نگہ دیر دیر ہے
کیا گرمیاں ہیں آتش رنگ خاک کی واہ
آگے ہیں وز دل کی زیارت کو رنج و غم
غیر وہ کو پھار کھائے سب یا تو کون
آئے جو نزع میں تو یہ لکھ روہ اٹھ گئے
بتخانے ہوتے جائینگے ہم تو سہلے حرم
کرارک نکاح سینہ پر داغ کی طرف
ایسا پہلوان مرگ کو بازو ملا قوی
انگشت ہی کی تو آگ میں پہلنے کا خوف کیا
رکھتے نہیں زمین پہ قدم صاحبان کبر

طغیان آب شرم بھی دریا کا پھر
ہاتھوں میں اُس پر سی کے سجدہ کا میر ہے
سینہ مرا نہیں کسی مرشد کا ڈھیر ہے
لے شیر داہ تو ہی تو شیر و ن کا شیہ
ہم جاتے ہیں یہاں ابھی خصلت میں نیست
ہونے دود و قدم کا جو رستے میں پھر ہے
پھوٹوں کی تیر سی نذر کو حاضر چنگیر ہے
افراسیاب سا بھی زیر دست زیر ہے
پردانے سے زیادہ مراد دلیر
بازد بروت بام فلک کی منڈیر ہے

جینے سے کیوں نہ سیر مرادل ہوا و امیر
ہم ہم جان اذھر نگہ دیر دیر ہے

کبھی سمجھانے کیا ہم اس خود کو سمجھاتے
ادھر کم نزع میں مہلت ادھر بیانی وقت
نصیحت کرنا تو نکو اگر کچھ بھی سمجھ ہو
خدا ایسا بھی ہوتا ہی بنائیں جس کو خود بندے
جتانے راہ اُسی کو چہ کے سب گم کردہ راہ کو
کوئی گستاخانے باز میرے قتل سے ہرگز
انگوٹھی کیانہ دیتا ہر گز وہ تپنا نشانی کا
یہ ضد ہے دیکھتے گرشع روشن میری بشت
وہ شاہ حسن ہے تو عہد اکبر میں اگر ہوتا

سمجھ جاتا اگر اتنا کسی پتھر کو سمجھاتے
نزد و چپ رہو کیونکر یہ لے گھر کو سمجھاتے
جو سمجھاتے ہیں مجھ کو وہ مرے دلیر کو سمجھاتے
سمجھتا تو خلیل اللہ یہ آذر کو سمجھاتے
کہیں ملتے تو ہم یہ خضر بنمہ کو سمجھاتے
جو دنیا بجا سمجھاتی وہ دنیا بھر کو سمجھاتے
اگر اگر سلیمان اُس پر سی پیکر کو سمجھاتے
اُسی نہ جانے گل کرف وہ یہ صرصر کو سمجھاتے
نکین کر پیشکش یہ نور تن اکبر کو سمجھاتے

| | |
|---|---|
| جو چلتا ہوں زلفت میں غلطی دے گئے ہیں مرزہ تب ہو کہ وہ بھی ہو کسی مشوق پر عاشق مجھے یوں ڈھونڈتا ہے تھر تھر ہونوک میں ہنجر کا ہمارے عشق کی کیوں شاعری شاعر نہیں کہتے | کر دھند بن گیا سر پر اٹھا لوگے مکان کوئی کیرے بری طرح اسکا بھی ہر دم ہتھان کوئی پھر سے بیتاب مجھے طائر بے آشیان کوئی گمان پاکینے اگر مارا ایسی داستان کوئی |
|---|---|

اکمال مذہب سے تالا مکان پہونچے امیر احمد
راہ مشوقی و عاشقین میں نہ پردہ در میان کوئی

| | |
|--|--|
| آج کیا کہنے ہو غم نے دہل میں ہر دم سننے بغیر دہی دکھائی ہو چلو سے پٹے ہر دم سننے سر ٹھہری لیں نہ آتے ہیں کیا کیا صورتیں دیکھے بھاسے ہر جگہ کو پہنچانے بوجھ ہر جگہ حسن روز افزون بھلا دیتا ہو پٹے قاعدے سے اگر طرح تشبیہ برائی سے اسکو مونہ گان پاتے ہیں ہر روز انھوں کی تری میں نوبت دل میزبانی کر بھی ہو درد سخاوت کی بساط ہو عجب سست تصویر میں کہ اسکی جان میں ہے چٹکتی میں شعلہ سی ہیں وہ غمرہ نامور اسا سا ہو رے جاناں سید سے ہو سفید ہر غزل میں تار لگی شکل ہے اسے طبع رسا | یہ تو کچھ تم سننا ہو جان میں یا ہم سننے ہے عجب عالم کہ ہر عالم میں میں عالم رات دن عالم کھاتا ہو یہ جام تم سمجھتے ہو کہ ہم دیتے ہیں اس کو دم سننے روز بروز جاتے ہیں اس نعل میں جا کر ہم سننے ہر اس لہو سے چہاں میں نئے ہیں غم سننے گل کھلایا کرتی ہو ہر روز یہ شبنم سننے میں بہن گے روز زمان تجھ کو اسے عالم سننے نیکیر آنکھیں تو دیکھے سیکڑن عالم سننے بہن آتی ہیں لالی قہقہہ ہیں ہر دم سننے عید ہے کبڑے بدل اسو دیدہ ہو غم سننے گندہ مشقوں کو بھی لہو آتے ہیں خون کم سننے |
|--|--|

کہ نہ رنجون سے جو دل گہرا گیا ہے اسے امیر

ڈھونڈتا ہے تھر تھر ہون میں ساہے جہان میں غم سننے

| | |
|-------------------------------------|--------------------------------------|
| اندھ ہوئی کہ بھی مرا جینے سے سیر ہے | اسکے جان تیرے منہ سے نکھنے کی دیر ہے |
|-------------------------------------|--------------------------------------|

| | |
|--|--|
| <p>سینوارون میں دھوم ہو رہی ہے کیون جان سے ماتھ دھو رہی ہے دل میں نشتر چھو رہی ہے تقدیر ہماری سو رہی ہے</p> | <p>گلشن میں جوا رہے دھوان دھار اُس تیغ کے ٹھہر چڑے نہ بجلی کیا شوخ ہے اُسکی یادِ مرگان ہم جاگ رہے ہیں بھر کی شب</p> |
| <p>احسان بنے آمیر چشم تر کا لمے کی سیاہی دھو رہی ہے</p> | |
| <p>گد مڑے دلی ترے دل سے خبر کتنی ہے سچ ہو یا رب جو یہ اڑتی سی خبر کتنی ہے کچل دھر کتنی ہو کچھ جاکے اُدھر کتنی ہے پانی پانی ہوں یہ خود آب گھر کتنی ہے رگ گل میں ہوں یہ باریک کمر کتنی ہے گردِ رہ قافلے والوں کی خبر کتنی ہے درد میں ہوں یہ پس پشت سہر کتنی ہے عفتون وجد میں ہیں جنبش سر کتنی ہے چاک کر ڈال گریبان یہ سحر کتنی ہے ہمت تن ہو کے زبان موجِ خطر کتنی ہے تیغ رکتی ہے بھی سے یہ سہر کتنی ہے</p> | <p>ظرفِ پیغام یہ اُلفت کی نظر کتنی ہے آج آتا ہے وہ گل بادِ سحر کتنی ہے بیلِ دگل میں ہو غماض نسیم سحری جو ہری کیا تے دانوں سے دلاتے ہیں رست غنجِ گل مجھے کتنے ہیں یہ کہتا ہے دہن یا پھولوں کی دلاتے ہیں مجھے موے سپید ماہِ نوین ہوں یہ اُس تیغ کا ہوشِ حق قول وہ جوانِ رعشہ پیری کا مزہ کیا جانیں شام کا ہے یہ اشارہ کہ بہن رخت سیاہ بحرِ عالم میں سفینہ کوئی نہ بنے کا نہیں سحر ہے اگر غم کا تو دل ہے سیاہ</p> |
| <p>کیون زبان تیغ کی خاموش ہو غفلت میں آسید حال قافل سے مرا کہدے اگر کتنی ہے</p> | |
| <p>اڑتی پھرے گی فردِ ہمارے گناہ کی دل پر کسی کے چوٹ پڑی ہمنے آہ کی</p> | <p>باز می جو روزِ خسروا ہم نے آہ کی شرکت نہ کی لال میں کس دلو خواہ کی</p> |

| | |
|--|--|
| خدا ہمت اگر دبتا تو اپنے قتل کی چالیں نہ لیجانا ہمیں نخت بڑھانیکو خستہ نوین ٹڑپ کر بے اس بھل مرنے نوں نے کیا ہوا | کبھی قتل کو سمجھاتے کبھی خنجر کو سمجھاتے زبان ہوتی تو آئینے یہ روشکر کو سمجھاتے دل نادان کو سمجھاتے کہ چشم تر کو سمجھاتے |
|--|--|

| |
|---|
| امیر اب کی ہے سودا جوش پر ہمو اگر ملت بھٹا بیڑیاں بھاری یہ آہن لگ کر سمجھاتے |
|---|

| | |
|---|--|
| عشق میں جینے کے بھی لالے پڑے واد ہی وحشت میں جب کھا قدم دل چلا جب کو چٹے گیسو کی سمیت دور تھا زندان سے کیا وحشت جنوں کس نگہ نے کر دیا عالم کو مست ہجر میں جب منہ لگا یا جام کو طوق وحشت اپنی گردن میں پڑا | مے کس بیدر دے کالے پڑے اکے میرے پانوں پر چھالے پڑے کو س کیا کیا راہ میں کالے پڑے چلتے چلتے پانوں میں چھالے پڑے ہر جگہ لاکھوں ہن متو لے پڑے سیکڑوں ہونٹوں پہ تنجالے پڑے یار کے کانوں میں جب بلے پڑے |
|---|--|

| |
|--|
| تجواک آنسو کی حسرت ہے امیر کتے پیٹھ پر سے کسی جھالے پڑے |
|--|

| | |
|---|---|
| آنکھ اسکے حضور رو رہی ہے دیدار کہان کہ دوسرے حشر کیا باغ میں کھیتی ہے شبنم اشدرے حسن و خیر رز کیا کشتی و نا خدا کا شکوہ مقراض کتر کتر کے وہ خط زرگس کو صبا نہ چھیر اتنا | ساتھ اپنے بچے ڈبو رہی ہے قسمت ابھی اپنی سو رہی ہے جو گل کی ہنسی پر رو رہی ہے زباہد کے حواس گھو رہی ہے قتدیر ہمیں ڈبو رہی ہے کانٹے مرے حق میں بو رہی ہے سُونے دے غریب گھو رہی ہے |
|---|---|

| | |
|--|--|
| <p> نچ رہا تھا کچھ جو روئے یار سے میکشو اٹھو چلین گلزار سے یاں تو آنکھیں کھل گئیں دیدار سے رو کے اٹھی شمع بزم یار سے وہ بہت اُبھے گئے کے ہار سے تو چلی روتی ہوئی گلزار سے شک تاجر جس طرح تاتار سے جی بہتا ہے ارغین دو چار سے کون گل رخصت ہوا گلزار سے ذوق وصل و حسرت دیدار سے آپ اب باہر چلین گلزار سے ہے وصیت میرے ہر غمخوار سے قبر کھدوانا میری توار سے </p> | <p> نور و تہمس و قمرین بٹ گیا دورے آخر ہوا آئی خزان تھے وہ ہوسنی غش پہ غش آیا چھین گر میان کرنے گئی تھی رات کو بلبلوں کو دیکھ کر شیدائے گل پھول سب ہنسے ہیں شبنم کس لیے لیجلی چھونکے ہوا کے بوسے مشک سرخ و غم درد و الم ہیں غلزار گیوں برستی ہو اُداسی اسی صبا چشم و دل دونوں غضب میں پڑ گئے بے طرح نرگس کی ہو ہمپر نگاہ ابر و درمگان پہ ہوتا ہوں تشار غسل دینا آبِ فخر سے مجھے </p> |
|--|--|

| | |
|---|---|
| <p> کاسے چورنگ اس توار سے پانی چھٹی روز کی بیگاری سے جاؤ دھو ڈالو لو تو اس سے عشق ہے اس آبلے کو خار سے دھوپ اڑتی ہی نہیں دیوار سے موت ابھی عشق کے آزار سے </p> | <p> کیجئے قتل اب وے خمدار سے مرے چھوٹا کوہن آزار سے کر چکے قتل اب کین رسوا نہو اسکی فرگان پر گرا بڑا ہے دن دیکھنا میرے سید خانے کا در ہے مثل لیا س احدا رحتین </p> |
|---|---|

| | |
|---|--|
| <p>اب دشمنی ہوا سکو تو کچھ راہ راہ کی عاشق کے دین عیش جان کا کہاں گزند عاشق ہونی جی اشک کو آنکھوں میں دون گناہیں لگے چڑھیں گے جو اس تند خو کے ٹھہر اس گل کو کیون پر پونچے میں حسی جو خط لکھوں بھاری بہت ہو لاؤ نگار و زبیرا میں رند دامن سے کیوں چھپاتے ہیں بالونکوراہ میں دل سے پتا ملے گا نہ نغدان یار کا ہے روندنے سے کام خبر رہ دوں کو کیا میں رند خواب مرگ سے اٹھا تو دیکھنا کنڈن سا چہرہ دیکھو کبھی آنے میں تم خرمن ہار صبر کے اکدم میں جل گئے ہوں وہ ظلیل دیر میں توڑوں اگر صنم پاے قلم نے کھے ترے گیسوؤں کے دھت کدو نگاہ گناہ مرے بجو یاد ہیں</p> | <p>سید می طرح سے یار نے پرچی نگاہ کی یہ چھاؤنی ہے فوج غم و درد آہ کی سردار کو ضرور ہے خاطر سیاہ کی کہ وہ شاستائی ہو خورشید ماہ کی صحرایں ناک بیٹھی ہے مردم گناہ کی رکھو اسے سر پہ شیخ کے ٹھہری گناہ کی آندھن نہیں ہو گرد ہماری نگاہ کی یوسف سے راہ پوچھ کنواں کے چاہ کی تمہیں گدا کی ہو کہ لحد بادشاہ کی پیشش ہی، و زشت اٹھا دے گناہ کی سونا ملاو مہر کا چاندی میں ماہ کی بجلی چمک گئی جدھر اس نے نگاہ کی آواز آئے اشہد ان لا الہ الاہ کی ظلمات پسینی حلقہ بار سیاہ کی کیون فرد کا تباہی عل نے سیاہ کی</p> |
|---|--|

سر قتل گہ میں دیکے عدم کو گیا آئیں
لی گھر کی راہ پھینک کے گھڑی گناہ کی

| | |
|---|---|
| <p>آنکھ مجھ سے دل لے اغیار سے ہر حسینوں کو خلش مجھ زار سے ذوق کا ہے عشق ابرو میں یہ حکم بجلی غربت جو صحرایں طرف</p> | <p>یار در گذرا میں ایسے پیار سے پھول کچھ کھٹکے ہوئے ہیں خار سے عمر بھر رگڑوں گلا تو اسے فل کے ہم روئے درویدوار سے</p> |
|---|---|

چاہیے روشنی تم یقین تھوڑی سی
اپنے دامن ہی سے لے لیجیجین تھوڑی سی
بڑھ گئی بات بھائی و طفل حسین تھوڑی سی
اُسی انداز سے کہے کہ نہیں تھوڑی سی
پھر جو تسکین ہے دکھو تو وہیں تھوڑی سی

نوچہ وہم ہے تاریک بھٹکنے کا ہے ڈر
خلقِ اغیار سے بجا ہے نہیں گرامت
عشقِ گیسو میں سے دل کا ہو سودا کچھ اور
ایک قطرہ بھی نہ پینا مگر لے جانِ جہان
نوچہ یار میں ہوں لاکھ طپش کے سامان

اتور عسکر کُناذ کر جو واعظ سے آسمیر
ملگنی لڈت غال نکین تھوڑی سی

گئی نیند دم باز پسین تھوڑی سی
اگر دیو بچی جو مری تا سر زمین تھوڑی سی
اکہ تینوں ہیں مجھ جین جین تھوڑی سی
بھی خالق نے بنائی تھی حسین تھوڑی سی
کھوٹے روزن کو اگر موزین تھوڑی سی
داغ سے رہے سجدہ کو حسین تھوڑی سی
گر نہوتی ہو س تاج و نگین تھوڑی سی
لیگئے اُسین سے سو اہو چین تھوڑی سی
روکھی سوکھی جو ملی نازعین تھوڑی سی
ادب دم ملنے کی بڑھتی ہو حسین تھوڑی سی
اس جہان سے جو الگ پائین زمین تھوڑی سی
بڑھ گئی اور تری جین حسین تھوڑی سی
رکھ گیا نوک کی صورت گوجہ
اُسکے نقشے میں بنا جین حسین تھوڑی سی

کی راحت جو تیر خجبر کین تھوڑی سی
نا گیا تو سن دلدار چھپک کر کو سون
بد دماغی ہے اور سو یہاں تاب کمان
سجدہ بُت میں سحر ست
سیرے اشکون سے یہ تر ہے گل لے پانی
دوستو قبر یہ شاید وہ قدم رنج کرے
سلطنت پسے ہی کر تانہ قبول براہیم
تیر کی انکھوں کے یہ خلق ہوئی تھی شوخی
ہدیہ دوست بھکر مین ہو اشکر گزار
شوقِ سجدے کا ہے اس مہر لقا کے در پر
ننگ لے ہیں بہت بیٹھ رہیں جان جا کر
نذرِ تقصیر ہے تقصیر ہی اچھی تھی مجھے
اک شمشیر سے کھینچی تری مرگان کی شب
ماشی کا نشان بچو اسے کچھ و نقاش

| | |
|---|---|
| <p>یہ بھی نالان ہے تری رفتار سے برق بجلی جلوہ گاہِ یار سے اٹھ نہیں سکتا عصا بیمار سے اُس برسی کی گرمی رفتار سے آنکھ اُس نے پھیر لی اغیار سے نیکہ لو اپنے گلے کے بار سے ٹپکی پڑتی ہیں تری رفتار سے دو قدم آگے چلون تو اس سے اٹھ چلے ہم آستانِ یار سے</p> | <p>بے سبب جھاگل نہیں کہتی ہے شور طور پر موسیقی سے آمد و ہوشیار چشم جانان کو ہے دُنبالہ گران شعلہ جواہر ہے خضالِ یار غیر حالتِ مُسک میری اُف رسی ضد ہو جو ناواقف ہم آغوشی کا ڈھنگ ہر قدم پر س طرح کی مستیاں حکم ہے شوقِ شہادت کا یہی لاش ہی اٹھے یہاں سے تو اٹھے</p> |
|---|---|

مین اُسے پر مغناں سمجھا آئے
 مست جو نکلا درِ غمخوار سے

| | |
|--|--|
| <p>اور اے پیرِ خرابات نشین تھوڑی سی سر نہ اٹھے ابھی باقی ہو جین تھوڑی سی چاہیے اُلفتِ خالِ نکمیں تھوڑی سی خالیِ فغان سے نہ رہ جائے حسین تھوڑی سی دے جگہ دلمیں جو دردِ بردہ نشین تھوڑی سی لذتِ دردِ جو ہاتھ آئے کبکین تھوڑی سی ملکِ ہندو میں ہو کبے کی زمین تھوڑی سی یا نگلی چاہیے اے پردہ نشین تھوڑی سی وقتِ افطار ملے نانِ جہن تھوڑی سی رہ گئی ہو نگہ بازِ بے سین تھوڑی سی</p> | <p>صلحِ کلِ مین ہی ابھی شرکت کین تھوڑی سی مددِ شوقِ سجدِ الدل دے شوقِ سجد کچھ تو بیدار ہو کبابِ دلِ بریاں مین مزہ دیکھ شاہِ جگہ ڈھونڈ رہے ہیں تارے جان آجائے ابھی جا بے سے باہر ہوں مین نقدِ جانِ ل کی طرح دیکے ابھی لیتا ہوں خالِ ابرو کو جو دیکھا تو یہ معلوم ہوا دانہِ خال ہی کھلا نہ سہی جنسِ جمال روزہ داروں کو نہیں خچا ہنرِ لُٹا اس چرخ نزع کا وقت ہے اب دیر نہ کر آنے مین</p> |
|--|--|

| | |
|-----------------------------------|-----------------------------------|
| جلا ہے ہن شرب غم میں اور بھی جگنو | کہاں سے اڑ کے جہنم کے یہ شرار آئے |
| لو نچوڑ کے بھر دوں وہ زندمیکش ہوں | نظر جو شیشہ خالی دم خُش آئے |

جنون کی مسکرا جاتا کی اسیرو کیا

یقین ہے آج ہی کل موسم بہار آئے

| | |
|---------------------------------------|-----------------------------------|
| لوں بیماری میں آتا ہے عیادت کرنے | غش بھی یا تو مر سی روح کو رخصت کر |
| جان و بھر غم فرقت میں ہے ہلکوا لیکن | کون چلے ملک الموت کی منت کر |
| سکو سمجھاتے نہیں جل کے کسی دن با صبح | روز آتے ہیں بھی کو یہ نصیحت کرنے |
| تیر کے ساتھ جلا دل تو کہا میں نے کہاں | حسرتیں بولیں کہ مہمان کہ غصت کرنے |

اگے میخانے میں تھے پیر خرابات امیر

اب چلے مسجد جامع کو امامت کرنے

| | |
|---|---|
| برقت بحر غم سے کشتی جان خیزن نکلی | کبھی بیٹھی کبھی اچھلی کہن و بی کہن نکلی |
| عجل نواز سے قتل میں اسکی تیغ کین نکلی | کہ دل سے مرجا نکلا جگہ سے آفرین نکلی |
| زمانہ ہو گیا موجود جسم ہاں کہا تو نے | ہوا نابود عالم جب تے مجھ سے نہیں نکلی |
| اتعلیٰ میں کمی کی کب ہماری طبع عالی نے | بنایا آسمان جہ شعہ کی کوئی زمین نکلی |
| خدا کا شکوہ بیت نزع کے دم دیکھنے آیا | نفلے کی جو حسرت تھی وہ وقت واپسین نکلی |
| دکھایا لطف لطف مشکبویں طرفہ افتان نے | شب بچورین کیا چاندنی از حسین نکلی |
| وہ کشتہ تھا بچوں کا کہ میری خاک تربت پر | کسی نے کوئی یو یا غم سراخ یا سمین نکلی |
| وہ کیا پردے سے بچکے پیرہن کو جسکے غیرت ہم | ہوا چین و چین دامن جو دیکھی آستین نکلی |
| جو بجلی ابرین بجلی کبھی قیس حزن سمجھا | سیہ خمیہ سے باہر لیلی محل نشین نکلی |
| وہ تھا غم دوست سگجے رگدوں جہٹ ابھیر | شکست شیشہ دل سے صد لے آفرین نکلی |
| سوال اصل اس نکت سے کیا لیکن مرنے تا ہوں | بنے گی لیک پتھر کی گرمیہ سے نہیں نکلی |

ختم چھا جائیں تو بھین کو کوئی گھونٹ آترا
کیا یسین ہم سے خرابات نشین تھوڑی سی

بیتین ہو سکتی ہیں اسین بھی بہت نظم امیر
گھر بنانے کو بہت ہے یہ زمین تھوڑی سی

عجب نہیں ہے کہ آندھی تہ فرار آئے
سلام کرنے ہرن باز مگر قطار آئے
السی نے بھی نہ سنا ہم بہت یکجا آئے
سوک خاک کیا سر کا بوجھ اُتار آئے

جو فاقہ گھر میں ہوا ایمان ہزار آئے
ہ لاکھ بار بلانے یہ ایک بار آئے
ا خدا کرے کہ کھین نکو اعتدا آئے

در دولت سے جو مدار آئے

شکار فیل کو ٹرکان نیزہ دار آئے
بدل کے رنگ یہ بہرہ بے ہزار آئے
خراب کرنے کو مسجد میں بادہ خوار آئے
بتوں کو خاک برہمن کا اعتبار آئے

حصول کیا ہے جو مطیع میں روزہ دار آئے
لہان کے آب بڑے ایسے دھار آئے

دو دھڑا دھڑ گئے دو چار ماتھ مار آئے
لگاؤں ماتھ تو کافر کو بھارا آئے

دبخیل پہ حاتم امیدوار آئے
جو آبے کے دھن میں زبان خار آئے

جو بعد مرگ مر سے دل میں کھنڈار آئے
وہ لیکے تیردکان جب پے شکار آئے
عجیب خراب گران میں تھے خفگان زمین
نڑپے میں گور کے پھینک آئے اقراب کجگار آئے
فلک سے ساتھ مصیبت

ہم ایک بار بلانے پہ لاکھ بار گئے
ہم قلعہ جان بھی بنے میں اسی تو نہیں عذر
بندہ حاضر شرکان جو نزع میں سب گئے

جنوں دون سے عداوت کو کوہلین پھوٹیں
انہیں جان میں نہ قائل ہوا ستاروں کا
غضب ہو دلیں کیا مگر تھلائی نکھون نے
ہوا ہے چھوڑ کے خالق کو بندہ مخلوق

شراب میکہ کب ہو نصیب زاہد میں
جو ترک غیر کو میں نے کہا تو وہ بوسے
نساہگاروں کا چورنگ کھیل ہے ازان

جلا ہوں یہ فلک سرد مہر کے ہاتھوں
کمان فلاح کرا بچا ہتا ہی چرخ و نی
یقین ہو ذکر کرے میری جوش و خشت کا

جدا ٹھہرے جدا ٹھہرے جدا ٹھہرے
کف آئینہ بر ممکن نہیں
ترے عاشق نہ ٹھہرے ہم عدو کا جدا ٹھہرے

ہے سارے کی صورت ساتھ ہم شخص کے لیکن
غبار رنگ آیش سے روشن دل مبرا ہیں
نکالے جلتے ہیں ہر روز کسی پاس خاطر۔

تپ غم سے آسمیر انگر کی صورت جلتے ہیں اعضا
جو ٹھہرے تن یہ تو فاکسری تسلید کیا ٹھہرے

کبھی سگھ میں کبھی کبھی اس گھر میں جا ٹھہرے
کناٹک لڑ پے کناٹک دم مرا ٹھہرے
کو تم یوفا ٹھہرے کہ اب ہم یوفا ٹھہرے
تر پے کو کناٹک ٹھہرے کو کناٹک ٹھہرے
لریق چشم پوشی بھی تو نظرون میں جا ٹھہرے
دھڑکتا ہندل بنا دیکھے انجام کیا ٹھہرے
نہ تم ہے جدا ٹھہرے نہ ہم تم سے جدا ٹھہرے
ذرا بکے ذرا بکے ذرا تر پے ذرا ٹھہرے
ادب ہم سے جدا ٹھہرے جاتے جدا ٹھہرے
ٹھہرنے کا گیا دقت اب اگر ٹھہرے تو کیا ٹھہرے
کین ایسا نہو یہ بھی تقاضاے ودا ٹھہرے
کوئی دم اور آغوش اجابت میں دعا ٹھہرے
یہ دیوانوں کی ہستی ہو میان میری بلا ٹھہرے

نہا کیسی بقا کیسی جب اسے آشنا ٹھہرے
نہ ٹھہرے وصل کا ش اب قتل ہی پر فیصلہ ٹھہرے
بغداد کھو جلتے بر مرے آئے تو فرمایا
تر خنجر بھی ٹھہرے موڑا نہ قاتل کی طاعت سے
نہے قسمت حسینوں کی بُرائی بھی بھلائی ہے
یہ عالم بقراری کا ہے جب آغاز گفت میں
حقیقت کھول دی آئینہ وحدت نے دونوں کی
دل مضطر سے کدو تھوڑے تھوڑے جب مرے چلتے
شب صلت قریب نے نہ پائے کوئی خلوت میں
اٹھو جاؤ سدھارو کیوں مے مرے پوتے ہو
نہ تر پا چارہ گر کے سامنے اے در دیون مجھ کو
بھی جی بھر کے وصل بار کی لذت نہیں اٹھتی
خیال یا ر نکلا مرے دل میں تو یون بولا

آسمیر آیا جو وقت بد تو سب نے راہ لی اپنی

ہزاروں سیکڑوں میں درد غم دوا آشنا ٹھہرے

داغون کی روشنی سے چراغان لبوں میں

سوز جگر سے شمع شبستان لبوں میں ہے

| | |
|---|--|
| ہوئی تھی راہ جو رنگین تھی نگین خرامی ت | وہ ہی تو فتنہ جگر سر جریخ بدین نکلی |
| تصور بسکہ تھا دل میں کہ میرا اس روئے زیبا کا | پر ہی جگر ہمارے منہ سے بگڑا آتشین نکلی |
| رند خراب تیرا وہ ہے پیہر ہے کس شان سے وہ میکش آہا ہو میکے میں آنا نہیں نظر کچھ گو سنا ہے اُس کا ہو کو ن بخیہ گرسے زحمت کا تیرے ساعی سیرِ مغانِ دہ کا کل مرشد بادِ خوار و حرمت میں دُختِ رز کی اصرار ہے جو اتنا | مرت سے جان جہر زاہد دیے ہوئے ہے قاضی سب مراحِ مفتی لیے ہوئے ہے کیا بیچ میں تھیر پر دھکے ہوئے ہے رشتہ کھنچا ہے سوزِ منہ کو پسے ہوئے ہے جمشید بھی پیالہ اس کا پیے ہوئے ہے یہ بات کیا ہو رند و اعظا پیے ہوئے ہے |
| رحم اب امیر پر بھی لازم ہے یا رنجو | کسے ٹھہری وہ تیرے در پر دیے ہوئے ہے |
| دل عاشق میں کیونکر عکس ہے دریا ٹھہرے سفر ٹھہرے تو قسمتِ جج دے پر کار کی صورت جو چشم غور سے آئینہ توحید کو دیکھا گیارہ قتلک گھر سے جنازہ ڈاک پر اپنا صفین آراستہ ہوئے لکین جب اہل عشر کی نہے سہرت لگائے ہم گئے جب کوے جانان سے قضا سیلا طبعِ خان روح اک کشتی ہو بے لنگر زین کوے جانان بھی عجیب پکھب تھا تختہ الام سمجھ کے مانند ہم اُس میں کثرت میں کمالِ عجزِ نمونے اڑا اوجِ رسا ہے پر | جال آفتاب آئینہ شبنم میں کیا ٹھہرے قدم ہواک اگر اپنا روان تو دوسرا ٹھہرے تو سب کچھ تو ہی ٹھہرا ہم کچھ اور خود ٹھہرے غریز احباب پہلے راستے میں جا ٹھہرے جا کر ایک ٹوہی حسرتوں کی بہم جدا ٹھہرے مہرِ مژم کے دیکھا دیر تک رتھا ٹھہرے رکے روئے سے وہ کیونکر ٹھہرے کسے ٹھہرے جہان ٹھہرے سارے پاؤں میں نقش یا ٹھہرے جو ٹھہرے سب میں لگا بھی تو سب پھر جدا ٹھہرے ہوئے بالِ بان پر تو ہم بڑھست کا ٹھہرے |

| | |
|---|--|
| تیرے کریانے اگر ملک میں اسے حور نہیں میں اُنیسہ صفت ربط اور منہ دیکھے کا | باغ فردوس میں یہ قصر گھر کس کا ہے خوش واقف ہوں منزل منزل سے کہ کس کا ہے |
|---|--|

لاکھ لاکھ اس شہ خوابان کے ہیں احسان آمیز
عشق منزل تک اس طرح گزر کس کا ہے

| | |
|--|---|
| دیر میں کون ہے کہ میں گزر کس کا تیر پر تیز لگاؤ تھیں ڈر کس کا ہے بہری کو جو گیا دیدہ یعقوب سے نور تندرستوں نے قضا کی ہوئے بیمار صحیح خوف نیران قیامت نہیں بچا کواحد دست جہانک کر میرے سیہ خانے کو کہلے یہ ماہ دلنے کی خاک نشینی سے ہوئی نشوونما کوئی آتا ہے عدم سے تو کوئی جاتا ہے چھپے ہے نفس تن میں جو ہر طائر دل اکھول کر منہ کو مری گورین مانند دوس طلحے شبہ خدا دیگا بنی آدم کو نام شاعر نہ سہی شعر کا مضمون ہو خوب لاش زیر شجر کو چہ محبوب گروسی صید کرنے سے جو ہے طائر دل کے منکر توق ہوتا ہو عمارت کا تو مجھ سے عبرت | یار کا گھر یہ اگر ہے تو وہ گھر کس کا ہے بنہ کس کا ہے مری جان جگر کس کا ہے شور مصر کو کنعان سے سفر کس کا ہے بہلے کیا جانے دُنیا سے سفر کس کا ہے تو اگر ہے مرے پتے پہ تو ڈر کس کا ہے نیرہ اظہار لہو یہ گھر کس کا ہے خاکساری کا نہیں تو یہ گھر کس کا ہے سلطنت دولوں میں خدا جلے سفر کس کا ہے لاکھ لکھ لے ہوئے شاہین نظر کس کا ہے بولی عبرت کہ ذرا دیکھ یہ گھر کس کا ہے باغ ملک پر غیبر پیر کس کا ہے پھل سے مطلب ہیں کیا کام شجر کس کا ہے عمل نیک نہ تھے تو یہ شجر کس کا ہے کماندار تر سے تیر میں پرایہ کتنی ہو نور جھکا لرنہ یہ گھر کس کا ہے |
|--|---|

میری حیرت کا شب و صبح باعث ہو آئینہ
رہ زانو ہوں کہ زانو پہ یہ سر کس کا ہے

آٹھ سلاٹ اسٹاک کا طوفان بغل میں ہے۔

نشاہت بجائے دل کوئی بیکان بغل میں۔

یہ تیر کھائے ہیں کنیستان بغل میں ہے

روشن یہ ہے کہ مرد خشان بغل میں ہے

ہر طفل باغ باغ گلستان بغل میں ہے

کلمہ بتوں کا پڑھتے ہیں قرآن بغل میں ہے

بوتل شرب کی بھی تو یہ نہان بغل میں ہے

شرم آتی ہے کہ وہ عصان بغل میں ہے

طاؤس کی طرح سے چلے گا بغل میں ہے

کیا خوف ہو جو دفتر عصیان بغل میں ہے

رم کھٹک جو ہوتی ہے سینے میں بار بار

کیا خوف خم اُلفتِ مرگان میں دل ہے شیر

تیر سے قدم کے فیض سے ہر ذرہ راہ کا

آئی بہار شہر میں کس جا نہیں خوشی

واقف ہیں راہدانِ ریائی سے خوب ہم

واعظ کتاب و خطیبے ہیں تو کیسا ہوا

اکس صُحّہ سے جاؤں دائرِ محشر کے سامنے

اکانی ہوں روشنی کو بجھے داغماے دل

شاعر ہیں اس زمانے کے در یوزہ گراسیہ

نکلے ہیں بھیک مانگنے دیوان بغل میں ہے

اے جنونِ خانہ بدوشی میں یہ گھر کس کا ہے

خاک دامانِ سحرِ رخصتہ در کس کا ہے

کیا خبر تجھ کو کہ یہ دل یہ جگر کس کا ہے

گرم کیا جانے بازارِ اُدھر کس کا ہے

جو ہے دنیا میں مسافر ہے یہ گھر کس کا ہے

آرزو مند اجل ہوں مجھے ڈر کس کا ہے

غیر شیریں دلِ فرہاد میں گھر کس کا ہے

ضبط سے آہ نہ نکلے یہ جگر کس کا ہے

واہ کیا شوخ ہے یہ نورِ نظر کس کا ہے

کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے یہ گھر کس کا ہے

گرو باؤ آٹھ کے سراپدہ در کس کا ہے

جلوہِ خورشید میں یہ پیشِ نظر کس کا ہے

کوڑا ہے جو کوئی بھول تو کتنی ہے صبا

اس طرف منہ نہیں کرتا ہو جو خورشید کبھی

تو ہی بان پہنے کو آیا ہے نہ میں ادِ غافل

بر چھان تن پہ لگیں تیغِ پڑے تیر آئین

طالبِ غیر نہیں جلوہِ مشوقِ پسند

دل کے سو کڑے ہوں آجائے کلچا کھٹک کو

انکے دامن پہ گر اسٹاک جو میرا تو کما

ل ل بھی منزل حق ہے کبھی بت کا

| | |
|---|---|
| <p>سبک کے ہاتھ میں خشتِ قہم شراب ہے بلند ماہ سے کیونکر نہ آفتاب ہے مدام زیر قدم جادہ صواب ہے قریب ساغر سے نیشہ انگلاب ہے جو دو گھڑی مری بالین پر آفتاب ہے گناہ غیر پہ ہم موردِ عتاب ہے برنگِ شمعِ خجالت سے آبِ آب ہے اسی کے ران کے نیچے یہ بدرکاب ہے کہ شب کو دن کی طرح رو بافتاب ہے گذر ہو چھد کا جسین وہ گھر خراب ہے</p> | <p>شراب خانے کو ہے قصد تیرے وحشی کا خدا نے مرتبہ عالی دیا ہے حسن کو رہ خطا میں بھی چلے تو راستبازی سے غش آئیگا مجھے دیکھا جو دختِ رز کا جمال یقین ہوتا یہ نہ لائے حرارتِ دل کی قصورِ نفسِ لعین سے خدار ہا ناراض ملا نہ نخلِ جانان میں ہمو اذنِ نشست مبارک ابلقِ ایام ترک گردون کو خیالِ رخ یہ بندھا ہو عشقِ گیسو میں حریص و لبِ دنیا کا دل ہو کیا خرُسند</p> |
|---|---|

خطاب ہے لبِ ساغر کا مقصد ہے التمیز
 بھلا جو پیرِ خرابات سے خراب رہے

| | |
|--|--|
| <p>نیسا رفلکِ دل لائین کمان سے نہ مر کر بھی دیے ہم آسمان سے وفادار آپ لائین گے کمان سے اٹھاؤ بھی یہ بدوہ درسیان سے لپٹ کر خوب روئے باغبان سے کہا تھا وصل کو بھر کس زبان سے خدا حافظ سدھارو تم یہاں سے میں جی اٹھا قیامت کے بیان سے یہ لوگ آزاد ہیں قبہ مکان سے</p> | <p>بڑے کیار بظاریہ دستان سے لگو لے فاک سے لٹھتے بین اب تک حسین بے یوفا ہیں حضرتِ دل ادھر دیکھو حیا کیسی شبِ وصل خزان کے آتے ہی لچھین و صیاد جواب یہ بوسہ لب سے ہے انکار نکلتا ہے مراد مڈ نہ جباؤ خیالِ قامتِ محبوب آیا کمانِ دیر و حرم میں عشقِ مشرب</p> |
|--|--|

| | |
|--|------------------------------------|
| جہان میں ہم کوئی دم صورتِ جاب ہے | خود می کی شرم سے اس پر بھی آب ہے |
| فراقِ درگس سبکوں میں ہم خراب رہے | تمام عمر یہ ست بے شراب ہے |
| بہ چکو آئے نہ آنکو حساب بوسون کا | یہ لین دین اکھی علی الحساب ہے |
| نصیب ہو کہ نہو عجب دیکھنا غافل | خیال موت کا لاڑم ہے وقتِ خواب ہے |
| پچھنے حساب میں روزِ حساب اہلِ حساب | حساب چکو نہ آیا وہ بے حساب ہے |
| وصال میں بھی نہ دیکھا بُرا ہو غفلت کا | بہین کو ہوش نہ آیا وہ بے نقاب ہے |
| نزد سے کام نہ اسباب سے نہ دولت سے | یہ سب رہیں نہ رہیں عالمِ شباب ہے |
| وہ لوہے میں جو حسینوں کی بزم میں ہر فیصل | کین حضور رہے ہم کین جناب ہے |
| کین نہ شکوہ دیدارِ طالب دیدار | کلیمہ میں نہ تگ تاکِ خراب ہے |
| جلالے دل کو وہ اچھو طرح سے آتشِ غم | مرزا کچھ اٹھیں نہیں خام جو کباب ہے |
| خدا کا نور چھپانے سے چھپ نہیں سکتا | جہان رہے وہ عیان مثلِ آفتاب ہے |
| بہر آئیگا دل میوشش دیکھ کر خالی | نظر سے دور ہی میناے بے شراب ہے |

قطع

| | |
|------------------------------------|----------------------------------|
| خلنے محسوس قیقہ عطا کیا ہے بہت | ہر ایک بات کا حاضرِ ضمیر جواب ہے |
| عجب نہیں کوئی مسکے جو دعویٰ عشق | قسم کے واسطے اللہ کی کتاب ہے |
| آئیں یہ توبہ کی فکر پیری میں | |
| مزے شراب کے تا عالمِ شباب رہے | |
| جہان میں بہن جو دور روزِ انقلاب ہے | یقین ہے شہرہ کے گھر میں آفتاب ہے |
| فراقِ یاد میں باقی شراب کا کیا ذکر | پیاجو آب تو جھلت سے آبِ آب ہے |
| وزیر کو سہ شاہ کا ہے فرضِ اعزاز | نبی کے ہاتھ میں اللہ کی کتاب ہے |
| کرم کرے وہ تو اناج و نانہ لادن پیر | تو تھل موم کے سائے میں آفتاب ہے |

خط تقدیر سے خالی مری پیشانی ہے
 کس قدر حُسن مرا جا مہ عریانی ہے
 کشتی نے مجھے اور رنگِ سیلانی ہے
 دیکھ کیا جو صمدِ دیدہ قربانی ہے
 تیر سی نکھوں کو جو دعوائے سَخدانی ہے
 اک گوارا تری تلوار کی عریانی ہے
 یہ جگمگی ہوئی کس چاند کی پیشانی ہے
 گھاٹِ بینِ یار کی تلوار کے وہ پانی ہے
 ناکِ عالم حیرانی ہے

صورتِ اکُسنہ کیانیک بدوہر سے کام
 مرگ کے بعد بھی ہرگز نہ بدن سے اُترا
 لطفِ ساتی سے حکومتِ ہونانے کی نصیب
 ذبح کے بعد تجھے دیکھ رہا ہے قاتل
 معنیِ مطلعِ ابرو تو بتا دین مجھ کو
 جمجمِ عام میں نکلے عبث اے پردہ نشین
 دیکھ کر فتنِ قدم کو ترے کتا ہے فلک
 باڑھ پر آنے تو بے موت مرین حضرتِ خضر
 کم نہیں اکُسنہ خانے سے یہ سببِ مِ جان

جلوہ شاہدِ رحمت ہے گناہوں سے امیر
 مودۃ التاجِ کرمِ اشکِ پیشانی ہے

برہنِ کون توڑے ہمتے کمان رہے
 دب کر زمین کی طرح تہِ آسمان رہے
 ایسے دہن میں جا ہیے ایسی زبان رہے
 آئینے میں جواں پڑے کیا نمان رہے
 پندے خد کے گھر میں بھی بُتِ میمان رہے
 اماندِ عشقِ حسن بھی یارب جو ان رہے
 آدم و منوچ سے یہ ہندوستان رہے
 ہو ختم کی خیرِ منج کی سلامتِ دکان رہے
 زہدِ خدا کے گھر میں بہت میمان رہے
 خلوت کے واسطے بھی کوئی مکان رہے

صحت ہوئی مرض سے مگر ناتوان رہے
 پامال سرکشوں کے ہے ہم جان رہے
 خنجر کو رکھ کے زخم میں اُس تک نے کہا
 ممکن نہیں کہ دل میں چھپے عشقِ زُلفِ یار
 کعبہ بھی چند روز رہا ہے صنمِ کدہ
 نا حشر اُنکو نازِ مبارک بھجے نسیار
 یارب چھینِ زُلف سے ہم عاشقوں کے دل
 دونوں جہان کی فکر سے فارغ ہیں مگر پرست
 دو روزِ بستگد سے کی بھی کراہیں چل کے یہ
 دل میں سوا خدا کے نہیں جائے غیر خوف

خطِ قسمت مٹے جب تک لے دل | جبین اٹھے نہ اُسکے آستان

اُسکو نہ دروِ دل سنا یا

نہ نکلا کام کچھ دل کا زبان

| | |
|---|--|
| <p>ایک دن یاد کرے گا غمِ دلدل بھجے عیشِ بے رنج کمانِ نکلندہ عالم میں تیرے جلتے ہی جلتے کیا دفنِ موع سیلِ سارحِ شریں ٹھکرو میں پہونچا دنگ اگر پڑا دیکھ کے چاہِ ذقنِ افسِ یوسف کا روزِ عشرِ درِ جنت پہ جو دیکھا رضوان لال کر دو ٹنگا کوئی دم میں بہت کبھی ہے آنکھ کستی ہے یہی دل سے گر لگی برباد کیا قیامت کڈوں عاشقِ قیامت ہوں میں سچ ہے مرنے سے بڑھ جاتی ہو انسان کی قدر جو ہر تیغ سے دام میں وہ طائر ہوں</p> | <p>وِیک کا بیٹھ کے تربت پر یہ غمخوار مجھے نظر آتی ہے غشی خندہ بیمار مجھے تو جو جوتی تو نہ کرتے یہ گرفتار مجھے خوف سے بیٹھ گئی دیکھ کے دیوار مجھے مل گیا گوشہِ خلوت سر بازار مجھے آگیا یادِ سب کو چہ دلدل رہے مجھ پہ چڑھنے تو ذرا سے تری تلوار مجھے خواہش وصل تجھے حسرت دیدار مجھے ایسے فتنے نظر آئے ہیں کبھی بار مجھے دش پر لیکے چلے ہیں مرے غمخوار مجھے مشرقی فرج کرے گا سر بازار</p> |
|---|--|

نہ نکلا تو وہ تھا ساتھ خزانے کے امیر

لڑک رہا جان کے وارفتہ رفتار مجھے

| | |
|---|---|
| <p>خلعتِ روزِ ازل بے سرو سامانی ہے کون کتا ہوئے برقِ چمکتی ہے جو برق دُلف بڑھ کر نہیں آتی ہو قدم تک تیرے حوِ نظارہ قاتل ہوں میں ایسا دمِ فرج باتھ میں نامہ اعمال کی جا روزِ جزا</p> | <p>خاص لبوسِ مرا جامہ عریانی ہے کستی شوق کی ہنستی ہوئی پیشانی ہے قد آدمِ مرعی تصویر پریشانی ہے اک ہر اک داغِ بدن دیدہ قربانی ہے پہنچ بخشش کی سندِ پستیانی</p> |
|---|---|

لے آہ کہ مدیہ کمان تک مخالفت

یا ہم رہیں زمین پہ یا آسمان ہے

ہوتا دصال ذرہ و خورشید کیا آسمیر

چار آسمان آٹھ ہر درسیان رہے

گلشن میں سرو فوج میں مثل نشان ہے
یار ب حیلے شمرہ حسن بتان رہے
لازم ہے لٹکے رُخ پہ نمود خط سیاہ

عالم میں سر بلند رہے ہم جہان ہے
بیمعی نظر سے حسن کی اونچی دکان ہے
نکمن نہیں کہ آگ کے نیچے دھوان رہے

ہ کام کر کہ نا

لستے ہوئے عیان کہ نظر سے نہان ہے

قابو میں تا کلید در آسمان ہے

کھٹکا ہو جس شجر میں وہیں آشیان ہے

کیوں رات دن نہ پشت خمیدہ کمان رہے

کشتی میں جیسے ساکن کشتی روان ہے

برسون بھدین ڈھیر مرے اتھوان ہے

اتک تو جس نے میں پہ رہے آسمان ہے

ہم بھنست مثل کی طرح سے روان رہے

خنجر کی دھار پر مری کشتی روان ہے

حاکم کا داستانوں میں اتک ہے تذکرہ

نیرنگ انکی شان تجلی کی دیکھئے

زیر زمین بھی آہ کی عادت ضرور ہے

شن میں مجھ سے ہو یہ تقاضاے اضطراب

مجھسا نشانہ ڈھونڈھتی ہو بہر تیر یا

یوں بیٹھے بیٹھے زیست کے دن ہو گئے تھما

آگیا کبھی ہمانہ سگ یا اس طرف

اب دیکھیں کیا دکھائے نشیب و فراز دہر

بیکاری زمانہ سے بیکار کب ہو

بیزہ ہو پار عشق شرہ میں کٹے جو عمر

صیاد ادھر خلاف ادھر باغبان آسمیر

ہم بار خاطر قفس و آشیان رہے

اُس طرف جھوم کے گلزار میں بادل آئے

دیکھئے کون شب بھر میں اوّل آئے

تیج میں بال کمر میں نہ تری بل آئے

لطف تب ہو کہ ادھر ہاتھ میں بوتل آئے

طالب دگ بھی ہیں منتظر یا ربھی دن

سخت جانوں پہ لگا ضرب سمجھ کر قاتل

| | |
|--|--|
| <p>سُرمے کی گردین سے نکلے بہان رہے نسان جو آپ اپنی نظر سے نہان رہے گھر کی زمین گھر کا مہرے آسان رہے نبض استخوان میں شمع کی صفہ نہان رہے جتنا کٹ غنم جان دہن میں زبان رہے</p> | <p>چشمِ لعل یار نے دم بند کر دیا مانند مردِ مک لے آنکھوں میں دینِ جگہ میں ہوں حجابِ جگہِ تعلی سے کام کیا اخفا طیب سے ہے تپِ عشق کا ضرور لازم ہے فکرِ دوست مناسب ہو ذکرِ دوست</p> |
|--|--|

ہستی مری شانہ سلی نیستی آ

دہ ذکرِ خیر ہوں کہ جو در زبان رہے

| | |
|--|---|
| <p>پنے دھوکے میں آپ یہ شعلہ نہان رہے کالب میں ہ کے روح کی صورت نہان رہے تھک کون میزبان کمان میہان رہے دل میں عیان ہے وہ نظر سے نہان رہے تھے آستانِ یار پر حاضرِ جہان رہے بُو ہو کے اس چین کے گلون میں نہان رہے کچھ بیکسی کا بعد فنا بھی نشان رہے لیکچ شراط ہے کہ خدا در میان رہے مشکل ہے اب زمین تیرا نہان رہے کچھ روزوں پر تھی سہی برسوں جو الہ رہے کتنے در دستِ ہوش دم امتحان رہے تیرا جو ہو ظہور تو پھر ہم کمان رہے باقی نہ کوئی جو صلہ امتحان رہے ننگہ تو یہ ہے غم کمان رہے</p> | <p>پوشیدہ خط سے جو ہر سخن بیان رہے مجھ میں ہے وہ پرین نہ بھگا کمان رہے ہم غافلانِ دہر کو اتنا ہوا نہ ہوش رہے ہے سخن میں بھی معنی روشن کا خاصہ رہے دیو و دہم میں سمجھہ درِ دوست پر کیا رہے انسان کو چاہیے کہ دوغین جگہ کرے رہے غربت میں تائی ہو تربت بھی خام ہو رہے کتاب ہے وہ صنم کہ رہیں ہم تھارے گھر رہے انی نکلے غیب گرا جب میں بقرار رہے تکلیف سے خضاب کی ہلکونہ لے ہوس رہے لیسٹی پادب سے نہ کی آنکھ سامنے رہے غنیمت میں خدا نے بنایا جو تجھ کو مہر رہے رخصی میں ہلکوپھیر کے منہ ذبح کیجیے رہے لاؤن بھلا کمان سے دل بے لال میں رہے</p> |
|--|---|

| | |
|--|--|
| تو بہ کرنی تھی کہ بوجھار ملامت کی ہوئی | خوب ہی مجھ پہ برستے ہوئے بادل آئے |
| سر سے اڑھونہ دو چٹا مجھے کھٹکایا ہے | بنے گئے ٹھٹھٹ کہیں چہرے پہ نہ آجمل آئے |
| پھول کھلائی دیے بجو جنوں میں کانٹے | باغ بن بن کے مرے سامنے جنگل آئے |

پھینک دو کاٹ کے جڑ نخل تنہا کی امیر
پھول کجخت میں آئے نہ کبھی پھل آئے

محس غزل جناب فردوس مکان نواب محمد یوسف علی خان بہا
متخلص بہ ناظم والی مصطفیٰ آباد عرف رامپو

| | |
|---------------------------------------|----------------------------------|
| کیا یہ کہیے وہ کہتے ہیں ہر بات پر غلط | اٹل اٹل کیا تو کہا سر بسر غلط |
| یہ درد دل دروغ یہ زخم جگر غلط | میں نے کہا کہ دعویٰ نفیٰ مگر غلط |

کہنے لگے کہ ہاں غلط اور کس قدر غلط

| | |
|--------------------------------|--------------------------------|
| طوفانِ جوش گریہ بے اختیار جھوٹ | آتشِ فشاہی جگر دا غدار جھوٹ |
| نیر کمنہ جذبِ لب بھیرا جھوٹ | تاخیر آہ دزار سی شہاے تاج جھوٹ |

آواز ہر قبول دعاے سحر غلط

| | |
|------------------------------------|----------------------------------|
| ہر روز ایک تازہ دکھاتے ہیں ماجرا | ہر دقت چھڑتے ہیں شگوفہ کوئی انیا |
| جب آرزو مائے تو نہ یہ سچ نہ وہ بجا | سوزِ جگر سے ہونٹھ پہ تجمالہ افزا |

شورِ فغان سے جنبشِ دیوار در غلط

| | |
|-------------------------------------|--------------------------------------|
| ہاں داستانِ شکوہ بختِ زبون دروغ | ہاں دل کے جج و تاج سے سوزِ جنوں دروغ |
| ہاں فرطِ غم سے جوشِ سیلابِ خون دروغ | ہاں سینے سے نمایاں داغِ درون دروغ |

ہاں آنکھ سے طراوشِ خون جگر غلط

| | |
|----------------------------------|------------------------------|
| ہیں سب بناویہ ہمیں فقرے نہ ویجیے | ساتی صبح ہو تو صبحی نہ پیجیے |
|----------------------------------|------------------------------|

آنکھ جسکی کہ ترسی تیغِ دودم پر پڑ جائے
 بھر جانانِ دین کمانِ صورتِ آرامِ نصیب
 ہو محبت میں نہ تلخی کے سوا کچھ حاصل
 جوشِ وحشت میں کروں کیوں نہ میں صحرِ کوگریز
 ہر قدم پر ہوں دلِ اہلِ تماشایا مال
 دقت گریہ کسی کیسویں سلسل کی ہے یاد
 ہوں وہ بہار کہ نفرت ہے دوا سے بھگو
 ہر فیضِ نادانِ خمیں دورِ فز کے جیسے پہ پہ ناز
 دود آہِ دلِ پُر سوزِ جہم تذر کو رہن
 ہوں دمِ وحشی جو کروں دشتِ نورِ وحی شب
 جو بقیں خشکِ بانیں رہیں کانٹوں کی
 ٹوٹ کر دل لے دکھائے اثرِ نالہ و آہ

ایک دوا کو نظرِ صورتِ احول آئے
 بیک اُنھوں جو نظرِ خواب میں نخل آئے
 غمِ اس نخل میں آئے بھی تو خنجر آئے
 آدمی کا جو نظرِ شہر میں جنگل آئے
 سادھا دوس کو تیری سی جو بھیل آئے
 جِ اشکِ آنکھ سے کیونکہ نسل آئے
 دردِ سر ہو جو مرے سامنے ضدل آئے
 دیر کتنی ہے اجل آج نہیں کل آئے
 چشمِ جانان کو پسند اور نہ کابل آئے
 ہر قدمِ غول دکھانے مجھے مشعل آئے
 پاؤں بھالے کئی لیے ہاتھ میں جھاگل آئے
 ہے عجب شلخِ شکستہ میں نئے بھل آئے

عشق زلفِ سیہ یار نے مارا ہے امیر
 مایہ کرنے کو نہ کیوں گور پہ بادل آئے

دردِ عارض ہو دوا کو تو بھگے کل آئے
 دو قدمِ تم جو پہلوِ خلق میں ہل چل آئے
 مایہ صنفِ آج اگر گم سے نکالوں آواز
 دوا رے شوقِ شہادتِ جو قیامت آئی
 کفرِ کبے میں نہ پھیلاؤ لو اگر آنکھیں
 ماقانی کا یہ عالم ہے کہ نالہ جو کیا
 وہ سیہ ست ہوں ساتی کہ اگر پہلو میں

پاؤں رکس جا کین جو سر تک مر صند آئے
 سیر ہو حشر کا دن وقت سے اول آئے
 جلد آئے جو مرے کان تک کل آئے
 لوگ عشر کو گئے ہم سوئے قتل آئے
 دیکھو عارض یہ کہیں بہ کے نہ کابل آئے
 سر کے سو ٹکڑے ہوں تیوری یہ اگر آئے
 دل کو ڈھونڈو موقوف مرے ہاتھ میں آئے

| | |
|--------------------------------------|--------------------------------------|
| سریشیں آشنا کہ وہ جی سے گذر گیا | ہم بچتے پھرین کہ جنازہ کدھر گیا |
| مرنے کی اپنے روز اُترانی خبر غلط | |
| اس شاعری پہ آپ کو اتنا نہ تلمیخ | فقروں میں ہم نہ آئیں گے گو خاک چھانے |
| کیا مرض یہ کہ جھوٹ کو بھی سچ ہی جانے | آیت نہیں حدیث نہیں جس کو مانے |
| ہے نظم و نثر اہل سخن سر بسر غلط | |
| اُس بونفا کو عشق جتانے سے کیا ملا | الزام اُٹھائے بیٹھے بٹھائے ہزار ہا |
| کتنا نہ تھا اسی پر کہ انہار ہے بڑا | یہ کچھ سنا جواب میں تا نظم ستم کیا |
| کیون یہ کہا کہ دعوے اُفت مگر غلط | |
| رُبائی | |
| گھر کھدنے کی پوچھو نہ نصبت ہم سے | ردتی ہے پٹ پٹ کے حسرت ہم سے |
| یا ہم جاتے تھے گھر سے رخصت ہو کر | یا گھر ہو تا ہے آج رخصت ہم سے |
| رُبائی | |
| ہر گھر میں شرابی ہے الہی توبہ | ہر در پہ کیا بی ہے الہی توبہ |
| مسجدِ اقام اور دور ساغر | کیا خانہ خرابی ہے الہی توبہ |
| رُبائی | |
| زاہد ہو کر جو شغل مگر چھوڑ دیا | اللہ رے فسادِ خون بدن پھوڑ دیا |
| فریاد ہے مجھ شکستہ دل کی یارب | توبہ کی دُستی نے مجھے توڑ دیا |
| رُبائی | |
| اور وہ کو تو دُنیا میں قضا نے مارا | دسی زیتِ خدا نے پھر خدا نے مارا |
| پر صورتِ مرگِ جزئیست اپنی ہے جُدا | اُس لب نے جلایا تھا ادا نے مارا |
| رُبائی | |

| | |
|---|---|
| دوڑے نہ ہاتھ کو بسے نہ لیجے | آجائے کوئی دم میں تو کیا کچھ نہ کیجے |
| عشق مجاز و چشم حقیقت نگر غلط | |
| تسخیر یار کے لیے یہ سب فریب ہیں | صاحب شکار کے لیے یہ سب فریب ہیں |
| سمجھائیں پیار کے لیے یہ سب فریب ہیں | بوس و کنار کے لیے یہ سب فریب ہیں |
| اظہار پاک بازی و ذوق نظر غلط | |
| جھولا کھجھر کے ہلکے جاتے ہیں گرمیاں | کرتے ہیں مہرب کبھی ہوتے ہیں مہراں |
| ہم برسر زمین ہیں و دبائے آسمان | لو صاحب آفتاب کمان اور ہم کسان |
| اجمق نہیں ہم اسکو نہ سمجھیں اگر غلط | |
| صاحب کمود بات کہ ہو کچھ تو دل نشین | جسکا نہ سر نہ پاؤں ہو اسکا جو کیا یقین |
| اس جھوٹ کی ہر بندہ نواز انتہا کہیں | سینے میں اپنے جانتے ہو تم کہ دل نہیں |
| ہم کو سمجھتے ہو کہ ہے انکی کمر غلط | |
| شیطان بھی کرتے فریب و گمات ہے | تم دن کو دن کو تو میں سمجھوں کہ رات ہے |
| اظہار ذوق قتل کی ساری یہ گمات ہے | کنا ادا کو تیغ خوشامد کی بات ہے |
| سینے کو اپنے اسکی سمجھنا سیر غلط | |
| تم لا کھو قسین کھاؤ نہ مانو گناہین کبھی | کیا جان اپنے ہاتھ سے کھو اپنے دل لگی |
| نادان بنا رہے ہیں ہمیں آپ و اہ جی | ٹھٹھی میں کیا دھری تھی کر چیکے سے بونب ہی |
| جان عزیز زینش کش نامہ بر غلط | |
| عیار و تون بھی کوئی ہوتا ہے نیکنام | صاحب یہی ہے مکر و بندے کا ہو سلام |
| یہ کون بک ہلے اگر ہم ہوے تمام | پوچھو تو کوئی مر کے بھی کرتا ہے کچھ کلام |
| کہتے ہو جان دی ہی سر ہنڈر غلط | |
| مطلب یہ ہے کہ لوگ کہیں لو وہ مر گیا | بیڑے میں عاشقون کے عجب کام کر گیا |

| | |
|---|--|
| آرام کہاں دشت میں ہم لیتے ہیں وحشت ایسی رسیدگی ہے ایسی | تھمتے ہیں ٹھہرتے ہیں نہ دم لیتے ہیں آنکھوں سے ہر آن کے قدم لیتے ہیں |
| رُبَاعِی | رُبَاعِی |
| شہرے کو ہم پر خرابات کے ہیں منکر تھے مگر یہ ذکر سُنتے سُنتے | جلسے دین رندان خوش اوقات کے ہیں زنا د بھی مشتاق ملاقات کے ہیں |
| رُبَاعِی | رُبَاعِی |
| دُنیا سے خدم کی سمت جاتے جاتے آنا جانا تھا اپنا مانند نفس | بگڑے ہوئے کیا کام بناتے جاتے تاخیر ذرا ہوئی نہ آتے جاتے |
| رُبَاعِی | رُبَاعِی |
| کیا لطف اگر سارا زمانہ دیکھے گر گلشنِ اُفت میں گذرِ شل نسیم | دیکھے تو نگاہ چشم داتا دیکھے آنا دیکھے نہ کوئی عابنا دیکھے |
| رُبَاعِی | رُبَاعِی |
| کچھ تو ہمیں گلشن سے اجی ہاتھ لگے عارض نہ دکھاؤ اک نظر دیکھ تو لو | کھل جائے کنوں لکا کلی ہاتھ لگے اگر بچوں نہیں تو پنکھڑی ہاتھ لگے |
| رُبَاعِی | رُبَاعِی |
| خط یار نے کیا نام خد لکھا ہے لمجائے یقین ہے مرض غم سے نجات | اقاب جُدا شوق جُدا لکھا ہے نامہ نہیں تعویذِ شفا لکھا ہے |
| رُبَاعِی | رُبَاعِی |
| مٹ جاؤ گناہِ غم میں جان کھوتے کھوتے ہر شمع صفت اگر یہی سوزشِ دل | اس بنم سے ہو گا کوچ ہوتے ہوتے گھل جائیگا تن تمام روتے روتے |
| رُبَاعِی | رُبَاعِی |

| | |
|--|--|
| اکرمے میں تو شب وہ ماہ سیما آیا چلن جو اُڑتی ہوئی تھی آتی تھی ہوا | اُس پر بھی مجھے ہاتھ نہ تنہا آیا چھڑا دیے پردے تو پسینا آیا |
| رباعی | |
| زیبا ہے جو دم بھرتے ہیں مردم اُسکا کیا تیغ دو دم ہے اُسکی تحریکِ دلب | قتالِ زمانہ ہے لکھم اُس کا کیا نیچہ ہے نیم بستم اُس کا |
| رباعی | |
| مشکل سے مجھے او گلِ رعنا پایا دنیا بقی سے عاشقی حاصل کی | کوین میں بھر گویا کو چہ پایا صنہ اکبر سے یتیم پایا |
| رباعی | |
| آنکھوں سے ہے رنگِ مری پستی پیدا مجھ حاجت سے نہیں کہ ہے آپ سے آپ | بلکون سے ہے شانِ پیشدستی پیدا ان پتلیوں سے سیاہ سستی پیدا |
| رباعی | |
| سنتا ہوں ہوا جلوہ نما عید کا چاند وہ ابرو ہے پر خمِ نظر آئے جو مجھے | ہے اُسکی جُوائی تو کجا عید کا چاند البتہ یہ سمجھوں کہ ہوا عید کا چاند |
| رباعی | |
| عاشق کو کہاں شکیب شیدا ہو کر بیوند زمین کرے جو بھگو گردون | دل زندہ جاوید ہے مڑا ہو کر گرد اُسکے بھرے خاک بگو لا ہو کر |
| رباعی | |
| ایسا ہوں میں یا وفا جو ہوں کشتہ ناز وہ شانہ یقین ہی ہمہ تن ہو کے زبان | ہڈی سے بنے شانہ پس سوز و گداز دے روزِ دعا کہ عمر گیسو ہو دراز |
| رباعی | |

| | |
|--|--|
| گندم دکھلا کے جو فردشی کیسی صدقہ آنکھوں کا چشم پوشی کیسی | ٹھنڈے یاروں سے گرجو ششی کیسی پھر بانیگی آنکھیں جو پھر می سے نظر |
| رباعی | |
| اغیار سے اخلاص رکھائی ہم سے گو یا نہ کبھی تھی آشنائی ہم سے | اے جانِ جانِ یہ بیوفائی ہم سے بریکانہ روشن نیٹے ہو اس طرح الگ |
| رباعی | |
| کچھ دل بن نہیں دل کو سمجھاتا ہوں سچ کمد کبھی میں تمہیں یاد آتا ہوں | ظاہرین جو آزدہ تمہیں پاتا ہوں ہوتا ہے کبھی اگلی محبت کا اثر |
| رباعی | |
| تمہنے تو نئے رنگ نکالے ہم سے دنیا میں کمان چاہنے والے ہم سے | کہتے ہو کہ دل کوئی اٹھالے ہم سے پچتاؤ گے آخر کو کئے دیتے ہیں ہم سے |
| رباعی | |
| بالفرض کہ آبِ زندگانی تم ہو لین نام نہ پیاس کا جو پانی تم ہو | بالفرض حیاتِ جاودانی تم ہو ہم سے نہ ملو تو خاکِ سمجھیں تم کو |
| قطعہ تمذیبات عقدہ دہر و سپر نواب شرف الدولہ بہادر مع تمارہ پنج | |
| جسکی بہادری پہ ہے شمشیر تک گواہ پھینکے فلک پہ مہ فلکِ فخر سے کلاہ ڈرے ہوں آفتابِ پے جس طرف نگاہ جتک کہ آسمانِ وزارت کے تھے وہ ماہ یہ آسمانِ جاہ تو اولادِ ہر و ماہ | نواب باہم شرف الدولہ ذی حشم تسبیہ نقشِ پائے مبارک سے دون اگر فیضِ قدم سے راہ میں گوہر بنے خد رونقِ بقی بادشاہی اخترِ نگر کی اور اچھون کے اچھے جوتے ہیں سچ ہی جان میں |

| | |
|---|---------------------------------------|
| یہ پونچے جو ترے در پہ وہ متاڑ ہوئے | رکھا جو قدم سر پہ سرفراز ہوئے |
| یہ کعبہ کسان اور کہاں ہم مجرم | نامان یہ قسمت سے خدا ساز ہوئے |
| رباعی | |
| ہم کو تو پسند ہے طبیعت ایسی | نکلے الفت کرے عداوت ایسی |
| کج بخت نے کیا کہا ہے منصف یہ کہیں | شاعر کو کہاں نصیب قسمت ایسی |
| رباعی | |
| گھر سے وہ برآمد کبھی در تک نہوئے | تحفے کیے منظور نظر تک نہوئے |
| نامہ نہ پڑھا جو اب نامہ کیسا | قاصد کی خبر سنی خبر تک نہوئے |
| رباعی | |
| اگلی ہے شب ہجر رولانے کے لیے | میں ایک نہیں سب کے مٹانے کے لیے |
| اتکون میں مرے ڈوبے ہوئے عالم | آنکھیں مری روتی ہیں زمانے کے لیے |
| رباعی | |
| کیا تیری جدائی میں ستم دیکھتے ہیں | دیکھے نہ وہ دشمن بھی جو ہم دیکھتے ہیں |
| اُس ظلم پہ اس جور پہ خاموش ہے | ایسا تو جہان میں کوئی کم دیکھتے ہیں |
| رباعی | |
| خواہاں طرب ہو جسے ادراک نہیں | آوا م تہ گنبد افلاک نہیں |
| پیما نہ گرد و ن میں کہاں بادۂ عیش | جسے در دہتر جام بیان خاک نہیں |
| رباعی | |
| غائب بہت اوجہاں جان رہتے ہو | مانند نظر ہم سے نہاں رہتے ہو |
| ہر چند کہ آنکھوں میں ہر دم دل میں ہو قم | معلوم نہیں پر کہ کہاں رہتے ہو |
| رباعی | |

| | |
|---|---|
| <p>ایضاً ہے سرشت پاک یہ کوثر و تسنیم سے اور وصف انکے ہیں باہر حیطہ ترقیم سے شراک کل ہے بہارِ رود خدہ تعلیم سے ہونگے مفلس مالدار اس پر چہ کی تقسیم سے</p> | <p>مولوی بلال علی والا لکھنؤ علی نژاد موجد انداز تحریر طلسم لکھنؤ نظم اک غنچہ ہے انکی بوستانِ طبع کا اب جوئے ہیں غزن اخبارین گوہر نشان</p> |
| <p>تجہ سے ہوتا رنج کا سائل اگر کوئی امیر کہ بھرا ہے ایک پر چین گنج ہندِ ظہیم سے</p> | <p>ایضاً</p> |
| <p>گفت در گوش دلم با تھے از غیب سخن نصف یکبار بیفزاد دو بارش کم کن</p> | <p>فسر تاریخ نمودم چو برائے غزن چار بر گیر بتعداد حروف از غزن</p> |
| <p>قطعہ تاریخ وفات مادر جناب منشی کرم احمد صاحب خیر آبادی</p> | |
| <p>کرم احمد جو مقبول خدا باد چشم جو ناکش توتیا باد ہمین مقدم ادگشت آباد</p> | <p>چو ام منشی دیوان اکرم سفر اندر صفر نمود زین دہر جہان از حلقش دیران شد و علد</p> |
| <p>امیر این صریح تاریخ نوشت نبریر دامن خیل النساء باد</p> | <p>ایضاً</p> |
| <p>قطعہ تاریخ طبع دیوان جناب علی القاب نواب محمد یوسف علیخان بہادر والی مصطفی آباد عرف رام پور</p> | |
| <p>چھا خسرو ملک معنی کا دیوان معافی بہ صدقے مضامین بہ قربان</p> | <p>مبارک ہواے شاعرانِ سخن دان فصاحت بلاغت نزاکت لطافت</p> |

| | |
|---|--|
| <p>ہین رنگ دیوے باغ شرف دخترو پسر دو نون کی شادیان میں یوان نے پائی تزیین عالم تمام خوان عنایت سے بہرہ یاب لیکن رہا سرد سے ہمدوش رات بھر دل سے تمام شب رہیں باتیں سرور کی وان دھوم عقد کی ہوئی یان فکر سلک نظم پایا ہے اس چراغ سے اس شمع نے فروغ گل کو قریب تر گرس شہلا کے لے گئی</p> | <p>دو نون در سجائے دریا سے عز و جاہ گلشن کارنگ جشن سے محفل پر اشتباہ محروم ایک فیض حضوری سے خیر خواہ مشہور ہے جہان میں کہ دل سے ہو دل گواہ اشعار کچھ زبان پر آئے دم بگاہ دی عیش نے صدا کہ مبارک کرے آہ اس شمع سے چراغ کی روشن ہوئی نگاہ تر گس کو لائی گل کے قرین باد صبح گاہ</p> |
| <p>تاریخ خامہ دوزبان نے لکھی امیر</p> | <p>یہ ہر قرین ہر ہر ہر ہر قرین ماہ</p> |
| <p>اے خوشا نواب والا مر محبت اُس کے دست و طفل دو نون ارجمند عقد دو نون کے ہوئے دل نے کہا</p> | <p>ایضاً جن کے رخ سے مقبیس ہر بار چاند ایک سورج ایک بے تکرار چاند اے ہین گھر میں شرف کے چار چاند</p> |
| <p>مغز لا تجار کو پایا جو مال مال حسن لوح پیشانی سے صفحہ ہو گیا عرش آستان دانت شرم کو کل اُسے صدف کے بحر میں کیا صنما ہے جتنے نقشا تھے وہ موتی بنگلے مجموعہ آئینے کا بیٹھا نال نسکر پر بندش صاف آئینہ ہو خود نمائی کے لیے حال سے ہو اوج نجم مشتری روشن امیر</p> | <p>قطعہ تاریخ طبع صحیفہ احباب ہوئے کو در غلطان کو میا نہ مل گیا مستری کو بہر سجدہ آستانہ مل گیا سوج کوزلف پریشانی کا شانہ مل گیا ہنس کو مقدم کا ایک ایک آئینہ مل گیا مُغز زرین قلم کو آشیانہ مل گیا خفاہ مضمون کو شوخی کا بہانہ مل گیا جگو پرچہ مل گیا سمجھا خزانہ مل گیا</p> |

یہ بدیمہ ہو گئی تاریخِ امیر
شہر کیون گلشنِ ہنو آئی بہار

تمہیدِ جشنِ صحتِ بندگان والا مقامِ جنابِ نواب
محمد یوسف علیخان بہادر باداے تمنیتِ عیدِ صیام

| | |
|---|--|
| مژدہ اے طالبانِ شاہِ عیش عید کا چاند چرخ پر نکلا دور دور قرآنِ سعد آیا یوسفِ عمد کو ہوئی جو شفا دونوں ہمزگ کی اسے کیے عید سے عید ہو خوشی سے خوشی اصل مقصودِ جشنِ صحت ہے دھوم ہو ہر طرف مبارک ہو ہم تن چشمِ دگوش ہے عالم دیکھ کر بخشش و نوالِ حضور جوڑے زہرہ و شوونے وہ پائے فکرِ تاریخ کی جو میں نے امیر | کہ ہوئی عیدِ شامِ امید ل گئی قفلِ آرزو کی کلید ہیں ہم آغوشِ مشتری ناہید مرتبے میں ہوئی دوبالا عید جشنِ صحت اور اُدھر ہے عید ہے عجب ساعتِ سعید و حمید عیدِ ماہِ صیام ہے تمہید وصلِ مہرِ وصل اور دیدِ مہرِ دید کہ یہ عالم نہ دید ہے نہ شنید چرخِ پیر کا سہ بن گیا خورشید اطلسِ چرخِ چمکے آگے مزید کیا ہی روحِ القدس نے کی تائید |
|---|--|

ہوئی تاریخِ جشن و عیدِ بہار

جشنِ مینِ جشن اور عیدِ مینِ عید

قطعہ تالیخِ جشنِ صحت

عجب صحت عجب جلسہ عجب شادی کی عبت ہے

شرفِ دانِ مہر کوہِ یانِ عروجِ ماہِ دولت ہے

| | |
|-----------------------------|-----------------------------|
| امیر اُکی تاریخ کئے کے خاطر | ہو سکریں جب کہ سر در گریبان |
|-----------------------------|-----------------------------|

نہا غیب سے لے کے کانون میں آئی

اگر انکار نواب یوسف علیخان

قطعہ تاریخ مثنوی مرزا حاتم علی بیگ صاحب مہر حسب مائش
جناب میر محسن علی صاحب لکھنوی

| | |
|------------------------------|-------------------------------|
| لمی جناب تہرنے کیا خوب مثنوی | ایسی نہو ہمیشہ اگر خاک چھائیے |
| نچ مین آمیر تحلف ہے کیا ضرور | راز و نیاز عاشق و معشوق جلیے |

قطعہ تاریخ وفات جناب شیخ وحید الزمان صاحب

| | |
|-----------------------------------|------------------------------|
| تواریخ کی شب جب کی سرھوین ہے | اکی شیخ وحید عصر نے آج قضا |
| تاریخ کی فکر کی جو مین نے تو آمیر | رضوان نے کہا کہ داخل غلہ ہوا |

قطعہ تاریخ تہنیت سواری حضور پرنور جناب نواب
محمد یوسف علیخان بہادر دام اقبالہ

| | |
|---------------------------|------------------------------|
| شکر ہے نواب کو صحت ہوئی | پھر مرے خالق نے دکھائی بہار |
| بیکھر اُسکی سواری کا تزک | پشیم زگس بن کے شرمائی بہار |
| مد آمد جب سواری کی ہوئی | موسم اڈی آئی بہار آئی بہار |
| رنگ بہ اُسکی سواری کا جسا | بر رحمت کی طرح چھائی بہار |
| رتی ہے باد بہاری کے حضور | ہر قدم پر جہہ فرمائی بہار |
| شرنی کے پھول اپنی جیب میں | بھر کے بیلے کے لیے لائی بہار |

| | |
|--|---|
| <p>پر تو حسن نے یہ چمکایا عمد خلق محمد سی آیا خاتم دل پہ نقش بٹھلایا رنگ اعجاز تازہ دکھلایا جام جود و کرم جو چھلکایا مختل دولت مراد بر لایا اس پر اللہ کا رہے سایا</p> | <p>نور سے طور ہو گئی کو مٹی کیون خوش ہوں محمدی مشرب اس سلیمان نے خلق سے اپنے جی کٹھا جس سے چار بائیں کین چھک گئے کئے کشان بزم سوال نئے سر سے جوان ہوا اقبال ہے یہ سرتاج تاجداروں کا</p> |
| <p>واقعہ ہوا آمیر سال جلوس در دور میں اصلاح خلق آیا</p> | <p>ایضاً</p> |
| <p>نور فیض کبریائی سے جو مالا مال ہیں آفتاب آسمان دولت و اقبال ہیں</p> | <p>خلق کی تقدیر رکھی وہ ہوئے سند نشین دھل گئی ہے نور کے سلجھے میں تارخ و امیر</p> |
| <p>قطعہ تالیخ وفات جناب شیخ محمد وحید الزمان صاحب سفیر دارالریاست ملک رام پور</p> | |
| <p>رحلت از دنیاے فانی چون نمود صاحب ایمان سرا پا خیر بود</p> | <p>آن گرامی گوہر قدسی نفس گفت آمیر سخت جان سال رحیل</p> |
| <p>وہ آئینہ سکتے ہیں قیاس بشری میں باللہ ملک تھے وہ لباس بشری میں</p> | <p>اللہ نے جو وصف عطا کئے تھے رحلت کی آمیر انکی کمی میں نے یہ تاریخ</p> |
| <p>ترجیع بند قاصد خوش خبر از رحمت غفار آمد نجات بیل شد و دولت بیدار آمد</p> | |

کسے سال کا یوں ہاتھ آتا ہے امیر ایسا

مینا عید کا نور روز کا دن روز صحت ہو

قطعہ تاریخ وفات و مہکان خاں محمد یوسف علیخان بہادر انار اللہ پرمانہ

در فراق ناظم سبب ان یوسف تھا
آپ کی وفات والی روز دست از کمر گرفت
تیرہ شہ چون شام ہاتھ در نظر این خاکدان
شکر منتا ہے او ایمان خود دانستہ ام
بسکہ از شور و غلام عسری برپاشدہ است
گریام در ماتش رگ فراوانی گرفتہ است
بہ شوق سیلاب خون از دیدہ گریبان من
فقس او جسد بر ہم زد سر و سالان من
چاک شد مانند دامن سحر دامن من
ذکر او تا بودہ ام بودست خزان من
بیش شور قیامت ہر نفس قربان من
می چکد طوفانی ح از گوشہ دامن من

بہ سبب آن عزیز معرکہ ہما گفت امیر
مسند کے خاں شد یوسف دوران من

قطعہ تاریخ تہنیت جلوس سیمت مانوس جناب محلہ القاب
نواب محمد کلب علیخان بہادر والی ملک مصطفیٰ آباد عرف رامپور

آفتاب سپر حشمت نے
فرط بالیدگی سے وقت جلوس
عرشیوں نے کہا مبارک ہو
سایہ اُس سایہ الہی کا
تخت دولت بہ ماہ دولت نے
مہر کا رنگ ہو گیا پھیکا
مذکر کو آسمان دُر انجم
تخت پر جب جلوس فرمایا
بایہ عرش تخت نے پایا
عرشیوں کے سروں پہ یہ سایا
ابر رحمت کی طرح سے چھایا
مہر ہو کر جلوس فرمایا
ماہ کا اہل فلک پہ شرمایا
طبق ماہتاب میں لایا

زکسار آمد

میکشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

| | |
|--------------------------------|--|
| تہنیت رعد نے چلا کے سنائی کیسی | ہان میں ہان کو مذہ کے بجلی نے ملائی کیسی |
| شکل اُمید مقدر نے دکھائی کیسی | تھی تنہا جو تھیں آج برائی کیسی |

زکسار آمد

میکشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

| | |
|------------------------------------|-----------------------------------|
| تند و پُر شور و سیہ مست زکسار آمد | شورایسا کہ نہیں صور سے کمتر سر مو |
| میکشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد | وہ سیاہی کہ پریشان ہو جس سے گیسو |

تند و پُر شور و سیہ مست زکسار آمد

میکشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

| | |
|----------------------------------|-------------------------------------|
| چاہیے دورے ناب ہو پیمانہ چلے | خانقہ میں ہو جزا ہر سوسے میخانہ چلے |
| مقدت ہو کہ نہو کام چلے یا نہ چلے | رُز ورتک کہ چلے بادہ مستانہ چلے |

تند و پُر شور و سیہ مست زکسار آمد

میکشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

| | |
|------------------------------------|---|
| طرفہ اس ابر کی ہو زیر فلک جلوہ گری | ہم سمجھتے ہیں کہ پُر کھول کے آئی ہے پری |
| زادہ خشک بھی بکھین گے تماشائے تری | اکشت اُمید ہوئی بادہ پرستون کی ہری |

تند و پُر شور و سیہ مست زکسار آمد

میکشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

| | |
|--------------------------------------|--|
| خشک سالی کے سبب قحط پڑا تھا گھر گھر | صورت عیش نہ آتی تھی زمانہ کو نظر |
| فضل خاتون نے کیا کھل گئے اُمید کے در | کدو ہر کارون سے میخوار و تلو کردین خیر |

تند و پُر شور و سیہ مست زکسار آمد

میکشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

| | |
|---------------------------------|---------------------------------|
| قطرہ زن آمد و بادست گُز بار آمد | بچو سیلاب بہار ان سوے گلزار آمد |
|---------------------------------|---------------------------------|

تند و پُرتھو سیہ مست ز کُسا ر آمد

میکشان مُردہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

| | |
|---------------------------------|-------------------------------------|
| ہر روش امر ہی سامان نظر آتے ہیں | جان تازہ گل و نسرتین و سمن پاتے ہیں |
|---------------------------------|-------------------------------------|

| | |
|-------------------------------------|-----------------------------------|
| جھومتے ہیں جو شجر سرد ہو اکھاتے ہیں | رقص کرتے ہیں تو طاؤس یہ جلاتے ہیں |
|-------------------------------------|-----------------------------------|

روسیہ ست ز کُسا ر آمد

میکشان مُردہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

| | |
|--------------------------------------|------------------------------------|
| گلستان میں نئی ترکیب جو مجلس کی ہوئی | پھر ہوا سرد جی وجہ یہی اسلی ہوئی |
| تازہ اُمید گل و لالہ و نرگس کی ہوئی | نہیں معلوم یہ مقبول دعا کس کی ہوئی |

تند و پُرتھو سیہ مست ز کُسا ر آمد

میکشان مُردہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

| | |
|------------------------------------|--------------------------------------|
| لو تماشا گل و سنبل و سوسن کو چلو | دیکھنے شاہد مقصود کے جو بن کو چلو |
| سیر کا وقت ہم گردان کے دامن کو چلو | بیٹھنا گھر میں مناسب نہیں گشن کو چلو |

تند و پُرتھو سیہ مست ز کُسا ر آمد

میکشان مُردہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

| | |
|----------------------------------|------------------------------------|
| کہتے ہیں غُصن شور گٹھا چھائی ہے | ہر روش ناپتے ہیں مور گٹھا چھائی ہے |
| لطف برسات کا ہونور گٹھا چھائی ہے | صحن گلزار میں گٹھو گٹھا چھائی ہے |

تند و پُرتھو سیہ مست ز کُسا ر آمد

میکشان مُردہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

| | |
|---------------------------------------|---|
| زینتین کے کی دکانون کی خدا داد ہو یمن | اُڑ چلیں پنج تلین ایسی کہ پریزاد ہو یمن |
| خاطرین قید غم ہر سے آزاد ہو یمن | بھٹیان بادہ فودشون کی پھر آباد ہو یمن |

| | |
|-------------------------------------|---------------------------------------|
| جبتک نمازیوں کے جھلکے سجد و نہیں سر | مسجد اہل شرع ہو جبتک خدا کا طہر |
| جبتک نفیضہ نوان رہیں نہ ماد ہر سحر | جبتک کہ معتکف رہیں محراب میں بشر |
| یار ب صدفِ انام کا تو پیشوا رہے | آفاق مقتدی رہے تو مقتدا رہے |
| جبتک دماغ و چشم کو دین لکھ نہ سحر | جبتک کہ باغ دہر میں بچولیں پھلین شجر |
| شبنم ہو گوش گل کے لیے جبتک گل | ہیم سے جبتک کہ ہر سحر |
| اخذانِ گلِ مراد ہو قنصلِ خدا رہے | غسلِ مراد میں ثمرِ مدعا رہے |
| جبتک کہ ماہِ آئینہ آفتاب ہو | جبتک کہ ابر تر سے چمن فیضیاب ہو |
| جبتک کہ سنگ معدنِ اعلیٰ خوش آب ہو | جبتک صدفِ مین گوہرِ آب و تاب ہو |
| ہر وقت درفتانِ کفِ جو و سخا رہے | اس ابر سے جان چمن دلکش رہے |
| جبتک کوئی زمین ہو کوئی آسمانِ علم | جبتک کہ بحثِ علم کریں طالعِ لبانِ علم |
| جان بخش ساسین سخن جانفزا رہے | طرزِ کلام عیسیٰ مجتہد رہے |
| جبتک کرے بہار سے فصلِ خزانِ گرین | جبتک کہ فوجِ جسم پہ ہو تیغِ مہر تیز |
| جبتک دلون کو آب کرے خونِ رستخیز | اضدادِ اربعہ میں رہے جب تلک ستیز |
| فرقِ صود زیرِ صم بادیا رہے | شمشیر تیرے عدل کی کشور کشا رہے |
| شب جب تلک کبھی کبھی دن ایسا رہے | جبتک جہان میں گردش یس و نہار رہے |

| | |
|--|-------------------------------------|
| لغ جوین زردہ گلنار نظر آئیں گے | جتنے زُما دین میخوار نظر آئیں گے |
| لالہ روصاحب آزار نظر آئیں گے | زعفران زار چین زار نظر آئیں گے |
| تند و پر شور و سیہ مست ز کُسا ر آمد | میکشان مرده کہ ابر آمد و بسیار آمد |
| اب نہ پوچھو یہ کہ احوال بیان کیا ہے | اگر کے شکر یہ مقدور زبان کیا ہے |
| آگے کیا رنگ تھا اب نگ جہان کیا ہے | یہ تصرف جو نین پیر مغان کیا ہے |
| تند و پر شور و سیہ مست ز کُسا ر آمد | میکشان مرده کہ ابر آمد و بسیار آمد |
| جتنے میکش ہیں آئیں گے سنا دے یہ پیام | دین دعا کلب علی خان بہادر کو تمام |
| کہ انھیں کے لیے یہ عیش کے سامان ہیں مدام | فیض کے آنکے سنا تا ہو یہ تلو لب جام |
| تند و پر شور و سیہ مست ز کُسا ر آمد | میکشان مرده کہ ابر آمد و بسیار آمد |
| ترکیب بند و نہایت عیدِ لفظ | |
| جب تک کہ روز عید مسرت فرما ہے | جب تک کہ کعبہ قبلہ اہل صفار ہے |
| جب تک کہ قبلہ مرجع خلق خدا ہے | مسجد جب تلک حرم کبریا ہے |
| قرآن ہو تجھ عید سعادت خدا ہے | |
| بالائے فرق سایہ بال ہمارا ہے | |
| جب تک کہ جرمِ شمس و قمرین ضیا ہے | جب تک فروغ زہرہ نورِ سما ہے |
| جب تک جہان میں چار عناصر کی جلا ہے | جب تک کہ خاک و آتش و آب و ہوا ہے |
| مثل زمین سپر ترے زیر پا ہے | |
| سر پہ دُام سایہ دستِ خدا ہے | |

| | | |
|--|---|--|
| | <p>خوشید تو وہ بے ترے آگے ٹھہرا ہے نام آوروں کے نام رہے بھی تو کیا ہے</p> | |
| <p>فرحت رہے مدام مسرت زیادہ ہو عالم ہنر حکم حکومت زیادہ ہو</p> | | <p>یارب ہمیشہ دولت و حشمت زیادہ ہو ہر روز زور بازو سے قدرت زیادہ ہو</p> |
| | <p>حاصل ہر اک مراد ہو حامی خدا ہے ظلم رسول سایہ مشکلا رہے</p> | |
| <p>جنگ دل و دماغ کو طاقت نصیب ہے آنکھوں کو جب تک کہ بصارت نصیب ہے</p> | | <p>جیتک کہ ہاتھ پاؤں کو قوت نصیب ہے کانوں کو جب تک کہ سماعت نصیب ہے</p> |
| | <p>جان و دل آمیر تجھی پر فدا رہے اُسکو کسی سے کام نہ تیرے سوا رہے</p> | |
| <p>تاریخ طبع سابق زید سل خان جو تعلقہ لایہ تلمین حضرت امیر غفور لکھنوی</p> | | |
| <p>کمان ہنر ناخ و آتش کمان ہنر رند و وزیر کین زبانی میں جسکا نہیں شبیہ و نظیر کچھ کسی سے مضامین کی ایسی کب تصویر کما زبانی سلم نے طفیل فیض اسیر</p> | | <p>کمان ہنر معین و غالب کمان ہنر ذوق و بصیر چھپا ہے مطبع میں دیوان امیر احمد کا کریم مطالعہ اسکا بیدار انصاف جو واسطی کو ہوئی فکر اپنے تاریخ</p> |
| <p>خاتمۃ الطبع</p> | | |
| <p>اسمحدث والمنتہ کہ دیوان فصاحت و بیا ان بلاغت تو امان من تصنیف انیف و فصیح انصحا امیر اشعرا استاذ الاساتذہ مقتدا نامو لنا حضرت مفتی منشی امیر احمد صاحب امیر مینا لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ مطبع منشی نور کشور واقع لکھنؤ میں حسب الارشاد سے القاب عالیہ نقاب منشی شمس الدین مالک مطبع و ام القیالہ باہتمام کیسری واسطی پرنٹرز بمقام جنوری ۱۹۲۲ء بارہم طبع ہوا</p> | | |

| | |
|--------------------------------------|--------------------------------------|
| جبتک کہ گرم معرکہ گیر و دار ہے | کچھ جبر جب تک کہ ہو کچھ اختیار ہے |
| دولت تری زیادہ ہوشمت سوار ہے | اقبال حاضر در دولت سوار ہے |
| جبتک کہ عشق گل سے ہو بس کے دھنیں داغ | جبتک ہو فاختہ کو تناسل سر باغ |
| پروانہ جب تک کہ رہے عاشق چراغ | آشفقہ عشق مہ سے ہو تاکبک کا داغ |
| عارض پہ جان جن و بشر کی نذر ہے | دل دو جهان کا بستہ زلف دو تار ہے |
| جبتک دہن کو میم عدم ملتہ دان کہیں | جبتک کہ چاند ہیرے کو روشن بیان کہیں |
| جبتک نگاہ یار کو شاعر سنان کہیں | ابر و کو اور مژدہ کو خدنگ دکان کہیں |
| مثل کمان نہ جو ترے آگے جھکا رہے | اُس کا جگر نشاء تیر قضا رہے |
| جبتک سدف میں نظرہ نسیان گھر بنے | اتنا آہن آبیاری یارس سے زر بنے |
| جبتک ہرن کی ناف میں خون مسک تر بنے | باتک کہ شیشہ شاگ سے گل سے ٹر بنے |
| بوسے گل طرب سے دماغ آشنا رہے | شیشہ شراب عیش سے دل کا بھرا رہے |
| جبتک دیوستان میں ہو گل گل میں نگ دبو | جبتک کہ صحن باغ میں جاری ہو آب جو |
| جبتک سبا جانین پھرتی ہو چار سو | جبتک کہ گل ہے جام ہراک غنچہ ہے سُبُو |
| صحت نصیب باغ جوانی ہر ار ہے | اسیستان کی معتدل آب و ہوا رہے |
| انہماں میں حکم کا سکہ بٹھا دیا | نوشیروان کا عدل دوبارہ دکھا دیا |
| اُس دربر گنج گوہر و سیم و طلا دیا | نام جم و سکندر و دارا مٹا دیا |

| قیمت | نام کتاب | قیمت | نام کتاب |
|------|--|------|--|
| | ردیفون کی از گرانبہا سے طبع بلند مفتی | | بہارستان سخن - ارسین تین |
| ۱۶ | غلام سرور لہوری - | | استادوں کا کلام ہے پہلج وہم ردیف |
| | دیوان نیاز - از روشنی صافی طبع | | وہم قافیہ غزلین شیخ امام بخش ناسخ |
| ۳۳ | نازک پند شاہ نیاز احمد بریلوی نیاز | | ۲ خوابہ حیدر علی آتش ۳۔ ہمدی حیدر خان |
| | دیوان شہیدری مصنفہ کریمت علی خان | | آلو بڑے مہر کہ کا مجموعہ ہے ہر ایک تاد |
| ۵ | شہیدی تخلص - | | نہ نور طبیعت دکھایا ہے نہ دیگر ترجمہ |
| | دیوان غالب دہلوی کی مرتبہ | ۱۰ | غلام رح کوٹا نہ بیابا ہے - |
| | یہ مختلف مقامات میں چھپا اور چھاپا | | دیوان رعد مسلمان بگدرہ عشق کلام |
| | توز خواہش خرمیاریان محض طبع | | نواب سید محمد خان رند شاگرد خواجہ |
| | کیونکہ ہونے عالی دماغ خرمیاریان محمد خان | ۱۰ | حیدر علی آتش - |
| | دہلوی کا کلام ہے جن کا مثل و نظیر | | دیوان گویا - از طبع اور رسالہ دار |
| | ہندوستان میں نہیں ہے یہ طبع و طبع | ۵ | افتخار محمد خان رند گویا شاگرد خواجہ نور |
| | نظامی سے فکر بہا | ۴ | دیوان فاضل - کلام مستحضر ہمسایہ |
| | ۱۰ یونس - | ۱۰ | آتش و ناسخ سنور خان فاضل - |
| | استاد کامل آفتاب احمدیہ اول | | دیوان ذوق - از تہذیبہ لشکر سخاوت |
| | تخلص قلق - | | سید لکھل سید ابراہیم علی قاری |
| | دیوان حبیب سرائے مصنفہ | | دیوان لطف - پاکیزہ دیوان غزلیات |
| | حیدر بیگ جزار - | | مع معراج نامہ محمد سرور کا نامت |
| | کلیات واسطی | ۳ | ۱۰ افندہ لطف علی خان بریلوی - |
| | دیوان ظہیر فاریا | | ایسے لغت سرورسی غزلیات نام |

قطعہ تاریخ طبع سابق از مورخ کامل منشی بھگوان دیال صاحب عقل ایجنٹ مطبع

| | |
|--------------------------------|--------------------------------------|
| یہ حضرت امیر کا دیوان جانفزا | شایع ہوا جو نام خدا کیا بہ زریب وزین |
| عقل ہر سال ہجری کی بیکار جستجو | لکھو یا غزل پہ کہ ہو نظم و نثر یہ |

دیگر دولہ

| | |
|---------------------------|-----------------------------|
| سرور دیوان روح پرور یہ ہے | کلام امیر سخنور یہ ہے |
| لڑکر عقل ہے تاریخ کی | تو لکھو عجب نظم و نثر یہ ہے |

ایضاً عیسوی

| | |
|---|--|
| چھپا منشی امیر احمد کا یہ دیوان کیا اعلیٰ | کہ ہر اک شعرا کا بس نصاحت بن ہوئے ہوتا |
| عشق کے تھے عقل فکر تاریخ مسیحی کی | لکھو تم خوش سخن یا عجب نظم معیشت زا |

